قال الله تعالیٰ کٓھٰیٰعٓصٓ ذکر رحمت ربک عبده زکریا

بعنایات الٰہیہ ملفوظات و حالات حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الحق والدین زکریا
ملتانی و حضرت شاہ صدر الدین صاحب عارف و حضرت قطب العالم شاہ رکن الدین
صاحب ملتانی قدس الله اسرارہم کتاب موسوم بہ مطلع آفتاب سہروردیہ

# انوار غوثیہ

١٣٢٧ھ

از تالیف جامع کمالات انسانی چراغ دربار غوث صمدانی سراج درگاہ قطب ربانی چشمہ فیض
یزدانی منبع فیوض سبحانی مخدوم المخادیم عالیجناب مقدس القاب خان بہادر حضرت
مخدوم حسن بخش صاحب قریشی اسدی الہاشمی سجادہ نشین درگاہ حضرت غوث العالمین
وغیرہ قدس اسرارہم رئیس اعظم و مجسٹریٹ ملتان ادام الله فیوضاتہم علی رؤس المریدین والمسترشدین

حسب فرمائش مولوی محمد خیر الدین صاحب و محمد فخر الدین و محمد بشیر الدین تاجران کتب شہر ملتان

(باہتمام [illegible])

مطبع [illegible] ملتان

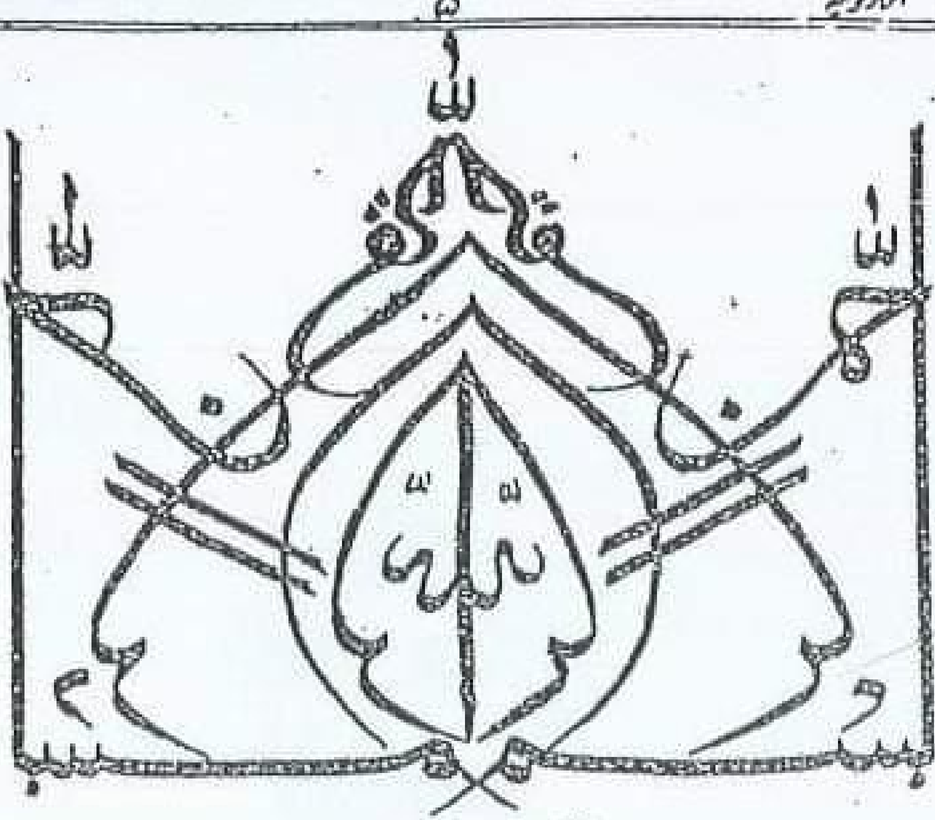
محصول ڈاک ۲

صفحے ۴۴

قیمت



خادم الفقرا مخدوم حسن بخش سجادہ نشین بارگاہ غوث بہاالحق زکریا و مؤلف کتاب ہٰذا



## تمہید

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی نَوَّرَ قُلُوبَ العَارِفِینَ بِاٰثَارِ الاَنوَارِ وَزَیَّنَ اَروَاحَ المُشتَاقِینَ بِنُورِ التَّجَلِّی وَالاَذکَارِ وَنَشہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَانِ المُختَارِ الَّذِی ھُوَ سَیِّدُ الاَبرَارِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہِ الرَّاشِدِینَ الکِبَارِ ط

ہزار ہزار ستائش اوس خالق اکبر کو زیبا ہے۔ جسکی قدرت کا ظہور ہر جگہ موجود ہے۔ وہ حاضر و ناظر اپنی رحمت کا سایہ کیئے ہوئے سمک سے سما تک محیط عالم ہے۔ اوس ذات والاصفات نے اس باغ ہستی کو گوناگون چمن بندی قدرت سے بوقلمون بنا ئے

نگنجد گر بہائے او در قیاس چہ خدمت گذارد زبان سپاس

نان ضعیف البنیان کا کیا یارا۔ زبان عجز بیان کی کیا طاقت۔ قلم

نوعِ انسان کی کیا ہستی کہ اس ذات بے ہمتا کی توصیف میں پوری اتر سکیں

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا

خالق کا حمد مخلوق سے ادا ہونا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

مناسب است کہ دم درکشم بحمدِ خدا
تبارک اسمک سبحان ربی الاعلیٰ

نعت سرور کونین ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ مگر بقول ایک بزرگ کے

محمد سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شانِ محمد
یا محمد روحی فداک

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

ناظرین باتمکین کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اس خاکسار کو عرصہ سے یہ خیال تھا۔ کہ اپنے بزرگوں کے حالات وملفوظات فراہم کرکے شائع کروں۔ میرے اس خیال کے پیدا ہونے کی حسب ذیل وجوہات تھیں۔

اوّل۔ یہ زمانہ روشنی کا ہے۔ اور لوگ علم تواریخ وسیر اور خصوصاً بایوگرافی کیطرف بہت متوجہ ہیں۔ اور بڑے آدمیوں سے لیکر معمولی آدمیوں کی زندگی کے حالات بصورت کتاب شائع ہو چکے ہیں۔ بڑا افسوس ہوگا۔ اگر ایسے جلیل القدر اولیائے کرام کے حالات جو اپنے وقت کے غوث اور قطب تھے۔ اور جنکی بزرگی وولائت کو لاکھوں آدمی تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور روز مرہ انکی تعداد زیادہ ہو رہی ہے۔ کسی جامع کتاب کی صورت میں نہ ہوں۔ اگرچہ خاندانی ذخیرہ میں اس قسم کی کتب جس میں جد امجد ہم حضرت سلطان الاولیاء شیخ الاسلام حضرت غوث بہاءالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی اور انکے پوتے حضرت قطب اقطاب ابوالفتح فیض اللہ شاہ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات درج ہیں۔ اِستدادِ زمانہ سے بعض کتب نایاب ہو گئیں۔ اور بعض اسقدر کہنہ ہو رہی ہیں کہ انکے ناپید ہو جانیمیں کوئی شبہ نہ رہا تھا۔ اسواسطے مناسب سمجھا گیا۔ کہ یہ گنج شایگان رائگاں نہ جاوے۔ بہتر ہو کہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جاوے۔

دوم۔ آنحضرت روحی فداک نے فرمایا ہے۔ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ اسواسطے ضروری سمجھا گیا۔ کہ اس کارِ خیر کو شروع کیا جاوے۔

سوم۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ جو مرید اپنے پیر کے کلمات طیبات قلمبند کرتا ہے۔ اُسے ہر ایک حرف کے عوض ہزار سال

طاعت کا ثواب ملتا ہے۔ اور بعد وفات جنت کی نعمتِ عظمےٰ عطا ہوتی ہے۔

چہارم۔ اکثر پیر برادراں۔ اور عقیدتمنداں جب کبھی ملتان شریف بغرض زیارت آتے ہیں۔ تو بہت کچھ حضرت غوث العالمؒ اور حضرت قطب العالمؒ کے حالات دریافت کرنیکے شائق ہوتے ہیں۔ اسواسطے مناسب سمجھا گیا۔ کہ تمام مشتاق دلوں کے اشتیاق کو پورا کروں۔

پنجم۔ بعض اوقات بڑے بڑے انگریز سیاح اور حکام وقت جب آستانہ عالیہ پر تشریف لاتے ہیں۔ تو بہت سے سوال کرتے ہیں۔ کہ آیا ان بزرگونکی کوئی سوانح عمری یا بائیوگریفی موجود ہے۔ تو جواب نفی میں دیا جاتا تھا۔

ششم سبب یہ ہے کہ حیات مستعار ہے۔ اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ دل میں خیال آیا۔ کہ یادگار چھوڑوں۔ شاید خداوند کریم اپنے پیاروں کے توسل سے اس عاجز کو بخشدیوے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

دل چاہتا تھا۔ کہ کتاب ایسی ہو۔ کہ معتقدین کے واسطے حرز جان۔ مریدین کیواسطے باعث ازدیاد ایمان۔ مخالفین کے واسطے آئینہ۔ شائقین علم تاریخ کے واسطے خزینہ اور اسرار معرفت کا گنجینہ ہو۔ چنانچہ اس مطلب کے حصول کیلئے کتب ذیل کا مطالعہ کرنا پڑا۔ خلاصۃ العارفین۔ مراۃ المومنین آئینہ مناقب۔ سیر العارفین۔ مراۃ المناقب۔ اخبار الاخیار۔ مراۃ العاشقین فوائد الفواد۔ جامع العلوم۔ کنز الفوائد۔ حصن حصین۔ ملفوظ حضرت



شیخ فریدالدین گنجشکرؒ۔ ملفوظ حضرت جلال الدین تبریزیؒ۔ ملفوظ حضرت جلال الدین بخاریؒ۔ ہدایۃ الذاکرین۔ رسالہ مختصر۔ رسالہ حجۃ الاسلام رسالہ کشف المحجاب۔ قوت القلوب۔ تحفۃ القادریہ۔ رموز الواصلین۔ مشکوۃ شریف۔ تاریخ ملتان۔ تاریخ نظام شاہیہ وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب میں جسجگہ حضرت غوث العالم کا لفظ لکھا ہے۔ اُن سے مراد حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ ہے۔ اور صدر الملۃ والدین سے حضرت شیخ صدر الدینؒ عارف باللہ اور قطب عالم سے حضرت شیخ رکن الدینؒ قدس اللہ سرہم مراد ہیں۔ امید ہے کہ معزز ناظرین اس کتاب کو پڑھکر خاکسار کو دعائے خیر سے محروم نہ فرمائینگے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کہ کوئی بات کسی فرقہ کی دل آزاری کا موجب نہ ہو۔ باوجود اس احتیاط کے اگر بشریت کے سبب کوئی امر رہ گیا ہو۔ تو ارباب بصیرت چشم پوشی فرماویں۔

بپوش گر بخطائے رسی و طعنہ مزن
کہ ہیچ فرد بشر خالی از خطا نبود

الملتمس

خاکسار خادم الفقراء مخدوم حسن بخش قریشی اسدی الہاشمی

سجادہ نشین ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# باب اوّل

## ذکر حضرت شیخ المشائخ قطب زماں غوث جہاں

## حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ

آج یہ خاکسار اُس قطب دوراں غوث زماں کے حالات و ملفوظات لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے۔ جن کا اسم گرامی اور نام نامی اسلامی دنیا میں مہر درخشاں کی طرح روشن اور ماہ نور افشاں کیطرح تاباں ہے۔ وہ دُنیا کے بھی سلطان اور دین کے بھی حکمران ہیں۔ وہ ایک پہلو سے شیخ مصلح و رہنما و رہبر تو دوسرے پہلو سے عارف گوشہ نشین ہیں۔ وہ مراۃ العارفین زبدۃ الصالحین اور قدوۃ الواصلین حامی شرع متین شیخ الاسلام والمسلمین یگانۂ روزگار برگزیدۂ پروردگار مشائخ کبار میں سے ہیں۔ وہ پاک نژاد جو والد کی طرف سے قریشی ہاشمی اور والدہ کیطرف سے حسنی و حسینی ہونے کا فخر رکھتے ہیں۔ جنہوں نے بخارا و بغداد شریف میں اپنی عمر کا بڑا حصہ۔ درس و تدریس تحصیل فقہ و حدیث و تکمیل مدارج ولایت



و تحصیل مطالب کمالیت میں گذارا۔ وہ نیک سرشت جسنے سرزمین عرب شریف میں احمد مصطفےٰ محمد مجتبےٰ صلعم کے روضہ پاک اور خانہ کعبہ کے حرم مبارک میں اعتکاف و مراقبہ میں کئی سال گذارے۔ اور جو کامل و اکمل ہو کر ارشاد الٰہی سے سرزمین ہندوستان میں رونق بخش ہوئے۔ اور جنہوں نے اپنے پرتو جمال و حسن باکمال سے شہر ملتان میں اقامت گزین ہو کر اسلام کا نقارہ بجایا۔ اور ہزاروں گم گشتگانِ کوچۂ ضلالت کو صراطِ مستقیم پر چلایا۔ اور ناقص کو کامل اور کھوٹے کو کھرا بنایا۔ سبحان اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ و برہانہٗ خداوند کریم کی عجیب حکمتیں ہیں۔ کہ ہماری ناقص فہم اور ناچیز ادراک اس کی باریکیوں اور غوامض کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ ہندوستان جہاں عرصہ دراز سے بت پرستی کا چرچا تھا دفعۃً اسلام کی خوشگوار صدا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز دلربا سے جاگ اُٹھا۔ اور جوق جوق لوگ اس مقدس اور پاک مذہب کیطرف آنے لگے۔ اور یہ انہی قدسی صفات پاکیزہ عادات نیک خیالات بزرگوں کی کمائی ہے۔ کہ آج ہم کئی کروڑ آدمیوں کی زبان سے نعرہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سنتے ہیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی آواز دلکش اور ترانہ خوش نوا سے اس قطعۂ ہندوستان کو جنت نشاں کہتے ہیں۔ ؎

آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ میکنند ملتانِ ما بجنتِ اعلےٰ برابر است

کا مصداق ہے۔ آج بلکہ ساتویں صدی ہجری سے دار الامن والامان کے لقب سے ملقب اور ملتان شریف کے نام سے تمام عالم میں مشہور ہے۔ دار الامن و الامان کیوں نہ ہو

نہ ہو جبکہ اسی شہر میں وہ عالمِ حقیقت۔ کاملِ طریقت قدوۃ الاولیا عمدۃ الاتقیا شیخ الاسلام والمسلمین۔ بدر المشائخ۔ قطب العارفین حضرت مخدوم بہاء الحق والشرع والدین ابو محمد زکریا قریشی الاسدی الہاشمی الکبیر المنیر قدس اللہ ذہبہ وادام اللہ فتوحہ موجود ہیں۔ جنکا فیض اور نورِ شرق سے غرب تک پرتو افگن ہے ؂

آں محرمِ رازِ لامکانی — موصوفِ صفاتِ جاودانی
افلاک بزیرِ پائے کردہ — در عالمِ عشق جائے کردہ
جا رفتہ از فنائے توحید — پا کوفتہ در مقامِ تفرید
باطن بہویت و حقیقت — ظاہر بشریعت و طریقت
آں پاک گزیدۂ مشائخ — وآں مردم دیدۂ مشائخ
سلطان سریر ملک و تمکیں — یعنی کہ بہائے ملت و دین

## ذکرِ ولادت

حدیث شریف میں جسقدر فضائل ماہ رمضان المبارک کے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ ان کو یکجا قلمبند کرکے خواہ مخواہ مضمون کو طول دیا جاوے ہر ایک مسلمان اس امر سے واقف ہے۔ کہ ماہ رمضان شریف جملہ مہینوں میں ممتاز ہے۔ اور اس ماہ مبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور بہشت کے دروازے کھلجاتے ہیں۔ شیطان رجیم کو طوق و سلاسل میں مسلسل کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ الآیہ



رمض کے لغوی معنی جلانے اور بھسم کر دینے کے ہیں۔ چونکہ اس ماہ پاک میں عبادت کرنے سے صغائر گناہ سہوًا اور کبائر عمدًا بھسم ہو جاتے ہیں۔ اس رعایت سے اس کا نام ماہ رمضان رکھا گیا۔ اور پھر اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو جو فضیلت حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ اس تاریخ کو لیلۃ القدر کا گمان بلکہ یقین کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین کی متواتر روایات سے اس امر کی تصریح ہوتی ہے۔ کہ لیلۃ القدر جسے عوام شب قدر کہتے ہیں۔ اکثر ستائیسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید میں اس شب کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ اور پھر جمعہ کی فضیلت تمام دنوں پر مشہور ہے۔ آمدم بر مطلب

اسی پاک مہینے ماہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ جمعہ کی صبح کو کہ لیلۃ القدر کا وقت ہے۔ وہ ولی مادر زاد و بزرگ عالی نژاد قطب دوران غوث بہاء الدین زکریا بمقام کرور[ع۱] لعل عیسن دنیا کی تعلیم روحانی اور حیات جاودانی عطا کرنے کے لئے متولد ہوئے۔ سبحان اللہ کیا مبارک مہینہ کیا مبارک دن کیا مبارک تاریخ کیا مبارک وقت تھا۔ آسمان حق پرستوں کی طرح صاف زمین پر ہر طرح سے امن و آرام۔ نزول رحمت کا ظہور۔ جود و بخشش کا وفور۔ برکت و الطاف کا بازار گرم تھا۔ خداوند کریم کی بارگاہ سے اپنی مخلوقات کو خاص فیض عطا ہونیوالا تھا۔ الغرض ہر طرف سے مبارک سلامت کی آواز بلند ہوئی۔ خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ آسمان پر ملائک صف بستہ تھے۔ حضرت مصطفےٰ کے روضہ پاک سے ایک نور کا تار ہندوستان کی طرف لگ رہا تھا۔ کہ دفعتہً بجلی کی رو سے ایک نیا جگمگانے

[ع۱] ضلع میانوالی میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ یہاں حضرت لعل عیسن کا مزار ہے۔ ۱۰ شعبان کو میلہ لگتا ہے۔ ۱۲

لگی - ہندوستان کی خوش طالعی کہ ایسا دُرِ گرانمایہ اُسکے دامنِ امید میں جلوہ افروز ہوا دنیا میں عجیب رنگ نظر آیا - آپکی ولادت باسعادت کے متعلق ایک تاریخ خاکسار کے ہاتھ لگی ہے - اور اُسکی تلاش میں بہت سی پرانی قلمی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی

بتاریخ تولد غوث عالم — دُر از بحر قدم آمد بعالم
۱۶۶ ھ

## نسب خاندان

شیخ الاسلام غوث العالم حضرت شاہ بہاء الدینؒ ذکریا کا اسطرح ہے - حضرت شاہ بہاء الدینؒ ذکریا بن حضرت مولانا شیخ وجیہ الدین رح الملقب بہ شیخ محمد غوث رح بن سلطان ابا بکر رح بن سلطان جلال الدین رح بن سلطان علی قاضی رح بن سلطان حسین رح بن سلطان عبد اللہ رح بن سلطان مطرفہ رح بن سلطان خدیعہ بن امیر مازم بن امیر تاج الدینؒ بن عبد الرحمن رح بن عبد الرحیم رح بن امیر مہیارؒ بن اسد بن ہاشمؒ بن عبد مناف نسب نامہ بالا سے واضح ہوگا - کہ حضرت غوث العالم قریشی اسدی ہاشمی ہیں - اور جناب کا نسب حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ سولہویں ۱۶ پشت یعنی حضرت ہاشم میں ملتا ہے - بعض مؤرخین نے اس میں غلطیاں کی ہیں - چنانچہ شیخ جمال الدینؒ بیجاپوری نے اسطرح لکھا ہے - کہ مہیار بن اسود بن عبد المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی - بیجاپوری صاحب کا یہ خیال بیجا ہے - کیونکہ بہت قدیمی نسب نامے جو اس خاندان میں چلے آتے ہیں - اور انکی تصدیق اکثر کتب معتبرہ قدیمہ سے اور بزرگوں سے پشت بہ پشت ہوتی چلی



آئی ہے - ان میں اسیطرح درج ہے - جیسا کہ "نسب نامہ بالا میں دکھلایا گیا - یعنی مہیار بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف - ایک جلد کتاب خلاصۃ العارفین کی قلمی زمانہ قدیم سے مؤلف کے خاندان میں تبرکات قدیمہ میں موجود ہے - اسکے تمام اندراجات کی تصدیق قبل و بعد کی کتابوں سے اور اقوال مشہور عامہ سے جو یہاں کے لوگ پشت بہ پشت سنتے آئے ہیں - ہو چکی ہے - اور اسکے صحیح ہونے میں کبھی کسی کو کلام نہیں ہوا - یہ پہلی دفعہ ہے - کہ مؤلف نے یہ لفظ سنا - کہ یہ خاندان بنی ہاشم نہیں - چنانچہ کتاب مذکور کی پہلی جلد میں لکھا ہے - کہ جب والد بزرگوار حضرت غوث العالم کے شہر آمد میں تشریف لیگئے تھے - اور وہاں حضرت شیخ عیسےٰ علیہ الرحمۃ نے جو حضرت غوث الاعظم شاہ عبد القادرؒ گیلانی رح کی اولاد میں سے تھے - اپنی دختر نیک اختر کے رشتے کیلئے کہا تھا - اور حضرت نے سکوت اختیار کیا - تو شیخ موصوف نے بصفائی باطن معلوم کر لیا - اور فرمایا کہ تم بھی بنی ہاشم ہو اور ہم بھی بنی ہاشم ہیں - مختلف قبائل کا ہونا کوئی امر مانع نہیں - اس پیوند کو منظور کرو - حضرت شیخ عیسےٰ علیہ الرحمۃ ایسے بزرگ عالم باخبر کوئی بات بے ثبوت زبان سے نہیں نکال سکتے - اسناد قدیمہ جو زمانہ سلف سے بہ ثبت مواہیر اکابر اعظم بطور تبرکات بزرگوں سے دست بدست چلے آتے ہیں - وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتے - بزرگانِ دین غلط بیانی سے مبرا ہوئے ہیں - اُن کو کیا ضرورت واقع ہو سکتی تھی - کہ اگر بنی ہاشم نہ ہوتے - تو اپنے آپ کو بنی ہاشم میں داخل کرتے - اور تھوڑی سی بات کیواسطے اسقدر الزام اٹھاتے - قریشی کا عالی نسب ہونا - اور انتساب کا جناب سرورِ کائنات

صلعم سے پیوست ہونا تو خود انہیں کی تحریرات سے ثابت ہے۔ جبکہ ہمارے
خاندان کے بنی ہاشم ہونے میں کلام ہے۔ اگر یہ سلسلہ چوتھی پشت یعنی حضرت ہاشم
تک بقول انکے نہیں۔ تو ایک دو پشت اور اوپر تو انہیں کے قول سے بھی ثابت
ہے۔ اس فرق کے واسطے بزرگان دین غلط تحریر اچھوڑ جاتے۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں
حضرت غوث العالم کا خاندان لاریب بنی ہاشم ہے۔ اور مورخوں اور سیاحوں کا
کیا اعتبار ہے۔ ان میں سے کوئی تو ایک امر کی بابت کچھ بیان کر دیتا ہے۔ دوسرا
اس امر کی بابت اوس سے مختلف روایت کرتا ہے۔ چنانچہ کتب تواریخ کو مقابلہ کرنے
سے ایسی نظیریں بہت پائی جاتی ہیں جس سے باخبر لوگ اور صاحبان مطالعہ بخوبی واقف
ہیں۔ اور ایسی غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ جیسی کہ ابن بطوطہ نے حضرت شیخ
رکن الدین کو شیخ صدر الدین لکھا ہے۔ حالانکہ یہ شخص بڑا محقق اور نہایت صحیح
لکھنے والا سمجھا جاتا ہے۔ جناب پیرزادہ محمد حسین صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ نے
انکے سفرنامہ کا ترجمہ کیا ہے اور اسکا نام عجائب الاسفار رکھا ہے۔
جناب موصوف نے مورخ کی اس غلطی کو صفحہ ۸ کے حاشیہ پر صحیح کر دیا ہے۔ پس
دیگر مورخین و سیاحاں بھی آخر انسان تھے۔ اگر انہوں نے بھی اس قسم کی غلطیاں
کی ہوں۔ تو کیا عجب ہے۔ انکی تحریر ایسا قطعی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کہ شائبہ
شک سے مطلق مبرا ہو۔ نہ انکے کلام کو بزرگان دین کے کلام پر ترجیح دیجا سکتی ہے
ایک دوسری غلطی ابن بطوطہ صاحب نے یہ کی ہے۔ کہ ہمارے خاندان کو سندھی
بنا دیا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ یہ خاندان عرب سے محمد بن قاسم کے ہمراہ آیا تھا



اور سندھ میں رہ گیا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہمارے اجداد میں سے بھی چند بزرگ
محمد بن قاسم کے ہمراہ تھے۔ مگر سندھ میں رہ جانا ابن بطوطہ کی غلطی ہے۔ افسوس
کہ پیرزادہ صاحب نے ایک غلطی کو تو صحیح فرمایا۔ مگر
دوسری کو بلا صحت چھوڑ دیا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ حضرت غوث العالم یعنی حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہ
بنی ہاشم ہیں۔ اور نسب میں جناب سرور کائنات کے ساتھ چوتھی پشت یعنی حضرت ہاشم
میں سے ہیں۔ اور جناب سرور کائنات صلعم کا نسب نامہ حضرت ابو البشر یعنی حضرت
آدم علیہ السلام تک مشہور و معروف ہے۔ جو اکثر کتب انساب میں درج ہے۔ مگر چونکہ
عامہ خلائق اکثر ناواقف ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان کو حضور موصوف صلعم کا نسب نامہ
جاننا ضروری اور موجب سعادت و ثواب ہے۔ یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت
سرور کائنات باعث موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بن
عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ
بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ
بن مدرک بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن ادد
بن ہمیسع بن یعرب بن یشجب بن نبت بن قیدار بن اسمٰعیل ذبیح اللہ بن
حضرت ابراہیم خلیل اللہ بن آزر بن ناخور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن
عابر بن شالح بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ
بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن حضرت شیث بن حضرت آدم علیہ السلام ۞

نسب نامہ بالا سے یہ بھی غرض ہے کہ حضرت غوث العالم کا نسب نامہ ہاشم سے اوپر بھی معلوم ہو سکے۔ جو بیان ہو چکا۔ اور چونکہ اس خاندان کا احوال تا ایندم درج کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اسواسطے حضرت غوث العالم رح کے بعد کا سلسلہ سجادگی اسطرح ہے۔ کہ حضرت ممدوح قدس سرہ العزیز کے فرزند اکبر حضرت شیخ صدر الدین رح محمد عارف باللہ۔ اور انکے بعد شیخ رکن الدین رح الملقب بہ قطب عالم جنہوں نے لاولد رحلت فرمائی۔ اسلئے ان کے بعد شیخ اسماعیل شہید۔ بعدہ شیخ محمد حاجی ان کے بعد شیخ رکن الدین اسمٰعیل محمد قندی ان کے بعد شیخ عماد الدین محمد بعدہ شیخ صدر الدین علیم بعدہ یوسف شاہ ان کے بعد شیخ برہان الدین اسمٰعیل رح بعدہ شیخ یحییٰ بعدہ شیخ شیر اللہ انکے بعد شیخ بہار الدین انکے بعد شیخ کبیر المنیرؒ بعدہ شیخ محمد قایم بعدہ شیخ کبیر انکے بعد شیخ بہار الدین ثانی بعدہ شیخ محمد قایم ثانی انکے بعد وجیہ الدین بعدہ شیخ محمد ذکریا بعدہ شیخ محمد زمان انکے بعد شیخ محمد غوث رح بعدہ شیخ بہار الدین ثانی الملقب بہ بھاون شاہ انکے بعد شیخ محمد غوث بعدہ شیخ ولایت شاہ انکے بعد مخدوم بی راجی انکے بعد مخدوم شیخ شاہ محمود بعدہٗ خان بہادر مخدوم شیخ بہاول بخش رح یکے بعد دیگرے سجادہ نشین اور جانشین ہوتے آئے۔ مخدوم بہاول بخش صاحب مرحوم راقم کے بڑے بھائی صاحب کا صرف ایک فرزند شیخ محمد شاہ تھا جو برادرم مرحوم و مغفور کی حیات میں بعمر ۱۸ سال فوت ہو گیا۔ اور جب برادرم موصوف نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ تو اولاد نرینہ زندہ نہ تھی۔

فہرست سجادہ نشینان



اس واسطے بوجہ نہ ہونے اولاد نرینہ برادر مرحوم کے حسب رواج خاندان تمام برادری و کافہ مریدان و خواص و عوام اہل اسلام و حکام وقت منجانب سرکار انگلشیہ سب نے ایک عام مجمع میں خاکسار کو مخدوم و سجادہ نشین و وارث خانقاہاں حضرت غوث العالم و قطب العالم و بی بی راستی پاکدامن صاحبہ وغیرہ تسلیم کیا۔ اور مؤلف انتیسواں سجادہ نشین ہے یہ فہرست سجادہ نشینان ہوئی۔ نسب نامہ کل خاندان بہت طویل ہے۔ جسکو نظر انداز کیا گیا۔

خاکسار مؤلف کا نسب نامہ اسطرح ہے۔ کہ والد مرحوم حضرت مخدوم شیخ شاہ محمود رح بن شیخ حسن شاہ رح بن شیخ بابن شاہ رح بن شیخ محمد شاہ بن شیخ لطف اللہ شاہ رح بن شیخ محمد مستقیم رح بن شیخ عبد المعروف بن شیخ جمن شاہ رح بن شیخ رکن الدین بن شاہ رحمۃ اللہ بن شاہ خلیل خواجہ بن شیخ عماد الدین محمد بن شیخ اسمٰعیل محمد قندی بن شیخ صدر الدین رح محمد حاجی بن شیخ اسمٰعیل بن حضرت مخدوم شیخ صدر الدین عارف باللہ فرزند اکبر حضرت شیخ الاسلام غوث العالم شیخ بہاء الدین رح زکریا قدس سرہ العزیز۔

اس خاندان کی شاخیں بہت ہیں۔ اور مختلف بلاد و امصار میں متوطن ہیں۔ اور سب کی انساب و احوال مؤلف کے پاس موجود ہیں۔ کسی کو اپنے نسب کی بابت دریافت کرنا ہوتا ہے۔ تو ہمیشہ سجادہ نشین سے رجوع کرتے ہیں۔ اور سلسلہ نسب وہی صحیح سمجھا جاتا ہے جو مصدقہ سجادہ نشین ہو۔ اب اس گفتگو کو چھوڑ کر اصل مطلب کیطرف

رجوع کیا جاتا ہے۔

پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ حضرت غوث العالم بمقام کہروڑ متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ وجیہ الدین الملقب بہ محمد غوث کے حالات بہت مختصر طور پر لکھے ہیں۔ روایت ہے۔ کہ حضرت محمد غوث بہت سیاح تھے۔ اور آپ نے ملک ملک کی سیر کی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انکو ولی کامل بنایا تھا۔ چنانچہ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ سیاحت میں مصروف تھے۔ کہ ایک ولائت بعیدہ میں آپ کا گذر ہوا۔ وہاں کے لوگ دو شیروں سے تنگ آ گئے تھے۔ یہ شیر کبھی دن کو کبھی رات کو سیدھے آبادی میں چلے آتے۔ اور بہت سے لوگوں کو انہوں نے ہلاک کیا تھا۔ گاؤں کے لوگ بہت سراسیمہ اور پریشان تھے ڈر کے مارے گھروں سے نہ نکلتے۔ کاروبار بند تھے۔ اور نہایت ہی مصیبت میں مبتلا تھے۔ جب آپؒ نے انکی سراسیمگی اور پریشانی ملاحظہ فرمائی۔ تو انہیں دلاسا دیا۔ کہ میں قدرت الٰہی اور تائید ایزدی سے ان شیرونکو ہلاک کرونگا۔ ؎

بتائید و بفضل خداوند پاک — کنم ہر دو شیرانِ جنگی ہلاک
بیائید و مارا نمائید زود — بخوانید بر مصطفےٰ ہاں درود
ہمین عنایات پروردگار — شود قدرت حق کنوں آشکار

الغرض حضرت محمد غوثؒ ایک جم غفیر ساتھ لیکر جنگل کیطرف روانہ ہوئے۔ جب شیر نظر آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ لوگو ٹھیر جاؤ۔ اور قدرت الٰہی کا جلوہ دیکھو۔ اتنے میں شیر سامنے آئے اور غیظ و غضب سے انکی دُم اوپر کو اُبھری ہوئی تھی۔ مگر جب انکی نظر حضرتؒ پر پڑی سہم گئے۔ اور سر کو نیچے جھکا لیا۔ آپؒ نے للکارا۔ کہ سر اونچا کرو شیروں



نے سر اونچا کیا۔ مگر اسوقت وہ ایکدوسرے سے ایسے بگڑے۔ کہ آپس میں لڑنے لگے۔ اور ایک دوسرے کو پنجہ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ اسطرح پر ایک بہانہ ہو گیا۔ اور شیخ صاحب علیہ الرحمت کی برکت سے خلق ان کے عذاب سے چھوٹی۔ رسالہ رموز الواصلین میں لکھا ہے۔ کہ جب سالک درجہ ملکوت پر پہنچ جاتا ہے۔ اسوقت انہیں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ ظاہری قدموں کے چلنے سے وہ ایک اقلیم سے دوسری اقلیم میں پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک آن واحد میں واپس آ سکتا ہے۔ گویا خداوند کریم اسکو زمین پر ایک خاص اقتدار عطا کر دیتا ہے۔ اسی کا نام کرامت یا خرق عادت ہے۔ چنانچہ یہ وقعہ بہت مشہور ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو بہت جلد اُن کے کارواں کی آمد کی خبر سنائی۔ اور بعدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو کارواں میں پہنچا دیا۔ حالانکہ وہ کئی دن کی راہ تھی۔ ؎

سیر عارف ہر زماں تا تخت شاہ — سیر جارف بود ماہ یکروزہ را

باز آمدم بر مطلب۔ یہ شیرونکا واقعہ شہر کرخ میں واقع ہوا تھا۔ یہ کرخ غالباً وہی شہر ہے۔ جہاں حضرت معروف کرخیؒ نامور ہوئے۔ ؎

ندانی کہ در کرخ تربت بسے ہست — بجز گور معروفؒ معروف نیست

حسن اتفاق سے ایک قافلہ شہر ہامہ کو جانیوالا تھا۔ اور کرخ سے ہامہ کئی دن کی مسافت ہے۔ لوگوں نے التجا کی۔ کہ ہم کو قافلہ ہمیت وہاں پہنچا یا جاوے۔ حضرت شیخ نے انکے اصرار پر تیاری کا سامان کیا۔ اور رات کے وقت بعد نماز عشا روانہ ہوئے۔ شیخ نے نماز تہجد راستہ میں پڑھی۔ جب صبح صادق کا وقت ہوا۔ تو

لوگوں کو شہر تمامہ نظر آنے لگا۔ اہلِ قافلہ اس بات کو دیکھکر از حد خوش ہوئے اور آپ کی بزرگی کا اعتراف کیا۔ چونکہ شہر ٹھٹھہ میں اس سامانِ تجارت کی اشد ضرورت تھی۔ جو اہلِ قافلہ کرخ سے لائے تھے۔ اسواسطے خوب ہی خرید و فروخت ہوئی۔ اور قافلہ والوں کو بہت نفع حاصل ہوا۔ جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی۔ تو حضرت شیخ جیلنے صاحبؒ علیہ الرحمۃ جنکو شیخ احمد اور شیخ محمد بھی لکھا گیا ہے۔ جو حضرت غوث الاعظم سرچشمۂ اولیاء حضرت پیرِ دستگیر شیخ عبد القادرؒ گیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت وجیہ الدینؒ غوث کی ملاقات کو تشریف لائے۔ اور جب شیخ کی صورت و سیرت مشاہدہ فرمائی۔ تو اسی کے وقت اپنی دختر نیک اختر جنکا نام بی بی فاطمہؓ تھا۔ آپ سے منسوب کرنی چاہی۔ مگر شیخ صاحب نے بلحاظ ادب سکوت اختیار کیا۔ اسپر جناب حضرت جیلنے نے فرمایا۔ کہ ہمارے تمہارے نسب میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ کہ ہم دونوں ہاشمی ہیں۔ اور یہ روایت بیان فرمائی۔ وَلَا یُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ بَیْنَ قُرَیْشٍ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّعَمْ زَوَّجَ بِنْتَہٗ مِنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَزَوَّجَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ بِنْتَہٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ مِنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

یہی ذکر کتاب کافی اور شرح تمرتاشی میں درج ہے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت بی بی فاطمہ خاتونِ جنت کے بطن سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت محسنؓ۔ رقیہؓ۔ زینبؓ۔ ام کلثومؓ جن میں سے حضرت محسنؓ اور بی بی رقیہ کا خورد سالی میں انتقال ہو گیا۔ اور بی بی زینب



رضی اللہ عنہا کا نکاح عبد اللہ بن جعفرؓ سے کر دیا گیا۔ اور ام کلثومؓ کا نکاح امیر عمرؓ سے ہوا۔ الغرض شیخ محمد غوث کو تسلیم کرنا پڑا۔ اور اسطرح سے اُن ہر دو برگزیدۂ بندگانِ خدا کا جوڑا بنا۔ آپ کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ بعدہٗ رخصت ہو کر کوٹ کروڑ میں تشریف لائے۔ اور اسی جگہ حضرت غوث بہاء الدینؒ تولد ہوئے۔

## تعلیم و تربیت

لکھا ہے۔ کہ جسوقت حضرت محمد غوثؒ آپ کے والد ماجد قرآن مجید پڑھتے تھے تو حضرت غوث بہاء الدینؒ باوجودیکہ عالمِ شیرخوارگی میں تھے۔ فوراً دودھ چھوڑ کر کلام اللہ کیطرف متوجہ ہوتے۔ اور اس غور و توجہ سے کلامِ الٰہی استماع فرماتے۔ کہ لوگوں کو حیرت ہوتی۔ ماں باپ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے۔ کہ ایسا فرزند گرانمایہ اللہ نے ہم کو دیا ہے۔ جو عالمِ شیرخوارگی سے قرآن پاک کا عاشقِ زار ہے۔ گویا آپ بچپن سے ہی غذائے روحانی کو غذائے جسمانی پر ترجیح دیکر محض غذائے روحانی کیطرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور یہ امر اُن کے کمال کا شاہد ہے۔ سچ کہا گیا ہے۔ ؎

گر خوری یک لقمہ از نانِ نور ۔۔۔ خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور

اس بات کا تمام شہر میں شہرہ تھا۔ اور بہت سے مرد اور عورتیں زیارت کو آیا کرتی تھیں۔ ؎

شان تیری ہے عجب اے غوثِ پاک ۔۔۔ ہم ترے شیدا ہیں سب اے غوثِ پاک
عالمِ طفلی میں بھی تو پاک تھا ۔۔۔ دل سے شیدا تھا بہت قرآن کا

جبکہ قرآن پڑھتے تھے والد ترے ۔۔۔ کان تھے تیرے بھی بس اسپر لگے
ذوق تھا تم کو بہت قرآن کا ۔۔۔ شوق تھا تم کو بہت رحمان کا

یہ تو عہد طفلی کے عجائبات ہیں جنکے پڑھنے سے خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ اب آپ کی تعلیم کی کیفیت بیان کیجاتی ہے۔ **خلاصۃ العارفین** میں لکھا ہے۔ کہ آپ کو چھوٹی سی عمر میں **قرآن شریف** کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ آپ کی طبیعت رسا اور ذہن خداداد کا یہ عالم تھا۔ کہ سات سال کی عمر میں قرآن شریف ہفت قرأت کے ساتھ حفظ ہو گیا۔ اور خداوند کریم کے فضل سے آپ ایک بڑے **قاری** مشہور ہوئے۔ قرآن مجید کے اوقاف اور آیات متشابہات کو اپنے مبارک سینہ میں جو اسرار الٰہی کا گنجینہ اور معارف حق کا خزینہ تھا۔ ایسا محفوظ کیا کہ کیا مجال جو کوئی حافظ یا قاری دم مار سکے۔ مگر افسوس کہ بارہ سال کی عمر میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کو وہ وقت دیکھنا ظاہری آنکھوں سے نصیب نہ ہوا۔ جس میں حضرت **غوث العالم** نے ایک دنیا کو اپنا گرویدہ اور غلام بے دام بنا لیا۔ اور اس اعلیٰ رتبہ کو حاصل کیا۔ جسکی ایک عارف کو تمنا ہوتی ہے۔ مگر آپ تحصیل علم میں بدستور مصروف رہے۔ اور ایک مدت دراز تک ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل میں سرگرم رہے۔ اور علم و فضل میں درجہ کمالیت پر پہنچ گئے۔ لکھا ہے کہ آپ نے چار سو چالیس استادوں کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا۔ آپ دست بستہ سبق کی تحصیل کرتے۔ مبارک ہیں وہ استاد اور معلم جنہوں نے آپ کے پڑھانے کا فخر اور منصب حاصل کیا۔ آپ جب سبق سے فارغ ہوتے۔ تو آپ کی استعداد و علمی لیاقت



اور غوامض و باریکیوں کے سمجھنے کی قابلیت کا یہ عالم تھا۔ کہ وہی استاد دست بستہ کھڑے ہو جاتے۔ کہ آپ ہمارے استاد ہیں۔ لکھا ہے کہ آپ دو روز میں ہر ایک عالم متشرع سے سب کچھ حاصل کر لیتے تھے۔ اور پھر دوسرے استاد کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ سبحان اللہ وہ علم کے دریا تھے۔ یا ایک بحر ناپیدا کنار تھے۔ کہ چار سو چالیس استادوں سے سند فضیلت حاصل کی۔

لکھا ہے۔ کہ تحصیل علم و ادب کے زمانہ میں آپ کے پاس دو ہزار سے زیادہ علمی کتب جمع تھیں۔ اگرچہ اب چھاپہ خانہ کی کثرت سے دو ہزار کی تعداد زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔ مگر اسوقت کی مشکلات کو دیکھا جاوے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ بہت بڑا ایک علمی خزانہ تھا۔ واضح ہو۔ کہ ایک ایک قلمی کتاب ہزار ڈیڑھ ہزار صفحوں پر ختم ہوتی تھی۔ اور اسکی کتابت پر مہینوں نہیں بلکہ برسوں خرچ ہوتے تھے۔ اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ دو ہزار کتب کی تیاری میں کسقدر محنت و دولت خرچ ہوئی ہوگی۔ آپ نے اپنی تعلیمی عمر کا بڑا حصہ صرف پڑھنے میں نہیں گذارا۔ بلکہ مجاہدہ و مشاہدہ میں بھی خاص مشق بہم پہنچائی۔ اور تالیف و تصنیف کی طرف بھی کچھ توجہ فرمائی۔ چنانچہ فقہ **حنفیہ** میں کئی کتب آپکی موجود ہیں منجملہ انکے **کنز العباد** مشہور و محبوب جہاں ہے۔ اور علم صرف مبتدیوں کے واسطے صرف بہائی آپ کی تالیف سے ہے۔ مشت نمونہ از خروار۔ ہر ایک شخص تصور کر سکتا ہے۔ کہ آپ نے علم ظاہری و باطنی سے دنیا میں کسقدر فیض پہنچایا۔ اور کتنے لوگ اس چشمہ فیض سے مستفیض اور مستفید ہوئے۔ جب آپ تحصیل علم سے کسقدر فارغ

ہوئے۔ تو مجاہدہ اور نفس کشی کیطرف توجہ کی۔ اور لگاتار بیس سال تک ایسا سخت مجاہدہ کیا۔ کہ جسکے حالات پڑھنے سے استعجاب ہوگا۔ **روایت ہے۔** کہ ایک دفعہ کسی خاص شخص نے آپ سے مجاہدہ کی بابت سوال کیا۔ کہ کوئی واقعہ اپنے مجاہدہ کا بیان فرمائیے۔ حضرت غوثؒ نے فرمایا۔ کہ اپنے مجاہدہ اور محنت کی کیفیت بیان نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس میں غرور پایا جاتا ہے۔ اور طالب کو خوف ہوتا ہے۔ کہ کہیں اس کی کمائی دریا میں داخل ہوکر برباد نہ ہوجائے۔ مگر پھر بھی تمہارے پاسِ خاطر اتنا ظاہر کرنے میں تامل نہیں کرتا۔ کہ یہ فقیر۔ ایک کوزہ پانی اور ایک چھٹانک روٹی پر روزہ افطار کرتا رہا ہے۔ اور یہ ادنے سے ادنے مجاہدہ ہے۔ کہ مبتدی لوگ طبیعت کو قابو میں رکھنے کیلئے کرسکتے ہیں۔ اسکے بعد مجھے حج کعبۃ اللہ کا شوق ہوا۔ مگر ہر ایک قدم پر دوگانہ ادا کیا۔ اور پھر دوسرا قدم اٹھایا۔ **سبحان اللہ** حج بھی ایسے ہی لوگوں کا مقبول ہے۔

اسیطرح پھر ایک موقع پر کسی مقرب نے سوال کیا۔ کہ مجاہدہ کی تعریف کیا ہے آپ نے فرمایا۔ کہ جس چیز کی نفس آرزو کرے۔ اس چیز کو بیس سال تک اسے نہ دیں۔ اسکے بعد فرمایا۔ کہ میں نے جو ابتدائی مجاہدہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ درحقیقت میرے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فقط ابتدائی مرحلہ ہے۔ ورنہ صاحب مجاہدہ ستر سال تک نفس کو آب و دانہ سے محروم کردیا کرتے ہیں۔ وہ البتہ صحیح تعریف مجاہدہ کی ہوسکتی ہے ایسے لوگ ہمیشہ نفس کو عذاب میں رکھتے ہیں۔ اس فقیر نے جو کچھ کیا۔ وہ محبت خانہ کعبہ اور اسکی عظمت کے سبب کیا۔ اور محض عنایت ایزدی و تائید غیبی سے خانہ کعبہ میں



فائز المرام ہوا۔ ورنہ یہ ذرا سی تکلیف کیا تھی۔ اور بفضلہ تعالیٰ جبل عرفات پر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور تین سال تک ان کی خدمت میں رہکر استفادہ حاصل کرتا رہا۔ اور اُن سے سبق اور برکت کو حاصل کیا۔ اسکے بعد احرام جدید باندھکر حضرت رسول خدا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ روحی فداہ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کی۔ اور تین سال حضرت کے اقدام مبارک کی خاک کی برکت سے انوارِ الٰہی کا ظاہری و باطنی مشاہدہ کیا۔ اور اسی پاک مقام سے ارشاد ہوا۔ کہ سلطان العارفین امام المحبوبین حضرت شیخ شہاب الدینؒ عمر سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا نصیب حاصل کرو۔ چنانچہ پھر نیا احرام باندھا۔ اور حضرت پیر و مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ انتہیٰ

ملفوظ حضرت قطب العالمین سید جلال الدینؒ بخاری میں لکھا ہے۔ کہ میں (حضرت جلال الدینؒ) اور حضرت غوث بہاء الحق زکریاؒ ایک دن بیٹھے تھے۔ اور سلوک کی حکایات ہورہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں شہر سمرقند میں مقیم تھا۔ اور اس شہر میں ایک غار تھی۔ جس میں ایک درویش واصلانِ حق میں سے دیکھا گیا۔ جو عالم استغراق میں تھا۔ میں اسکی خدمت میں فیض حاصل کرنے کے واسطے جاتا رہا۔ پورے دو سال کے بعد وہ جوان ہوش میں آیا۔ میں آداب بجا لایا۔ اور زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ درویش باللہ نے فرمایا۔ کہ سر گشتہ۔ تیرا آنا مبارک ہو۔ تو نے بہت تکلیف اٹھائی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ درویشوں کی خدمت میں رہنے سے دارین کے مطالب اور مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ شیخ بہاء الدینؒ اسکو تیس سال ہوچکے

ہیں۔ کہ یہ فقیر بحرِ تجلی میں مستغرق ہے۔ اور آئندہ روندہ کی کوئی خبر نہیں ہے۔ آج تمہاری خاطر میرے دوست نے حکم دیا ہے۔ کہ ہم کلام ہو کر اپنی حالت سے اطلاع دوں۔ اے عزیز یاد رکھ۔ کہ درویش کے واسطے صحبت مخلوق سے زیادہ زیانکار کوئی چیز نہیں ہے۔ جتنا کوئی مخلوق سے قریب تر ہوگا۔ خالق سے دور تر ہوگا۔ یہی کہا۔ اور جس مصلّا پر بیٹھا تھا۔ اُسے میری طرف سرکایا۔ اور پاؤں دراز کئے۔ اور کچھ روپیہ میرے ہاتھ پر رکھا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ زادِ راہ ہے۔ منزل دور کی ہے۔ اب تمہیں جانا چاہئے بمجرد اس گفتگو کے میں نے دیکھا۔ کہ درویش نظر سے غائب ہوگیا ہے میں وہاں سے روانہ ہو کر بغداد شریف کی طرف چلا۔ اور بعد طے مراحل و قطع منازل حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غلامانہ آداب بجا لایا۔ آپ نے نہایت شفقت سے میرے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ مرحبا۔ خوش آمدی اے نیکو کار ہر دو جہاں۔ پھر فرمایا۔ کہ بیٹھئے میں مؤدب ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے سلوک کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں جب اپنے پیرو مرشد ابو نجیب الدین کبری سہروردی کی خدمت میں تھا۔ تو آپ نے میرے ذمہ یہ بات لگا رکھی تھی۔ کہ خلوت کے وقت کسی شخص کو انکی خدمت میں نہ آنے دیا جاوے۔ چنانچہ میں اپنے کام پر خوب مستعد تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ ایک بزرگ پاکیزہ صورت سفید ریش لباس اہل صفا پہنے ہوئے تشریف لائے۔ میں انکی پاکیزہ صورت دیکھکر آداب بجا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ شہاب الدین! حضرت شیخ نجیب الدین صاحب کبری سہروردی کی خدمت بابرکت میں جاکر



حضرت خضرؑ کا ملاقات کیلئے آنا

عرض کر دو۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام ملاقات کو آئے ہیں۔ اور وہ سلام کہتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین نے فرمایا۔ کہ میں اندر گیا۔ اور لفظ بلفظ پیغام جاکر پہنچایا۔ شیخ نے کچھ بھی توجہ نہ فرمائی۔ واپس آیا۔ تو کچھ انتظار کے بعد آپ نے مجھے پھر بھیجا۔ میں دوبارہ حاضر ہوا۔ مگر اب کے بھی شیخ نے التفات نہ کی۔ الغرض تیسری دفعہ یہی معاملہ ہوا۔ مگر شیخ صاحب بدستور اپنے مالک حقیقی کی عبادت میں مصروف رہے۔ اور کچھ نہ بولے۔ انتظار کرنے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام رخصت ہوئے۔ اور مجھے ارشاد کیا۔ کہ اعزاز و اکرام سے میرا سلام حضرت کی خدمت میں دینا۔ اور عرض کرنا۔ کہ خضر علیہ السلام بڑے شوق و آرزو سے تمہاری ملاقات کو آئے تھے۔ الغرض دن ہوا اور میں نے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام بہت دیر آپ کی خلوت سرائے کے دروازہ پر موجود رہے۔ اور میں انکی طرف سے تین دفعہ سلام کو حاضر ہوا۔ مگر حضور نے کوئی التفات نہ فرمائی۔ درحالیکہ وہ نبیؑ اور اولیائے اللہ و عاشقاں کے سردار اور سلطان ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے نہایت متانت سے فرمایا۔ کہ یہ مناسب نہیں۔ کہ جب کوئی شخص اپنے مالک حقیقی کیطرف راغب ہے۔ اور ملاقات و مشاہدہ انوار الٰہی سے مستفید ہو رہا ہے۔ تو وہ مالک حقیقی کو چھوڑ کر کسی اور طرف توجہ کرے۔ اور مخلوق کے ساتھ گفتگو کرے۔ اے عزیز! اسوقت میں عالم تجلی میں مستغرق تھا۔ اور خداوند جالیاں کی مناجات میں مشغول تھا۔ اور یہ امر بے جا تھا۔ کہ میں ایسی پاک صحبت چھوڑ کر اور طرف متوجہ ہوتا۔ انتہے

اسکے بعد حضرت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدینؒ نے فرمایا۔ کہ بہار الدینؒ

تیرا آنا مبارک ہو۔ دس سال ہوئے ہیں۔ کہ تمہاری بابت حضرت رسالت پناہ سرور دوجہاں احمد مصطفیٰ صلعم نے مجھے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جس رات مجھے معراج پر حضرت جبریل علیہ السلام لیگئے۔ اس رات عرش کے نیچے دیکھا۔ کہ کلاہ و پیراہن رقص کر رہے ہیں۔ اور ان سے آواز اللہ ھوؐ کی آرہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ یا اخی جبرائیل! یہ کس کی آواز ہے۔ روح الامین نے جواب دیا۔ کہ یا حضرت! جب سے خداوند تعالیٰ نے زمین آسمان کو پیدا کیا ہے۔ اور میری آمد و رفت شروع ہے۔ میں برابر روزانہ اس کلاہ و پیراہن کو دیکھتا رہتا ہوں۔ مگر اصل حقیقت سے مجھے آگاہی نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت رسالت پناہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بعد میں خبر دیگی۔ کہ یہ کلاہ و پیراہن ہمارے خاص ایک بندہ کا ہے۔ جو تمہاری امت سے ہے۔ اور روز میثاق سے کہ نعرۂ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سنا ہے اسوقت سے شوق وصال میں مستغرق اور عالم وجد میں ہے۔ اسکی روح پر فتوح سے آواز اللہ ھو نکل رہی ہے۔ اور نام اسکا غوث بہاء الدین زکریا ہے۔ اسکے بعد حضرت شیخ شہاب الدینؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ نشان تمہارا حضرت رسالت پناہ خاتم الانبیاء نے مجھ فقیر کو بتلایا ہے۔ اور وہ چراغ ہدایت جو تا قیامت مجاہدہ و سلوک کے روغن سے روشن رہیگا۔ اور جسکی بتی کا جلانا میرے ذمہ تھا۔ اب وہ چراغ تمہارے ذمہ اور تمہارے قبضہ میں ہے،، اسکے بعد آپ نے اپنے خرقہ حاصل کرنے کا ذکر فرمایا۔ کہ جب مجھے اپنے مرشد شیخ نجیب الدین کبری نے خرقہ عطا کیا۔ تو فرمایا کہ سر اوپر کی طرف کرو۔ جب میں نے سر اوپر کی طرف کیا۔ تو دیکھا کہ ایک طناب میں بے عدد



خرقے لٹک رہے ہیں۔ پس شیخ نے فرمایا۔ کہ اے شہاب الدینؒ یہ ایک خرقہ ان میں سے ہے۔ جو رسول مقبول صلعم نے مجھے عطا فرمائے تھے۔ جو تمہارے واسطے ہے۔ اور یہ ستر خرقے بھی تمکو ملینگے۔ انتہی

حضرت غوث بہاء الدینؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن مجھ سے حضرت شیخ الشائخ شہاب الدین نے فرمایا۔ کہ آج رات خلوت کرو۔ اور جو کچھ رات کو مشاہدہ میں آوے۔ ہمکو اطلاع دو۔ چنانچہ میں نے حضرت کے ارشاد کے مطابق خلوت کی۔ نصف شب گذری تھی۔ کہ اپنے پیر طریقت نظر آئے۔ جو عرش کے نیچے تسبیح کرتے تھے۔ میں بھی عرش کے پاس ایک مقام پر کھڑا ہوا۔ حضرت شیخ نے مجھے پاس بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اوپر دیکھو۔ ستر خرقے لٹک رہے تھے۔ ان میں سے ایک خرقہ مجھے پہنایا۔ اور طاقیہ میرے سر پر رکھا۔ اسکے بعد میں تجلیات کی تاب نہ لاسکا۔ اور جاگ اٹھا۔ اسی وقت حجرہ سے باہر نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک خادم میرے بلانے کیواسطے آرہا ہے۔ جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے بہاء الدینؒ دائیں طرف دیکھو۔ جب میں نے دیکھا۔ تو ایک ہاتھ نظر آیا۔ اور آواز آئی۔ کہ اے بہاء الدینؒ یہ خرقہ لے۔ جو براہ راست آنحضرت صلعم عطا فرماتے ہیں۔ اور خرقہ شبینہ جو تمہیں عطا ہوا وہ خاص قادر ذوالجلال سے ملا ہے۔ اور تیسرا خرقہ حضرت شیخ الشیوخ نے بدن سے اتار کر عطا فرمایا۔ کہ یہ تین متبرک خرقے ایک دفعہ کسی کو کبھی نہیں ملے۔ اور بعدہٗ اپنا سجادہ جسپر حضرت شیخ ستر سال عبادت الٰہی میں مشغول رہے تھے۔ مجھے عطا فرمایا اسپر حضرت کے دیگر یار اور مرید جو گیارہ سو تھے۔ رشک کرنے لگے۔ جو سب عارف

اور عاشق تھے۔ اور انہوں نے کہا۔ سخت تعجب ہے۔ کہ یہ ہندوستانی درویش دو چار روز حضرت شیخ الشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور باوجودیکہ ہم لوگوں نے اپنی عمر اس دروازہ پر گذار دی ہے۔ مگر اصلی نعمت و دولت تو یہ سمیٹ کر لے گئے ہیں۔ اور ہم لوگ چالیس سال سے اس جگہ مقیم ہیں۔ مگر ہم محروم رہے ہیں۔ خدا جانے حضرت شیخ کی خدمت میں کسی نے سوال کیا۔ یا بذریعہ کشف انہوں نے اصل حال سے آگاہی پائی۔ پس آپ نے ایک دن فرمایا۔ کہ بھائی تم گیلی لکڑی کے موافق تھے۔ اور یہ خشک لکڑی کی مانند تھے۔ جس میں آگ بہت جلد سرایت کرتی ہے خلاصہ مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ پہلے بہت سے مدارج طے کر چکے تھے۔ اور بقول ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست    تانہ بخشد خدائے بخشندہ

جب خداوند کریم کی طرف سے یہی ہدایت تھی۔ کہ خرقہ مشائخ و مصلا حضرت بہاء الدین زکریا کے حوالہ کیا جاوے۔ تو کسی کا کیا اجارہ ہے۔ اسکے بعد آپ نے حکم دیا۔ کہ لو یہ ایک ایک کبوتر تمکو دیا جاتا ہے۔ اسکو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ۔ کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ سب مرید روانہ ہوئے۔ اور حضرت شیخ بہاء الدین صاحب بھی کبوتر ہاتھ میں لیکر پیر طریقت کی ہدایت کے مطابق مقام تلاش کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد باقی سب طالبین کبوتر ذبح کر کے لائے۔ مگر حضرت شیخ بہاء الدین اسی طرح کبوتر واپس لائے۔ اُن کو دیکھ کر دیگر درویشوں نے استہزا کیا۔ کہ آج ضرور پیر طریقت ان پر ناراض ہونگے۔ اور اس امر کا کوئی اچھا نتیجہ نکلیگا۔ الغرض جب سب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ میاں بہاء الدین تو کبوتر کو ذبح



کر کے نہ لایا۔ حضرت شیخ نے دست بستہ عرض کیا۔ قبلہ! آپ نے ارشاد کیا تھا۔ کہ ایسی جگہ ذبح کرنا۔ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو۔ زمین و زماں ہر ایک مکان پر نظر کی۔ کوئی جگہ نہ تھی۔ جہاں وہ قادرِ مطلق اور دانا بینا خالق نہ دیکھ رہا ہو۔ جب شرط پوری نہ ہوئی۔ تو میں کیونکر عمل کرتا۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ یہ برجستہ جواب سُنکر حضرت شیخ نے اور درویشوں کی طرف دیکھکر مسکرایا۔ سب نے سر جھکا لیا۔ چند روز کے بعد حضرت شیخ الشیوخ نے پھر درویشوں کے رفع شک کے واسطے یہ تجویز فرمائی۔ کہ سب درویشوں کو جن میں حضرت بہاء الدین بھی موجود تھے۔ حکم دیا۔ کہ جنگل سے گھاس کا پشتارہ لے آؤ۔ تاکہ خانقاہ کے صحن گاہ میں بچھایا جاوے۔ سب درویش سبز گھاس نرم نرم جنگل سے لے آئے۔ حضرت زکریا صاحب خشک گھاس جمع کر کے لائے۔ درویشوں نے پھر مزاح کیا۔ اور آپس میں کہا کہ آج ضرور پیر طریقت ان پر ناراض ہونگے۔ کیونکہ ہم لوگ سبز گھاس عمدہ لائے ہیں اور یہ بیکار خشک گھاس لے آئے ہیں۔ جب سب درویش حضرت شیخ الشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے استفسار فرمایا۔ کہ بہاء الدین تو کیوں خشک گھاس لے آیا ہے۔ آپ نے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کیا۔ کہ غریب نواز! جنگل میں تر گھاس تو بہت تھی۔ مگر جس مقام پر میں گیا۔ میں نے مشاہدہ کیا۔ کہ سبز گھاس مناجات میں سرگرم ہے۔ اور اسکی نوک زبان سے وحدہٗ وحدہٗ وحدہٗ کی آواز آرہی ہے۔ مجھے مناسب نہ معلوم ہوا۔ کہ اُسے یادِ الٰہی سے محروم کر دوں۔ اور اسطرح ایک جرم عظیم کا مرتکب ہو کر مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ کے گروہ میں شامل ہوں وہ سبز گھاس خدا

کی یاد میں مستغرق تھی۔ ہوا و سکور کو رع و سجود میں مدد دے رہی تھی۔ سچ ہے ؎

ہر گیاہے کہ از زمین روید      وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

اسواسطے یہ فقیر سر خشک گداس کو جو یادِ الٰہی سے فارغ اور عالمِ استغراق سے کنارہ پر تھی۔ جمع کر کے لے آیا۔ تاکہ ارشادِ حضور پُر نور میں کوئی قصور سرزد نہ ہو۔ کام بھی ہو جاوے۔ اور نقصان بھی نہ ہو۔ ؎

گرچہ آورد دیگر کاہ تر      یافتند ایشاں نہ ہرگز این خبر

کاہِ تر مخواست در یادِ خدا      مے کنند تسبیح ہر صبح و مسا

یہ جواب باصواب سنکر سب درویش حیران رہ گئے۔ اور حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا۔ کہ اے درویشو! اس ہندوستانی درویش پر رشک نہ کرو۔ کہ یہ اعلےٰ مرتبہ پر پہنچ گیا ہے۔ ابھی تمہیں اسکے مرتبہ تک رسائی نہیں ہے۔ تمہارے مدارج کی انتہا اس درویش کے مدارج کی ابتدا کے برابر ہے۔ اسکے بعد آپنے پوچھا۔ کہ بہاء الدینؒ! شیخ جلال الدین تبریزی کو دیکھا۔ حضرت بہاء الدینؒ نے عرض کی۔ ہاں قبلہ انکی زیارت کی ہے۔ پھر دریافت فرمایا۔ کہ شیخ ابو سعیدؒ کی بھی ملاقات کی ہے۔ آپنے اسکا جواب بھی اثبات میں دیا۔ اسپر حضرت شیخ شیوخ سرتاج سہروردیہ نے فرمایا۔ کہ ہم نے سنا ہے کہ یہ دونو بزرگوار صرف ایک خرما سے روزہ افطار کرتے ہیں۔ اور ہر رات ایک ہزار نفل پڑھتے ہیں۔ انکے پاس اب بھی ضرور جانا چاہئے۔ تاکہ مدارج کے حصول میں آسانی ہو۔ الغرض حضرت شیخ بہاء الدینؒ صاحب اپنے پیرِ طریقت کے ارشاد کے مطابق

حضرت بہاء الدین کا دیگر درویشوں سے امتیاز

شیخ جلال الدین تبریزی



انکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو قدم اُٹھاتا تھا۔ دوگانہ ادا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ پانچویں سال انکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غار کے اندر بیٹھے ہیں۔ اور یادو ذکرِ الٰہی میں مستغرق ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ جواب سلام کا دیا۔ اور کہا۔ کہ بہاء الدین اندر آ۔ اجازت حاصل کر کے اندر گیا۔ اور یہ بیت سنا۔ ؎

محبتک راحتی فی کل حین      وذکرک مونسی فی کل حال

محبت تمہاری ہے ہر دم شفیق      ترا ذکر ہے ہر گھڑی میں رفیق

اسکے بعد دونو بزرگواروں نے اپنا مصلا میرے طرف بڑھایا۔ اور فرمایا کہ یہ برکت اب تمکو ملی۔ ہم نے سال کا عرصہ گذرا۔ کہ ہم نے اس مصلا پر خداوند حقیقی کی عبادت سے ایک دم آرام نہیں لیا۔ اور ایک ساعت کے واسطے خور و خواب کی طرف توجہ نہیں کی۔ دن کو روزہ اور شب کو قیام میں گذرا۔ اور ایک خرما کے دانہ پر روزہ فطار کرتے رہے۔ آج تمام نعمت تمہارے حوالہ کیجاتی ہے۔ اور یہی حکم رسالتپناہ کا ہے۔ اسکے بعد انہوں نے ایک خربوزہ فرش کے نیچے سے نکالا۔ اور حکم دیا۔ کہ اسے کھالو۔ تین سال ہوئے ہیں۔ کہ یہ خربوزہ حضرت خاتم النبیین صلعم نے ہمیں امانت کے طور پر عطا کیا ہے۔ کہ شیخ بہاء الدینؒ کے پاس پہنچایا جائے۔ اور اسوقت تک یہ امانت ہمارے پاس رہی ہے۔ حضرت رسالتپناہ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ یہ خربوزہ حضرت جبرائیل سے ہم کو ملا ہے۔ اور وہ جنت الفردوس سے بحکم خداوند لائے تھے۔ جب میں نے وہ خربوزہ کھایا۔ سب بشری نقاب اور عنصری حجاب پردہ دل سے اُتر

حضرت رسالت مآب کا خربوزہ عطا فرمانا

گئے۔ اور اسقدر صفائی قلب حاصل ہوئی۔ کہ عرش اعظم سے لیکر تحت الثرٰی تک کچھ پردہ نہ رہا۔ اور سب کچھ چشم حقیقت سے نظر آنے لگا۔ اور علاوہ اسکے قرآن مجید کے دقائق و معارف خود بخود روشن ہو گئے۔ اسکے بعد دین نے اپنے پیر طریقت کے ارشاد کے مطابق گفت گوئے سلوک کے واسطے عرض کیا۔ دونو نے فرمایا۔ سنئے۔ جب شیخ المشائخ حضرت شہاب الدین کو اطلاع پہنچی۔ کہ بغداد کا مصلا اور خلافت انکے عم محترم شیخ نجیب الدین کبیر عبد القادر سہروردی کو پہنچا ہے۔ اس خبر کے سننے سے شیخ شہاب الدین نے بادشاہی اور ولائیت کو چھوڑ دیا۔ اور سیدھے مدینہ عالیہ میں پہنچے۔ اور پورے بیس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذارے۔ اور اس مدت مدید میں نہ دن کو آرام کیا۔ اور نہ رات کو چین سے سوئے۔ اور ایک رات میں دو ہزار رکعت نماز اور ختم قرآن مجید کا کرتے تھے۔ درحالیکہ تمام روز روزہ اور شام کو دو پتوں سے روزہ افطار کرتے تھے۔ جب اس منزل کو طے کر لیا۔ تو حضرت رسالت پناہ خاتم الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکار سے خرقہ خاص عطا ہوا۔ اور ارشاد ہوا۔ کہ اس خرقہ کو زیب بر کیجئے۔ اور جو کوئی اس خرقہ کا وارث ہو گا۔ اور پہنے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو دس کرامتیں عطا کریگا جنکی تفصیل یہ ہے

اوّل اسکو جملہ حجاب منکشف ہو جائینگے۔ دوّم اس خرقہ کے پہننے والا امیرا دوست ہو گا۔ سوّم حکمت کی گفت گو اسکی زبان سے جاری ہو گی۔ چہارم جو کوئی اسکا تابع صحبت ہو گا۔ میں اسکا ضامن ہوں۔ پنجم لوح محفوظ کا مخفی علم اسکو حاصل ہو گا۔ ششم عرش سے فرش تک اسکو کشف حاصل ہو گا۔

خرقہ کی فضیلت اور عجائب اسرار



ہفتم۔ اسکو عارفوں کے مقام و قیام کا علم حاصل ہو گا۔ ہشتم حب دنیا سے اسکا دل خالی ہو گا۔ نہم اسکو علم قرآن و علم حدیث سے درک حاصل ہو گا۔ دہم اسے مجاہدہ و مشاہدہ اور صحو و تزکیہ میں مابہ الامتیاز کمال حاصل ہو گا۔ اور عجیب غریب اسرار معلوم ہونگے۔ اور یہ تمام اس خرقہ کی برکت ہو گی۔ انتہے

اسکے بعد شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدینؒ ان سے رخصت ہوئے۔ اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ تمہیں حوالۂ خدا کیا۔

## حالات شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رضہ

چونکہ حضرت غوث زماں شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کو تمام فیض اپنے پیر طریقت حضرت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمرؒ سہروردی کی معرفت حاصل ہوا۔ اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ہمائے سعادت شہباز ولائیت مجمع فیوض صوری منبع انوار معنوی کا مختصر سا ذکر حوالۂ قلم کیا جاوے تاکہ معزز ناظرین آپ کے حالات سے واقف ہو کر دلچسپی اور ذوق حاصل کریں۔ یہی وہ بزرگوار ہیں۔ جنکی بابت بلبل گلستان معانی عندلیب بوستان روحانی یعنی حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رہ فرماتے ہیں۔ ع

مرا پیر دانائے فرخ شہاب ۔۔۔ دو اندرز فرمود بر روئے آب

یہی وہ باکمال ہیں۔ جنکے پیر و مرشد حضرت ابو نجیب کبریٰ قدس سرہٗ کے آستانہ پاک پر حضرت خضر علیہ السلام ملاقات کو آیا کرتے۔ اور گھنٹوں

انتظار کرکے واپس جاتے۔ جو انکے باہمی اخلاص وقدردانی کا نتیجہ ہے۔ اس موقع پر ایک ضروری نکتہ سے آگاہ کرنا بیجا نہ ہوگا۔ دیکھو جب کسی شخص کو کسی دنیاوی چیز مثلاً کسی عورت یا مال سے محبت ہوتی ہے۔ اور دوسرا شخص بھی اسی فانی چیز کا طالب ہوتا ہے۔ تو دونوں میں کسقدر رقابت اور بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے۔ مگر جب اللہ کو اپنا محبوب بنایا جاوے۔ تو عاشقان الٰہی میں کسقدر محبت و یگانگت پیدا ہوجاتی ہے۔ اگرچہ اس بات کا لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام کا رتبہ جملہ اولیاء سے بالاترین ہے۔ انکے مدارج کو کس کی مجال ہے کہ معلوم کرسکے۔ مگر اس یگانگت اور محبت کے رنگ نے سب کو ایک ایک میں رنگا ہوا ہے۔ یہی سبب تھا۔ کہ بفحوائے ع اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری حضرت خضر علیہ السلام ایک ولی اللہ کی ملاقات کو بڑے شوق سے تشریف لائے یہ ایک راز الٰہی کا کرشمہ ہے۔ کہ جو لوگ عاشق باللہ ہیں۔ ان میں باہمی الفت و اخوت ہے۔ برخلاف اسکے دنیا کے طالب ایک دوسرے کے حریف اور حاسد بنتے ہیں۔ جس نے اس دربار کی غلامی کا ارادہ کرلیا ہے۔ اُسے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کا حسب نسب

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین صاحب عمر سہروردی کی کنیت ابوحفص اور لقب شیخ الشیوخ اور اسم گرامی عمر المعروف شیخ شہاب الدین عمر سہروردی بن محمد البکری سہروردی آپ حضرت ابابکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور ۱۳ پشتوں میں آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق سے ملجاتا ہے۔ اور آپ قریشی صدیقی ہیں۔ آپ کا مذہب شافعی تھا۔ اور آپ کو فیض تمام اپنے چچا حضرت ابوالنجیب



سہروردی کے توسل سے عطا ہوا۔ اور انہی کی وساطت سے بچپن میں حضرت سلطان الاولیاء سرتاج الاتقیاء سرچشمۂ اقطاب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہٗ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے چنانچہ حضرت غوث الثقلین نے انکے بارہ میں فرمایا۔ انت مشہور بالعراق یعنی عراق میں یہ شہرت حاصل کرینگے۔ بلکہ خیر المشہور فرمایا ہے۔ جو آپ کے کمال پر شاہد ہے۔ آپ کو جناب غوث الاعظم سے بہت فیض حاصل ہوا۔ آپ کے مرید بہت کامل ہیں۔ منجملہ انکے حضرت غوث بہاء الدین اور حضرت نجیب الدین علی بزغش۔ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری۔ اور حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ جو ایک ایسے بزرگ ہیں۔ کہ جنکے نام سے دنیا کا ہر ایک گوشہ واقف ہے۔ جس بزرگوار کے سلسلہ مریدی میں ایسے ایسے کامل بزرگوار شامل ہیں انکے شان کی کیا کچھ تعریف ہوسکتی ہے۔ صرف اسقدر لکھنا کافی ہوگا۔ کہ شیخ شہاب الدینؒ حضرت غوث بہاء الدینؒ کے پیرومرشد اور حضرت سعدی علیہ الرحمتہ کے پیر طریقت اور سرتاج سہروردیہ ہیں۔ آپ ماہ رجب ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۶۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ عمر آپکی ۹۳ سال کی تھی۔ اور قبر مبارک بغداد شریف میں ہے۔

## ذکر حالات مریدان حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ

آپ کے حالات قلمبند کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ تھوڑا سا

حال ان باکمالوں کا جن کے اسم گرامی پڑھنے سے ہی ناظرین کو انکے حالات زندگی پڑھنے کا شوق ہوگا قلمبند کر کے پھر سلسلہ گفتگو حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ کی طرف منعطف کیا جاوے۔ چنانچہ پہلے حضرت شیخ حمید الدینؒ ناگوری کا ذکر خیر لکھا جاتا ہے۔ نظم

شیخ حمید الدین ناگوری

| | |
|---|---|
| آں مخزنِ سرِّ گنج عرفاں | وآں مطلع نورِ راہ سبحاں |
| آں قفل کشائے بابِ تحقیق | وآں اہنمائے ملک تصدیق |
| بارندہ شدہ بجانش ازغیب | بارانِ سحاب فیض لاریب |
| درعلم وعمل دلش یگانہ | دریافتہ نورجاودانہ |
| درجذبۂ دیں کشیدۂ حق | بانورِ یقیں گزیدۂ حق |
| خورشید سپہرِ عزّ وتمکین | یعنی کہ حمید دولت ودیں |

آپ کا اسم مبارک حمید الدینؒ والد ماجد کا اسم مبارک شیخ عطاء اللہ۔ اصل وطن بخارا۔ مگر سلطان معز الدین کے عہد سلطنت میں اس ملک میں تشریف لائے۔ اور شہر دہلی کو اپنا مسکن قرار دیا۔ علوم ظاہری میں شیخ حمید الدین صاحب یکتائے عصر تھے۔ اور ابتدا میں کسی درویش پر انکا اعتقاد نہ تھا۔ آپکے والد ماجد جو بادشاہ وقت کے دربار میں معزز عہدہ پر ممتاز تھے۔ دہلی میں رہگرائے عالم ہوئے۔ آپ نے ناگور میں سکونت اختیار کی۔ آپکے خاندانی اعزاز اور علم وزہد کی دور دور تعریف ہورہی تھی۔ بادشاہ نے شہر ناگور کی قضا ان کے حوالہ کی۔ اور وہ قاضی بنکر عدل وانصاف کی داد دینے لگے۔ اس عرصہ میں



آپ نے ایک رات خواب میں حضرت رسول مقبول صلعم کی زیارت کی۔ اور ارشاد ہوا۔ کہ عرب شریف کو آؤ۔ جب آپ صبح کو اُٹھے۔ تو علائق سے بالکل قطع تعلق کر لیا۔ اور حج کا ارادہ کر کے عرب شریف میں پہنچے۔ اور مدینہ شریف سے ہو کر بغداد شریف میں آئے۔ اور حضرت شیخ شہاب الدینؒ سہروردی سے بیعت حاصل کی۔ اور ایک سال کامل آپ کی خدمت میں رہے۔ اور مجاہدہ وریاضت میں اپنا وقت بسر کیا۔ جس سے نور باطن حاصل ہوا۔ ان دنوں میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بھی موجود تھے۔ آپ نے ان سے بھی نیاز حاصل کیا۔ اور پھر اپنے پیر ومرشد سے اجازت حاصل کر کے مدینہ طیبہ میں پہنچے۔ اور وہاں حرم پاک روضہ مقدسہ میں ایک برس دو ماہ ے یوم تک مجاور رہے۔ اور تمام خدمات بجالاتے رہے۔ اسکے بعد بیت اللہ شریف کے عازم ہوئے۔ اور چند سال اسجگہ مراقبہ وقیام میں گذارے۔ اور مختلف اولیائے کبار کی زیارت حاصل کی۔ اور طرح طرح کے روحانی فیض حاصل ہوئے۔ حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ العزیز سے روایت ہے۔ کہ ایک روز آپ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ ایک بزرگ کو دیکھا۔ کہ وہ بھی طواف میں مصروف ہے آپ نے اسکے قدموں پر قدم رکھکر ظاہری تقلید کرنی شروع کی۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ یہ تقلید صوری آسان ہے۔ تقلید باطنی مشکل ہے۔ میں تو ایک قدم پر اسقدر کلام پڑھتا ہوں۔ حضرت حمید الدین حیران رہ گئے اور ان سے بھی فیض حاصل کیا۔

بعدہٗ ہندوستان کو مراجعت فرما ہوئے۔ اور دہلی میں تشریف لاکر حضرت قطب الدین اوشی کی محبت میں شریک ہوئے۔ اور اخیر دم تک رفاقت رہی۔ خداوند کریم نے اُن کو بعد وفات بھی جدا نہیں کیا۔ چنانچہ دونو بزرگوں کا مزار ایک ہی جگہ ہے۔

لطیفہ۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کی طبیعت لطیف اور زندہ دل تھی۔ ایک دن دو بزرگ سانڈنیوں پر سوار تھے۔ اور یہ گھوڑی پر۔ دفعتًہ انکی سواری درمیان میں آگئی۔ اسپر انہوں نے استہزا سے فرمایا۔ شیخ حمید الدینؒ تمہاری سواری کا جانور بہت صغیر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگرچہ صغیر ہے۔ مگر بہتر از کبیر ہے۔ لطیفہ یہ تھا۔ کہ پوچھنے والے حضرت شیخ کبیر خوارزمی تھے۔ آپ کے مناقب بیشمار ہیں۔ اور اسجگہ ان کا درج کرنا باعث طوالت ہے۔ سماع سے خاص رغبت تھی۔ ایکدفعہ امساک باراں ہوا۔ بادشاہ نے ان کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے مجلس سماع گرم کرائی۔ اُسیوقت بارش ہونے لگی۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حالات شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

اگرچہ اس باکمال بزرگ کے حالات بچہ بچہ کی زبان پر مشہور ہیں۔ اور لطبا ہے کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ آپ کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھے جاویں۔ مگر چونکہ آپ حضرت غوث زمانؒ کے پیر برادر ہیں۔ اور بقول بعض یقین کیا گیا ہے۔ کہ حضرت کے وصال کے وقت آپ ملتان تشریف لائے۔ اور نماز



جنازہ بھی بقول بعض حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے پڑھائی۔ اسواسطے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا بھی مختصر سا ذکر لکھا جاوے۔ آپ کا اسم گرامی حضرت مصلح الدینؒ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عبد اللہ ہے۔ آپ کی ولادت شہر شیراز میں ہوئی۔ اسوقت اسجگہ کا حاکم سعد تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ نے اپنا تخلص سعدی اسی نسبت سے تجویز کیا۔ سعد کے بعد ابوبکر تخت پر بیٹھا۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کی پوری شہرت اسی کے عہد سلطنت میں ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں ؎

کہ سعدی کہ گوئے بلاغت ربود　　در ایام بوبکر بن سعد بود

جس زمانہ میں شیخ سعدیؒ نے ہوش سنبھالا۔ وہ خلفائے عباسیہ کا آخری دور تھا اسوقت جو جو واقعات آپکی نظر کے سامنے گذرے۔ اگر ان کی تفصیل لکھی جاوے تو اس مختصر میں کہاں گنجائش ہے۔ علیحدہ دفتر درکار ہے۔ اور یہ کام مورخوں کا ہے تذکرہ نویس کا یہ فرض ہے۔ کہ اسکے ہیروز کے متعلق جن باکمالوں کا ذکر آئے۔ مجمل طور پر انکے متعلق بڑی بڑی باتیں لکھدے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ اسوقت مسلمان ترقی کے زینہ پر پہنچکر تنزل کی کھائی میں گر رہے تھے۔ خلفائے عباسیہ کی عظیم الشان سلطنت انہی دنوں میں تہ و بالا ہوئی۔ تاتاریوں کے فتنہ و فساد سے ایران و روم میں وہ کشت و خون ہوئی۔ جنکے حالات پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کئی خاندان چشم زدن میں تباہ ہوگئے۔ اس موقع پر سعدی علیہ الرحمۃ نے جو مرثئے لکھے ہیں۔ ان کا مطالعہ خون رلاتا ہے۔

مثلاً آخری خلیفے مستعصم باللہ کی حکومت چلے جانیکا جو درد انگیز بیان شیخ سعدیؒ

کی قلم نے کھینچا ہے۔ جب تک فارسی زبان زندہ ہے اسکا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہیگا

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں ۔۔۔ بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

اے محمدؐ گر قیامت سے برآری سر زخاک ۔۔۔ سر برآور دیں قیامت درمیانِ خلق بیں

بغداد و بصرہ کی رونق۔ جزیرہ نمائے ایشیا کو چک۔ تبریز وغیرہ کی تجارت جو سعدی علیہ الرحمتہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ وہ ان کے سامنے تباہ ہوئی۔ اسلامی بیت العلوم یکے بعد دیگرے تباہ ہو گئے۔ بغداد کا مدرسہ عالیہ نظامیہ جس میں کیمبرج و آکسفورڈ کی طرح دنیا بھر کے طلباء تحصیل علم کیواسطے آیا کرتے تھے۔ پامال ہو گیا۔ الغرض جسقدر تغیر و تبدل و مد و جزر انقلابات شیخ سعدی کی دانا آنکھ نے مشاہدہ کیئے۔ ایسا موقعہ شاید ہی کسی اور کو ملا ہو جیسے ان واقعات سے کونسا دل ہے۔ جو متاثر نہ ہو۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ خاندانی اعزاز سے بھی امتیاز کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ بزرگی و کمالیت زہد و اتقا بطور میراث چلی آتی تھی۔ چنانچہ ان کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا۔ کہ ایام طفولیت میں اپنے والد ماجد کے ساتھ جو ایک عارف باللہ اور شب بیدار بزرگ تھے سفر و حضر میں برابر شب خیزی۔ اور زہد میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ گلستاں کی ایک حکایت میں لکھتے ہیں۔

یاد دارم۔ کہ در ایام طفولیت متعبد بودم و شب خیز۔ و مولع بزہد و پرہیز۔ شبے بخدمت پدر نشستہ بودم۔ و ہمہ شب دیدہ برہم نبستہ و مصحف عزیز درکنار گرفتہ و طائفہ نزد ما خفتہ۔ پدر را گفتم۔ از ایناں یکے سر نمے بر دارد۔ کہ دوگانہ گزارد۔



چنانچہ در خواب غفلت شاں بردہ۔ کہ گوئی مردہ اند۔ گفت اے جان پدر۔ اگر تو نیز بخفتی ازاں بہ کہ در پوستین خلق افتی۔

اللہ اللہ وہ کم سن لڑکا ہے۔ ذرا اوسکی گفتگو کیطرف نگاہ کرو۔ اور وہ والد بزرگوار ہیں۔ ذرا ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

لکھا ہے۔ کہ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے چالیس حج پاپیادہ کیئے۔ اسکے علاوہ آپ نے بغداد۔ بیت المقدس۔ دمشق۔ ارض روم۔ کوفہ وغیرہ متبرک اور تاریخی مقاموں میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گذارا ہے۔ اور ان تمام بزرگوں نبیوں اولیاؤں کی مزارات سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ جو آپ سے پہلے رحلت فرما چکے تھے۔ آپ نے جو جو مجاہدے کیئے ہیں۔ انکی تفصیل کی گنجائش اسجگہ نہیں ہے۔ نمونہ کے طور پر انکی تحریر موجود ہے۔ آپ نے برسوں خانہ کعبہ۔ مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں سقابنکر لوگوں کو پانی پلایا ہے۔ کئی کئی مہینے برابر اہل اللہ کی قبور پر اعتکاف میں رہے۔ اور کئی کئی دن تک متواتر روزے رکھے تحصیل علم کے واسطے کتنی منزلیں طے کیں۔ اور ترکستان عربستان۔ روم۔ افریقہ یوروپ کا سفر کیا ہندوستان میں سومنات۔ دہلی۔ اجمیر۔ ملتان شریف میں آپکا آنا ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ ایک سیاح تھے۔ دہلی کے بادشاہ بلبن نے کئی دفعہ شیخ سعدی کو دعوتی خطوط لکھے۔ اور بلایا۔ مگر آپ اوقت بہت ضعیف العمر ہو چکے تھے۔ امیر خسرو دہلوی کو آپکی ہم عصری کا فخر ہے۔ اور جب اس ہندوستانی شاعر کا کلام شیخ سعدی کے پاس بھیجا گیا۔ تو آپ نے انکی از حد تعریف کی

شیخ علیہ الرحمۃ کو قدرت نے ایک **فلاسفر** کا رتبہ عطا کیا تھا۔ انکی تصنیفات وتالیفات باوجود گذرنے اسقدر مدت کے آجتک اسی شوق سے مطالعہ کیجاتی ہیں۔ فصاحت و بلاغت و معنی آفرینی کے میدان میں گوئے سبقت لے گئے کسی جگہ آپ قاضی بنکر مقدمات فیصلہ کر رہے ہیں۔ کہیں بادشاہی لباس زیب تن ہے۔ کہیں علم وفضل کا جامہ پہنکر درس و تدریس اور علمی بحث میں مصروف ہیں۔ کسی جگہ ایک اوباش رند کے واقعات لکھ رہے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ گویا اسکے ساتھ برسوں رہ چکے ہیں۔ اور اسکی عادات وخصائل سے پورے پورے واقف اور ماہر ہیں۔ درویش اور امیر کا جو مکالمہ آپ نے لکھا ہے ناول نویسی کا حق ادا کیا ہے۔ جب پڑھو طبیعت بشاشں اور شگفتہ ہوجاتی ہے۔ آپ میں یہہ بڑی خوبی تھی۔ کہ غربا کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کو انہوں نے اپنی زندگی کا ایک جزو تصوّر کر لیا تھا۔ کئی دفعہ لوگوںکی خاطر بڑے بڑے امیروں کے ہاں گئے۔ اور فائز المرام ہو کر واپس آئے۔ علم وفضل و خاندانی اعزاز اور ذاتی وجاہت سے ہر اعلےٰ و ادنےٰ آپکے دیدار کا مشتاق تھا۔ ایکدفعہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ کہ ایک امیر نے چند درویشوں کا ماہواری وظیفہ بند کر دیا۔ آپ اس امیر کی خدمت میں گئے۔ دربان ان کے سادہ لباس اور قلندرانہ ہیئت کو دیکھکر سمجھے کہ کوئی گداگر ہے۔ اسواسطے انہوں نے نہ جانے دیا۔ بلکہ اپنی بدمزاجی اور بیہودہ پن کا اظہار کرنے لگے۔ اس موقع پر **سعدیؒ صاحب** فرماتے ہیں۔ ؎

در میر و وزیر و سلطاں را — بے وسیلت مگرد پیرامن

سگ و دربان چو یافتند غریب — ایں گریباں گرفت واں دامن

جب اس امیر کو خبر ملی۔ کہ اسطرح سے **شیخ سعدیؒ** تشریف لائے تھے۔ اور دربانوں نے نہ آنے دیا۔ فوراً آپ دوڑا ہوا آیا۔ اور معافی مانگی۔ الغرض شیخصاحب اپنا کام کرتے ہوئے۔ واپس تشریف لیگئے۔

اب مختصر طور پر آپ کی **تصانیف** سے لکھا جاتا ہے۔

بزرگے را پرسیدند۔ از سیرتِ اخوان الصفا۔ گفت کمینہ آنکہ۔ مرادِ خاطرِ یاراں را بمصالح خود مقدم دارد کہ حکما **گفتہ اند**۔ برادر کہ در بندِ خویش است نہ برادر است نہ خویش است۔ ؎

ہمراہ گر شتاب کند ہمرہِ تو نیست — دل در کسے مبند کہ دل بستۂ تو نیست

**آگے فرماتے ہیں۔** ؎

چوں نبود خویش را دیانت و تقویٰ — قطعِ رحم بہتر از مودتِ قربےٰ

یاد دارم۔ کہ مدعی بر قولِ من اعتراض کرد۔ وگفت حق تعالےٰ در **قرآن مجید** از قطعِ رحم نہی کردہ۔ و بمودّت ذی القربیٰ فرمودہ۔ آنچہ تو گفتی۔ مناقض آنست گفتم غلط گفتی۔ کہ موافقِ قرآنست۔ اسکے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد — فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

لفظ کمینہ سے مراد کمترین درجہ ہے۔ حضرت سعدیؒ نے فرمایا۔ کہ اگر خویش یعنی رشتہ دار میں تقوےٰ و دیانت نہ ہو۔ تو قطعِ رحم بہتر ہوگا۔ معترض نے اعتراض کیا۔ کہ

یہ احکام قرآن مجید کے نقیض ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے نے قطع رحم سے سخت منع فرمایا ہے۔ آپ نے اوپر کی آیت پڑھی۔ کہ عام ذی القربیٰ تو ایک طرف۔ اگر والدین مشرک کی تلقین کریں۔ تو انکی اطاعت اس امر میں نہ کرنی چاہیئے۔ تقوائے و دیانت کا نہ ہونا شرک پر دال ہے۔ ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے — قناعت کردہ از دنیا بغارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی — کہ بارے بند از دل برکشائی
بگفت آنجا پریرویان نغزند — چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

دیگر۔ اعرابی را دیدم کہ پسر را ہمے گفت۔ یٰبُنَیَّ اِنَّکَ مَسْئُوْلٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَاذَا اکْتَسَبْتَ وَلَا یُقَالُ بِمَنِ انْتَسَبْتَ۔ یعنی روز قیامت ترا پرسند۔ کہ عملت چیست۔ ونگویند کہ پدرت کیست۔

دیگر۔ سالے نزاع درمیان پیادگان حاج افتادہ بود۔ داعی نیز ہمدران غرر پیادہ بود۔ اتفاقاً در سر و روئے یکدیگر افتادیم و داد فسق و جدال بدادیم۔ کجاوہ نشینے را شنیدم۔ کہ با عدیل مے گفت۔ یا العجب! پیادگان حاج چوں عرصہ شطرنج بسر مے برند۔ فرزیں مے شوند۔ یعنی بہتر ازاں مے گردند۔ کہ بودند۔ و پیادگان حاج چوں بادیہ بسر بردند۔ بتر شدند۔

دیگر۔ بزرگے را پرسیدم در معنیٰ ایں حدیث کہ اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ گفت۔ بحکم آنکہ ہر دشمنے را کہ با وے احسان کنی۔ دوست گردد۔ مگر نفس کہ با وے ملاطفت بیش کنی۔ مخالفت افزاید۔



دیگر دو کس رنج بیہودہ بردند و سعی بے فایدہ نمودند۔ یکے آنکہ علم آموخت و عمل نکرد و دیگر آنکہ مال اندوخت و نخورد۔ ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی — چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند — چارپائے برو کتابے چند

اسکے بعد فرماتے ہیں۔ کہ علم از بہر دین پروردن است۔ نہ از برائے دنیا خوردن۔ گلستاں کا اٹھواں باب تو ایسا قیمتی ہے۔ کہ انسان اُسے اپنا دستور العمل بنائے۔

## حضرت غوث علیہ الرحمۃ کا حسب ارشاد مرشد ملتان میں تشریف لانا

حضرت غوث العالم قریب ۸۱۲ھ بغداد شریف سے روانہ ہوئے۔ اور بتعمیل ارشاد مرشد ملتان میں رونق افروز ہوئے۔ اور عرصہ تک گوشہ نشین رہے۔ لوگوں سے آمد و رفت کم۔ اور خصوصاً امراء سے بالکل نہ تھی۔ کوہ شیخ بودین جسکا اصل نام کوہ شیخ بہاء الدین وہ جگہ ہے۔ جہاں کہ حضرت نے ریاضت اور گوشہ نشینی فرمائی تھی۔ عوام بگاڑ کر شیخ بدین (جو صوبہ سرحدی میں صحت افزائے مقام ہے) کہنے لگے۔ القصہ اس عزلت و ریاضت کی مدت پوری کرکے آپ متاہل ہوئے۔ اور آپ کے سات فرزند پیدا ہوئے۔ ہزارہا آدمی ہر درجہ اور ہر فرقہ کے ہر گوشہ ہند سے حضور کی زیارت کے واسطے آتے تھے۔ اور حضور ممدوح کی وعظ و نصائح سنتے تھے۔ اور کرامات دیکھتے تھے۔ حضور کی اوصاف حمیدہ کے اخبار اپنے اپنے

ملکوں میں واپس جاکر مشہور کرتے تھے۔ حضرت کے وعظ سُن سُنکر ملک سندھ
اور علاقہ ملتان اور لاہور کے اہل ہنود میں سے بھی بے شمار خلقت نے حضرت
میں سے بہت سے متمول تاجر اور بعض والیانِ مُلک بھی تھے۔ دین اسلام
اختیار کیا۔ اور حضور کے مرید ہوئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں مریدوں کی تعداد
ملتان سے کاٹھیاواڑ تک اور دکھن تک اور سندھ اور پنجاب اور دہلی
تک کی نوبت لاکھوں پر پہنچ گئی۔ تو حضور نے اپنی طرف سے خلفاء اور واعظ مقرر
فرمائے۔ کہ جابجا پہنچکر حضور کے نصائح اور مواعظ سے خلق اللہ کو فائدہ پہنچائیں
اور شہر ملتان میں حضور خود بنفس نفیس ہمیشہ وعظ فرماتے تھے۔ حضرت نے عام
خلائق کو فائدہ پہنچانیکی غرض سے زراعت اور تجارت کے کام کو رفتہ رفتہ
بڑھایا۔ اطراف ملتان میں جہاں کہیں اچھا موقع ہوا۔ افتادہ جنگلوں کو آباد کر
اور چاہات اور نہریں احداث کرائیں۔ چنانچہ واہی غوث الملک وقلعہ تحصیل
لودہراں میں جو دریا سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ ورانتا آج تک مؤلف کی
ملکیت اور قبضہ میں بطور یادگار حضرت موجود ہیں۔ لوگوں میں ایک نظیر قائم ہو
اور افتادہ جنگل جو اس زمانہ میں کثرت سے پڑے ہوئے تھے۔ عام لوگوں کو انکے
آباد کرنے کا شوق ہوا۔ اور اس محنت کے کام سے غربا کی روزی کھلی۔ یہ بھی
ایک عمدہ تعلیم تھی۔ کہ بیرونجات کے لوگ آوارہ گردی اور قزاقی اور جرائم
چھوڑکر امنیت کے کاموں اور آبادکاری میں مصروف ہوں۔ اور تجارت کی طرف
بھی حضرت نے بہت توجہ فرمائی۔ یہاں سے براہ خشکی وتری اکثر غیر ملکوں کو ا



پیداوار اور ملک کی اشیاء دستکاری اپنے مریدوں اور شاگردوں کے حوالہ
کرکے دُور دُور بھیجتے تھے۔ اور انکو دیانت داری اور راست بازی سے خرید و
فروخت کرنے کی ہدایات فرماتے تھے۔ اور جس سے بہت نفع ہوتا تھا۔ اور تجارت
اس درجہ تک بڑھ گئی تھی۔ کہ جہاز کے جہاز مال کے عربستان اور رُوم تک اور شرق
میں چین تک جاتے تھے۔ اور خلق خدا کی ایک جماعت کثیر کو اس سے فائدہ پہنچتا
تھا۔ اور تجارت کی ترغیب ہوتی تھی۔ باوجود اس ثروت وحشمت ودولت کے
اخراجات خانہ داری زمینات متعلقہ چاہات گرد و نواح شہر ملتان خصوصاً
زمینات واقعہ بیرونجات لوہاری دروازہ زیر قلعہ کہنہ سے جو الوواہن کے نام
سے مشہور ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ اور باقی تجارت واملاک کی آمدنی فقرا
اور مساکین اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ ہوتی تھی۔ اور جو خرچ سے بچتی
تھی۔ ایسے کاموں کے واسطے محفوظ رہتی تھی۔ اور خود نہایت قناعت کے ساتھ
بسر فرماتے تھے۔ اور اس کثیر التعداد آمدنی میں سے اپنے مصرف یا اپنی شان
وشوکت بڑھانے پر کچھ خرچ نہ کرتے تھے۔ ایک لنگر ایسا عام تھا۔ جس میں ہزارہا
فقراء و مساکین اور مہمان غریب وامیر علےٰ قدر مراتب وحشمت روزمرہ کھانا
کھاجاتے تھے۔ اور خیرات روزمرہ غربا کو تقسیم ہوتی تھی۔ اخیر عمر کے بارہ سال میں
حضور نے بیدریغ ان کاموں پر زیادہ خرچ کیا۔ کہ یہ دولت کسی طرح خرچ ہوجائے
مگر جسقدر خیرات اور رفاہ عام کے کاموں پر زیادہ خرچ ہوتا تھا۔ خداوند عالم
اور زیادہ زیادہ بھیج دیتا تھا۔ حتّٰی کہ باوجود اس داد و دہش کے کسی طرح کم نہ ہوتا

حضرت غوث کی مہمان نوازی

تھا۔ اس اخیر زمانہ میں ایک دسترخوان خاص بھی نہایت پرتکلف اور وسیع مرتب ہوتا تھا۔ جسپر اکثر علماء و امرا اور مشائخ جو مہمان ہوتے تھے۔ دونو وقت کہانا کہاتے تھے۔ اس لنگرخانہ اور دسترخوان خاص کے اہتمام میں کبھی کبھی خود بنفس نفیس بھی توجہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن کہانے میں سوائے کسی دوست یا شیخ کے اصرار کے شریک نہیں ہوتے تھے۔ غذاہائے لطیف اور خوش ذائقہ کیطرف کم رغبت فرماتے تھے۔ یعنی صرف دوستونکی خاطر سے توجہ فرماتے تھے۔ اس لنگر میں غربا کو اور اس دسترخوان پر مشائخ اور امرا کو کھانا کھاتے دیکھکر حضور نہایت مسرور و محظوظ ہوتے تھے۔ اور جسقدر لوگ زیادہ آجاتے تھے۔ زیادہ اظہار مسرت فرماتے تھے۔ ایک عجیب بات حضور کی **سوانح عمری** میں یہ ہے۔ کہ اخیر عمر کے بارہ سال ایک ہی طریقہ پر جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ مقررہ عادات و اوقات پر خیر و عافیت سے گذرے۔ یعنی اس عرصہ میں باوجود کبر سنی و محنت **عبادات** و **مواعظ** و باوجود توجہ کاروبار نہ کوئی مرض پاس آیا۔ نہ کوئی تکان یا تکلیف محسوس ہوئی نہ کبھی عبادات میں فرق آیا۔ یعنی جب ثلث شب باقی رہتی تھی۔ تو حضور عبادات شروع فرماتے تھے۔ اور نماز صبح کی اذان ہونے تک خلوتی عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ اور اذان سنکر نماز فجر باجماعت ادا فرماتے۔ اور پھر خلوت میں تشریف لیجاتے تھے۔ اور ایک پہر دن چڑھے تک تلاوت قرآن مجید اور وظائف میں مصروف رہتے تھے۔ بعد ازاں دیوانخانہ میں کارخانہ **تجارت و زراعت** اور لنگرخانہ وغیرہ کے حساب و کتاب وغیرہ معاملات میں شامل ہوتے تھے۔ اور

حضرت غوث کے آخر عمر کے اوقات



خدام کو احکام و ہدایات فرماتے رہتے تھے۔ بعد ازاں صرف نصف النہار دولتخانہ میں تشریف لیجاکر غذا تناول فرماتے تھے۔ اور استراحت فرماتے تھے۔ اور اسی عرصہ میں اہل و عیال کی طرف التفات فرماتے تھے۔ اور بعد میں کچھ دیر قیلولہ فرماکر مسجد میں نماز ظہر کی جماعت میں شامل ہوتے تھے۔ اسکے بعد قریب کے ایک مکان میں تشریف لیجاکر کچھ عرصہ وظائف و اوراد میں رہتے تھے۔ طالبان علم کو درس علمی و مسائل بیان فرماتے۔ اور شائقین زیارت کو اپنی زیارت سے بہرہ مند فرماتے۔ عصر کی اذان سنتے ہی پھر مسجد میں تشریف لاکر نماز عصر باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اور نماز سے فارغ ہوتے ہی منبر پر تشریف لیجاتے تھے۔ اور شام ہونے تک **قرآن مجید** کے تفاسیر و احادیث کا وعظ فرماتے تھے۔ کوئی آیت شریفہ یا حدیث نبوی پڑھکر اسکی توضیح و تشریح میں ایسی دُرافشانی فرماتے تھے۔ اور مناسب مواقع۔ دلچسپ اشعار و حکایات و مقولات بزرگان سلف مشعر ہدایت و بشارت و نذارت ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ اور اپنے کلام پر ایسے قادر تھے۔ کہ جب چاہتے تھے۔ **سامعین** کو ہنسا دیتے تھے۔ اور جب چاہتے تھے رُلا دیتے تھے۔ یہ وعظ کا وقت ایسا مقرر تھا۔ کہ گویا ہر کسی کو معلوم تھا۔ کہ اب وعظ ہو رہا ہوگا۔ اسواسطے دور و نزدیک سے لوگ کام چھوڑ چھوڑ کر بھی جوق جوق آتے تھے۔ اور وعظ سنتے تھے۔ تاثیر اسقدر ہوتی تھی۔ کہ جو مسلمان سنتا تھا۔ ضرور متاثر ہوتا تھا۔ اور بُرے کاموں کو چھوڑ کر زہد و تقوے اور نیک اعمال اختیار کرتا تھا۔ اور سینکڑوں اہل ہنود بھی وعظ میں شوق سے شامل ہوتے تھے۔

حضرت غوث کے اوراد و وظائف

اور عارفانہ کلام سنکر محظوظ ہوتے تھے۔ جب تھوڑا سا دن باقی رہتا تھا یعنی شام ہونے سے کچھ پہلے جنگل کی طرف کبھی پیادہ اور کبھی کسی سواری میں اکثر ہوادار میں ہواخوری فرماتے تھے۔ اور مغرب کی اذاں ہونے تک مسجد میں تشریف لے آتے تھے۔ مغرب کی نماز باجماعت ادا کرکے تخلیہ میں تشریف لے جاتے۔ اور عشا تک ورد و وظائف میں شاغل رہتے۔ جب عشا کی اذاں ہوتی تھی۔ تو مسجد میں تشریف لاکر عشا کی نماز باجماعت ادا کرکے سوا پہر یا ڈیڑھ پہر رات تک ایسی جگہ عبادت میں بسر کرتے تھے۔ اور فارغ ہوکر دولت خانہ کو تشریف لیجاتے تھے۔ اور غذا تناول فرماکر اہل و عیال کیطرف توجہ فرماتے تھے اور قریب نصف شب استراحت فرماتے تھے۔ اور جب قریباً ثلث یا چہارم شب باقی رہتی تھی۔ بیدار ہوتے تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ غرض ایسے مقرر طریقہ پر اخیر عمر کے بارہ تیرہ سال گذارے۔ روضہ مبارک کے مشرق کی طرف جو ایک وسیع چبوترہ ہے حضور کے وقت کا ہے۔ اور یہ وہ چبوترہ ہے۔ جسپر حضور نے بلاناغہ بارہ تیرہ سال تک روزمرہ نماز عصر کے بعد **قرآن شریف** کا وعظ فرمایا ہے۔ اور یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں وعظ سنکر مشائخ نے وجد کئے ہیں عام مسلمانوں نے ہدایت پائی ہے۔ اور ہزارہا دیگر مذاہب کے لوگ دین اسلام سے مشرف ہوئے ہیں ۞

## حضرت غوث علیہ الرحمۃ کا وعظ کس طرح کا ہوا کرتا تھا۔

ناظرین باتمکین نے سطور بالا سے اس امر کا اندازہ کرلیا ہوگا۔ کہ حضرت غوث



**بہاءالدین** رضہ کا وجود باوجود اہل اسلام کے واسطے کسقدر مبارک و مسعود تھا اور دین اسلام کی انہوں نے کیسی کیسی قابل قدر خدمات بجالائیں۔ قاعدہ ہے کہ صاحب کمال کے وعظ میں ہی اثر ہوا کرتا ہے۔ حضرت غوث کا زہد و اتقا ہی اس درجہ کا تھا۔ کہ انکی زیارت اور دیدار پر انوار کی سعادت ہی دارین کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوا کرتی تھی۔ اور اسپر آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول کے مطابق وعظ و نصائح میں بنفس نفیس توجہ فرماتے تھے۔ جسکا نتیجہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ہزارہا مخلوق آپکی وعظ و نصائح سے دین اسلام کی نعمت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ان ستودہ صفات و قدسی عادات بزرگوں نے جسقدر مجاہدہ و ریاضتیں کیں۔ اونکے مراتب و مدارج کا حال اس دنیا میں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ باوجود کئی صدیوں کے گذرنے کے لوگ آستان بوسی و زیارت کو دور و دراز ملکوں سے حاضر ہوتے ہیں۔ سینکڑوں ہی لوگ جس اخلاص و صدق دلی سے ہزارہا میل کی مسافت پیدل طے کرکے آتے ہیں۔ اسکا مشاہدہ ہر سال آنکھوں کے سامنے ہے۔ دراصل **تصوف** ایک عجیب چیز ہے۔ اور جو حقیقی صوفی ہے۔ وہ محبوب الٰہی ہوکر مرجع خلائق بنتا ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تصوف کی ماہیت اور حقیقت پر کچھ لکھا جاوے۔

تصوف کا ماخذ صوف ہے۔ جسکے معنی گوشہ نشین کے بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ اور بعض جگہ محبت کے بھی لکھے ہیں۔ اور صوف بالضم پشم گوسپند و شتر چونکہ ایسے درویش لوگ اس قسم کا لباس پہنا کرتے تھے۔ جو کہ تصوف حاصل کرے۔ اسے صوفی

کہاجاتا ہے۔ یعنی گوشہ نشین۔ اور محبت کے معنی کے لحاظ سے صوفی سے عاشق ذاتِ
باری مراد ہوئی۔ اصطلاح میں کامل صوفی وہ ہے۔ جو گوشہ نشین بھی ہو۔ یعنی اہل دنیا
سے متنفر ہو کر گوشہ تنہائی میں صرف یادِ الٰہی میں اوقات بسر کرے۔ جیسا مشائخ
و بزرگانِ دین کی عادت ہے۔ اور نیز محبت الٰہی میں ایسا سرشار ہو کہ خدا کی عبادت
کے سوا کوئی کام نہ رکھے۔ دنیا و مافیہا کی پرواہ نہ کرے۔ ہمیشہ استغراق و مراقبہ
اور عبادات کو ہمیشہ ہر ایک کام سے مقدم سمجھے۔ اہل دنیا سے خصوصاً
اہل دول سے میل ملاقات کی رغبت نہ رکھے۔ چنانچہ حضرت باوا صاحب
قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ کہ برادرم بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ نے
چالیس سال گوشہ نشینی کی تھی۔ اور اس سارے عرصہ میں بہت کم لوگوں سے ملتے
تھے۔ اور حضرت باوا صاحب سے یہ بھی روائیت ہے۔ کہ برادرم بہاء الدین زکریا
نے کہا ہے۔ کہ جو شخص تصوف کا شوق رکھتا ہو۔ چاہیے۔ کہ پہلے توبہ کرکے عادات ذمیمہ
سے اپنے دل کو پاک کرے۔ تب اس میدان میں قدم رکھے۔ اور وہ عادات
ذمیمہ یہ ہیں۔

غل۔ غش۔ حسد۔ بغض۔ کبر۔ ریا۔ زنا۔ ربا۔ غضب۔ غیبت۔ نمیمہ۔ کذب
تنابز۔ بہتان۔ کفر۔ شرک۔ بخل۔ ظلم۔ نفاق۔ حقد۔ ان الفاظ کی تشریح کیجاوے
تو ایک دفتر چاہیے۔ مگر یہاں اختصار کے طور پر معانی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تاکہ
ناظرین کو فائدہ پہنچے۔ کیونکہ اہل تصوف کے واسطے ادنٰے درجہ یہ ہے۔ کہ ان مذمومات
کو ترک کرکے تحصیل تصوف میں قدم رکھے۔ اسکی مثال حضرت نے



یہ دی ہے۔ کہ کسی متبرک مکان میں داخل ہونے سے پہلے آدمی کو چاہیے۔ کہ باطہارت
ہو۔ اور جوتا اوتار ڈالے۔ اسی طرح تصوف ایک مکان مقدس ہے۔ اسکے شائقین کو
چاہیے کہ توبہ و استغفار یعنی پچھلے گناہوں اور خطاؤں سے پشیمان ہوں۔ اور دل سے
ان کے ترک کرنے کا مصمم ارادہ باندھ لیں۔ اور عہد کر لیں۔ کہ آئندہ ایسی غفلت
نہ کرینگے۔ یہ تو اس مکان میں جانے کی طہارت ہوئی۔ یعنی دل کا پاک کرنا۔ اور جب
پاک صاف ہو کر دروازے پر پہنچے۔ تو جوتا اُتار دے۔ وہ نعلین یہ ہیں۔ کہ مذمومات
کو جو تعداد میں بیان کئے گئے ہیں۔ بالکل ترک کر دیوے۔ کہ کبھی خیال میں بھی
نہ آویں۔ یہ تو شائقین تصوف کا ذکر ہے۔ لیکن راقم کی عرض ناظرین کی خدمت
میں یہ ہے۔ کہ ہم دنیادار لوگوں کا بھی تو فرض ہے کہ جو گناہ عمداً یا سہواً سرزد
ہو گئے ہوں۔ اُن سے پشیمان ہوں۔ اور جناب باری میں صدق دل سے اعتراف
کرکے معافی مانگتے رہیں۔ اور حتی الامکان ان مذمومات سے احتراز کے ساعی
رہیں۔ اسواسطے راقم نے ان الفاظ کے معانی لکھنے ضروری سمجھے۔

غل کے معنی ہیں کینہ رکھنا۔ اور کسی کے حق میں برائی کرنے کا ارادہ رکھنا۔ یا بری
نیت رکھنا۔

غش کے معنی بدنیتی۔ غل و غش دو لفظ ہیں۔ جنکے معنی قریب قریب ہیں۔ اور غل
و غش بہ اصطلاح صوفیاں کل کاروبارِ دنیا کو کہتے ہیں۔ از بسکہ اکثر لوگ اب
اوقات کاروبارِ دنیا کو بدنیتی سے انجام دیتے ہیں۔

حسد کسی کی بھلائی ہوتے دیکھکر خواہ مخواہ حاسد ہونا۔ اور یہ ایک مشہور لفظ ہے

**بغض**۔ کسی سے کوئی قصور ہو جاوے۔ تو اوسکو معاف نہ کرے۔ اور اس
کے بدلہ لینے کا ارادہ ہمیشہ دل میں لئے پھرے۔

**کبر**۔ یعنی بڑائی۔ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور اچھا سمجھنا حالانکہ
اسکا علم خدا ہی کو ہے۔ کہ اچھا کون ہے۔ ہمکو کیا معلوم ہے۔ کہ کسی دوسر
میں کیا کیا وصف بھرے ہوئے ہیں۔

**ریا**۔ دکھلانا یعنی کسی دنیاوی فایدہ کیواسطے بناوٹ سے اس خصلت کا ظا
کرنا۔ جو اس میں نہ ہو۔

**ربا** سود شرع میں سود لینے کی قطعی ممانعت ہے۔ لیکن لوگوں نے حیلے وبہانے
جواز کے بنا رکھے ہیں۔ اہل تصوف کے نزدیک کسی حیلہ سے بھی جائز نہیں۔

**زنا** مشہور بات ہے۔

**غضب** غصہ۔ **غیبت** سخت عیب ہے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے اسکی نسبت ایسی
بات کہنی۔ جو اسکے سامنے کہی جاوے۔ تو اُسے سخت ناگوار ہو۔

**نمیمہ** بھی ایک قسم کی غیبت ہے۔ یعنی لوگوں میں عیب چینیاں کرکے جھوٹی سچی
روایات اِدھر کی اُدھر لگانا۔

**کذب** جھوٹ بولنا۔ اور ایک بات کو خلاف واقعہ بیان کرنا۔ یہ سب سے بڑا
گناہ ہے۔ اگر آدمی جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ تو اکثر گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

**تنابز** کسی کو بُرے القاب سے مخاطب کرنا خواہ مذاقاً ہی کیوں نہ ہو۔

**بہتان**۔ کسی کے اوپر جھوٹ جوڑنا۔ اسکی نسبت وہ بات مشہور کرنا جو اُس




نے کبھی نہیں کی۔

**کفر و شرک** مشہور لفظ ہیں۔ مگر اسقدر درج کر دینا ضروری ہے۔
اہل تصوف کے نزدیک دنیا سے ایسی دل بستگی جو مانع اور حارج عبادت ہو۔ وہ
بھی کفر اور شرک کی نوبت کو پہنچ جاتی ہے۔

**بخل**۔ ایک بڑا سخت عیب ہے۔ یعنی دوسرے کیا فایدہ پہنچتے دیکھکر کڑھنا
خواہ اپنا فایدہ بھی اسمیں متصور ہو۔ اور کسی اچھی بات یا خبر کو مخفی رکھنا۔ تاکہ دوسرو
کو خبر نہ ہو جائے۔ مبادا وہ بھی حاصل کرلیں۔

**ظلم** خدا ظالموں کے پنجے سے ہر ایک ذی روح کو اپنے امان میں رکھے۔

**نفاق**۔ دورنگی پن کو کہتے ہیں۔ اس میں بڑا دُکھ ہوتا ہے۔ نفاق ڈلوانے والا اپنے
فایدہ کے واسطے خواہ مخواہ ایک فریق کے سامنے دوسرے فریق کی برائیاں مبالغہ
لگا کر بیان کرتا ہے۔ جس سے دو آدمیوں یا دو فریقوں کے درمیان عداوت بڑھتی
چلی جاتی ہے۔

**حقد** کے معنی کینہ رکھنا۔ حالانکہ یہ ایک عیب شرعی ہے کہ جب کوئی معافی مانگے۔ تو معاف
کیا جاوے۔ بلکہ دل میں ایک طرح کا بغض رکھے۔ اور بغض اور حقد میں بہت تھوڑا فرق
ہے۔ جو شخص دنیا دار ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ان مذموبات سے اجتناب کریگا۔ بیشک
سعادت منداہی حاصل کریگا۔ اور اسکے دنیا کے کام بھی بہت خوبصورتی کے
ساتھ چلینگے۔ ان مذموبات کو ترک کرنے کے بعد شایقان تصوف کو مقاربت زنان
اور بہت بولنے اور سیر ہو کر کھانے اور بہت سونے سے بھی پرہیز کرنا لازم ہوتا ہے۔

اسکو چاہئے کہ اپنی طرف سے صرف اسیقدر بولے۔ جسقدر کہ اشد ضروری ہو۔ اور
چونکہ بات کا جواب نہ دینا اخلاق کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے دوسرے کی دل
شکنی ہوتی ہے۔ اور اہل تصوف کے نزدیک اسطرح دل شکنی کرنا بھی گناہ ہے
اسواسطے اسیقدر کہا جاوے۔ جتنا کہ پوچھا جاوے۔ اور کھانا اور سونا صرف اسی
قدر ہو۔ جو عبادت و ریاضت کے واسطے طاقت بحال رکھنے کے لئے کافی ہو۔
مقاربت زناں سے تو مطلق پرہیز چاہئے۔ تا تزکیۂ نفس ان باتوں کا
پرہیز کمال درجہ رکھنا چاہئے۔ اکل و شرب کی بابت فرمایا ہے۔ کہ صوفی کی غذا
مقدار اور وزن میں بہت کم اور طاقت دینے میں بہت زیادہ ہونی چاہئے۔ یعنی جو
نہایت مقوی ہو۔ جس سے عبادات کے لئے طاقت بحال رہے۔ چنانچہ حضرت
باواصاحب کیلئے خاص ریاضتوں کے دنوں میں ایک خاص قسم کی غذا طیار کی
جاتی تھی۔ جسکا ایک چمچہ آٹھ پہر کے واسطے کافی ہوتا تھا۔ اور جناب ممدوح اسی
پر قناعت فرماتے تھے۔ اور کسی اکل و شرب کی طرف رغبت نہ فرماتے تھے۔ اور اسی
طرح حضرت غوث العالم کی غذا بھی عجیب تھی۔ یعنی ایام ریاضت میں
بلکہ سال کے زیادہ عرصہ کے واسطے ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی قرص جو اس زمانہ
کے چھوٹے بسکٹ سے مشابہ ہوتی تھی۔ بنائی جاتی تھی۔ اور حضرت غوثؒ اسی
ایک قرص اور چند گھونٹ پانی پر آٹھ پہر قناعت فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ بہاءالدینؒ نے ایک پہلو پر تو دنیا میں
خواب کیا۔ اور دوسرا پہلو قبر میں سمجھا۔ آپکی عمر ایک سو سال کے قریب



تھی۔ اور ہوش سنبھالنے کی عمر سے ایک ختم قرآن شریف کا ہر شب کرتے
تھے۔ اور اس وظیفہ میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ کے حضور میں صوف
پہننے کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص گلیم اور صوف پہنے۔ یعنی درویش
اور صوفی بنے۔ اسپر لازم نظر آتا ہے۔ کہ عزلت یعنی گوشہ نشینی اختیار کرے۔
اور اہل دنیا اور دنیا سے بالکل اجتناب کرے۔ اسوقت کہا جائیگا۔ کہ وہ درویش ہے
اور اسکا لباس فقیری برحق ہے۔ حضرت جلال الدینؒ صاحب بخاری سے
روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ ہم حضرت غوث العالمؒ کی خدمت میں مقیم تھے۔ اور ذکر
دست بوسی کا چلا۔ کہ لوگ جو متبرک بزرگ کے دست کو بوسہ دیتے ہیں۔ اس میں
بھی کچھ تاثیر ہے۔ یا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب حجاج بن یوسف[1] فوت ہو گیا۔ تو
ایک اہل اللہ نے اُسے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ہے۔ پوچھا گیا۔ کہ تو نے کونسا
اچھا عمل کیا تھا۔ جواب ملا۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت حسن بصریؒ کے ہاتھ مبارک
کو بوسہ دیا تھا۔ خداوند کریم نے اسی بات پر بخش دیا۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے
کہ جو کوئی کسی بزرگ کے ہاتھ کو بوسہ دیوے۔ اللہ تعالیٰ اوسکو بخش دیتا ہے۔
یہی وجہ ہے۔ کہ عرب و روم میں جب مسلمان بھائی آپس میں ملتے ہیں۔ تو ایک دوسرے
کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور یہ سنت ہے۔

دیگر...... حضرت شیخ فریدالدین گنجشکرؒ سے مرقوم ہے۔ کہ ایک دفعہ میں اور حضرت
شیخ الاسلام (حضرت بہاءالدینؒ) بخارا میں مقیم تھے اور بہت سے اہل علم

حاشیہ: [1] حجاج بن یوسف عبدالملک بن مروان خلیفہ کی طرف سے عامل حجاز تھا۔ ظالم اور بڑا سفاک مشہور ہے۔ کہ اس نے دس ہزار سے زیادہ بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرایا۔ اسلامی تواریخ میں اسکا نام ظلم کے سبب مشہور ہے ۱۲

کا مجمع تھا۔ اسی دست بوسی کا تذکرہ شروع ہوا۔ حضرت غوث نے فرمایا
کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رح کا دستور تھا
کہ جب آپ کسی مجلس یا جماعت سے گذرتے۔ تو ضرور دست بوسی کرتے۔ اور بعدہٗ
دعائے خیر طلب فرماتے۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ جب لوگ ایک دوسرے سے
رخصت ہوویں۔ مناسب ہے۔ کہ خیرات دیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ
چومیں کہ اس میں محبت و برکت ہے۔

حضرت شیخ گنجشکر نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص ملتان شریف کے رہنے
والا تھا۔ مگر از حد فاسق و فاجر تھا۔ جب مر گیا۔ تو کسی نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ مقبول
اور مغفور ہوا ہے۔ سوال کیا گیا۔ کہ اے جوان! کس طرح تجھ جیسے بدکار کو پروردگار
نے بخش دیا ہے۔ کہنے لگا۔ کہ واقعی میرے اعمال تو لائق دوزخ کے تھے۔ مگر میں نے
ایکدن حضرت غوث بہاء الحق ملتانی قدس سرہ کے دست مبارک کو بوسہ
دیا تھا۔ جبکہ آپ ایک راہ سے گذر رہے تھے۔ اسی کی طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش
دیا ہے۔ یہ بھی حضرت بابا فرید گنجشکرؒ سے روایت ہے۔ کہ حضرت غوث کا معمول تھا

حضرت کا انکسار

کہ جب کوئی مسلمان فوت ہوتا۔ تو آپ ضرور اسکے جنازہ کے ساتھ جاتے۔ اور جب سب
لوگ دفن کرنے کے بعد واپس آتے۔ تو شیخ الاسلام کچھ دیر توقف فرما کر چند
اوراد پڑھتے۔ اور پھر اکیلے تشریف لے آتے۔ ایکدفعہ حضرت غوث کا ایک ہمسایہ
فوت ہو گیا۔ آپ حسب معمول اسکے جنازہ کے ہمراہ گئے۔ لوگ چلے آئے۔ اور آپ
ورد پورا کرنے کے لئے ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ مبارک اپنے منہ پر ملا۔ اور



خوشی سے فرمایا۔ الحمد للہ۔ شیخ صدر الدینؒ عارف باللہ آپ کے فرزند اکبر
موجود تھے۔ عرض کیا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب اس درویش کو
دفن کر چکے۔ تو منکر نکیر آئے۔ اور واپس چلے گئے۔ اسکے بعد آگ بڑھنے لگی۔
کہ اوسکو جلا دیوے۔ شیخ جلال الدینؒ درمیان آئے۔ اور آواز دی۔ کہ اے
آگ بفضل تعالیٰ دور ہو۔ یہ میرا مرید ہے۔ آواز آئی۔ کہ جلال الدین! تمہارا کہنا
ٹھیک ہے۔ مگر تمہارے کہنے کے برخلاف اس نے کام کئے ہیں۔ چھوڑ دو۔ کہ اسے
آگ بھسم کر دیوے۔ شیخ جلال الدینؒ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ یا الٰہی! اگرچہ
میرے کہنے کے برخلاف کام کرتا تھا۔ مگر کئی دفعہ علانیہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں جلال الدینؒ
تبریزی کا مرید ہوں۔ میرے مولا۔ مجھے شرمندہ نہ کر۔ حکم ہوا کہ اچھا تمہاری بدولت
اسکو بخش دیا گیا۔" آپ نے فرمایا کہ برخوردار! یہی سبب تھا۔ کہ میں نے الحمد للہ کہا۔

دیگر۔ حضرت بابا فرید قدس سرہ العزیز سے روایت ہے کہ ایک دفعہ
حضرت غوث بہاء الدینؒ زکریا حضرت شیخ جلال الدینؒ تبریزی۔ شیخ
قطب الدین بختیار اوشیؒ ایک جگہ جمع تھے۔ اور تینوں بزرگوار
رات کو حالت قیام میں قرآن مجید ختم کرتے۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز
پڑھتے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ خواب استراحت نہ فرماتے تھے۔ اور اسی معمول پر کئی روز
گذر گئے تھے۔ اتفاقاً انہی دنوں میں تاتاری مغل آئے۔ اور ملتان
دار الامن والامان کا محاصرہ کر لیا۔ اور رعایا کو از حد پریشان کیا۔ حضرت غوث
بہاء الدینؒ نے کئی دن صبر کیا۔ جب دیکھا۔ کہ لوگ از حد پریشان ہیں۔ تو

ایک کمان منگائی۔ اور تیر چڑھا کر دائیں ملتان کو جو قباچہ تھا۔ حوالہ کی۔ کہتے ہیں۔ کہ جب وہ تیر دشمن کیطرف چلایا گیا۔ تو تمام لشکر بھاگ نکلا۔ اور کئی ہزار مفسدوں کے منہ سے لہو نکلی۔ اور مر گئے۔ جب ایک آدمی کا سینہ چاک کیا گیا۔ معلوم ہوا۔ کہ پیکان تیر دل پر لگا ہے۔ سچ ہے۔ ؎

ہر آں کا ستعانت بدرویش برد      اگر بر فریدوں زد و بیش برد

دیکھو درویش کی امداد سے کیا ہوتا ہے      بگڑی بن جاتی ہے جب بفضلِ خدا ہوتا ہے

حضرت شیخ **فرید الدین** صاحب گنجشکر سے روایت ہے۔ کہ حضرت قطب الدین بختیار اوشی کی زبان فیض ترجمان سے سنا گیا ہے۔ کہ ایک دفعہ دہلی میں شیخ الاسلام نجم الدین صغری نے حضرت جلال الدین تبریزی پر تہمت لگا دی۔ کہ یہ معاذ اللہ امرد پرست یعنی خوبصورت لڑکوں پر عاشق ہے۔ اور درویشی کا دعوے کرتا ہے۔ کہ ایک معمولی آدمی کی زبان سے یہ بات نکلتی۔ تو کوئی تسلیم نہ کرتا۔ مگر **نجم الدینؒ** صغری دہلوی کی زبان سے نکلی۔ جو اسوقت بادشاہ شمس الدین التمش کی طرف سے شیخ الاسلامی کے لقب سے معروف تھا جب معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ تو ضروری ہوا۔ کہ اسکی تحقیقات کی جاوے۔ حضرت **جلال الدینؒ** کو طلب کیا گیا۔ اور تجویز قرار پائی۔ کہ کوئی منصف مقرر کرنا چاہیئے۔ حضرت جلال الدینؒ نے حضرت غوث کا نام لیا۔ اسپر شیخ الاسلام نے کہا۔ کہ وہ **ملتان** میں ہیں۔ اور کیونکر اسجگہ آسکتے ہیں۔ اسپر حضرت جلال الدین نے فرمایا۔ کہ باقاعدہ طلب کیا جاوے۔ یقین ہے۔ کہ حضرت غوث بہاؤ الدینؒ خود تشریف لے آئینگے۔ الغرض دوسرے دن



دیوان عدالت قائم ہوا۔ اور حضرت جلال الدین بہت نیچے بیٹھنے لگے۔ بادشاہ وقت نے اصرار کیا۔ کہ نہیں اوپر بیٹھیے۔ اسپر انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم اہل مقدمہ میں اور عدالت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارا اسجگہ رہنا ہی درست ہے۔ اتنے میں خبر گرم ہوئی کہ حضرت غوث بہاؤ الحق و تشریف لائے ہیں۔ شیخ **نجم الدینؒ** صغری حیران رہ گئے۔ کہ ان کو کس نے بلایا۔ اور وہ کسطرح آناً فاناً آگئے۔ الغرض حضرت غوث اجلاس میں تشریف لائے۔ اور جسجگہ نعلین رکھی ہوئی تھیں۔ وہاں آکر توقف فرمایا اور حضرت جلال الدین کی نعلین دریافت کرنے لگے۔ اور اسکو اٹھا لیا۔ شمس الدین بادشاہ بول اٹھا۔ کہ اب کسی تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ محض اتہام ہے حضرت غوث کا اسطرح دفعۃً تشریف لانا۔ اور اسقدر تعظیم و تکریم بجا لانا اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ یہ بزرگ کامل ہیں۔ یہ **سُنکر سب اعیان و ارا کین** و صدر الصدور معذرت کرنے لگے۔ حضرت غوث نے فرمایا۔ کہ اُس امرد (لڑکے) کو بلایا جاوے۔ تاکہ اصل حقیقت سے آگاہی ہوسکے۔ لڑکا بلایا گیا۔ تو وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اور کہا۔ صاحبان! شیخ نجم الدین صاحب جو وہ سامنے بیٹھا ہے۔ مجھے سات سو روپیہ دیا ہے۔ تین سو ساٹھ نقد میرے حوالہ کئے ہیں۔ اور تین سو ساٹھ فلاں بقال کے پاس ہیں۔ کہ تہمت لگائے جانے کے بعد مجھے ملینگے۔ حضرت جلال الدینؒ صاحب پاکباز ہیں۔ اور یہ فتنہ پردازی سب نجم الدین کی ہے **شمس الدینؒ** بادشاہ کو از حد غصہ آیا۔ حکم دیا۔ کہ شیخ الاسلام کو دار پر کھینچا جائے۔ کہ ایسے پاکباز بزرگ پر کیوں ایسی تہمت لگائی۔ اور فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام کا

لقب حضرت **قطب الدین** کو دیا جاوے۔ حضرت قطب الدین جو موجود تھے انہوں نے فرمایا۔ کہ آج رات کو خلوت کیجاوے۔ جسکو حضرت رسالت پناہ کی بارگاہ سے یہ درجہ عطا ہو۔ اُسے ہی ملنا چاہئے۔ الغرض سب نے خلوت کی نصف شب گذری۔ کہ عرش عظیم کے نیچے حضرت خاتم النبیین خواب میں نظر آئے۔ انہوں نے شیخ الاسلامی کا نشان حضرت **مخدوم بہاء الحق** صاحب کو عطا فرمایا۔ اسیوقت حضرت غوث زماں کے پاس خدام دوڑے آئے۔ اور مبارک سلامی کا غل مچ گیا۔ الغرض حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین صاحب وہاں سے رخصت ہو کر اپنے ساتھ حضرت **جلال الدین تبریزی** کو لے چلے۔ جب دریائے جمن کے کنارے پر پہنچے۔ تو آپس میں وداع کیا۔ حضرت غوث بہاء الدینؒ تو ملتان آئے روانہ ہوئے۔ اور حضرت جلال الدینؒ لکھنو کو سدھارے۔ اگرچہ سلطان شمس الدینؒ نے شیخ **نجم الدین** کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر حضرت غوثؒ نے فرمایا۔ کہ یہ خود اپنے کئے کی سزا پائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شیخ نجم الدین صغری درد شکم میں مبتلا ہوا۔ اور نہائیت بے کسی اور اضطراب کی حالت میں جان دی۔

**دیگر** حضرت شیخ **فرید الدین گنجشکر** سے روائیت ہے۔ کہ جب آپ عالم عشق میں تھے۔ تو ایک دن فرمایا۔ کہ جب عاشق حقیقی کے دل سے آہ نکلتی ہے تو آتش عشق سے تمام دنیا جل کر خاکستر ہو جاتی ہے کیونکہ محبت کی آتش سے کوئی آتش زیادہ جلانے والی نہیں ہے۔ ؎

عاشقان ہر دو جہاں بے تو بیکبار بخرند　　ہر زماں خستہ دلاں تیر بلا را سپرند



شرف آں روز کہ غوغا بقیامت باشد　　عاشقاں بر در درگاہ تماشا نگرند

اور ایک ملفوظ میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے یہ مصرعہ پڑھا۔ ؎ در سینۂ عاشقاں در دانہ۔ اور ایک ماہ تک آپ اسی حالت میں رہے۔ اور لوگوں سے گفتگو بند رہی۔

**دیگر** حضرت گنجشکر موصوف سے روائیت ہے۔ کہ آپ ایکدن حالت شوق و ذوق میں مستغرق تھے۔ اور ہر بار نئی نئی کیفیت اور حالت پیدا ہوتی تھی۔ ہائے ہائے کر کے زار زار روتے تھے۔ اور یہ دو بیت زبان پر تھے۔ ؎

بادر دلبا ز چوں دوائے تو منم　　در کس منگر چو آشنائے تو منم

گر بر سرِ عشق من کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

اور آپ نے ایک حکائیت فرمائی۔ کہ قیامت کے دن بعض عاشقان الٰہی کی گردن میں نور کی زنجیریں ڈالی جائینگی۔ اور فرشتوں کو ارشاد ہوگا۔ کہ انکو بہشت میں لیجاؤ۔ مگر وہ لوگ زنجیر پر ہاتھ مارینگے۔ اور بہشت کی طرف رخ نہ کرینگے اور عرش کے تلے جا کر کھڑے ہونگے۔ کہ دیدار الٰہی سے جی کو ٹھنڈا کریں۔ بعدہٗ حکم ہوگا۔ کہ اور زنجیر نور کی ڈالی جاوے۔ اور بہشت میں لے جاویں۔ مگر پھر وہ زنجیر کو پکڑ کر ہلائینگے۔ اور بہشت میں جانا منظور نہ کرینگے۔ اسی طرح ۸۰ ہزار زنجیریں نور کی انکو پہنائی جائینگی۔ اور یہ پھر بھی کھینچینگے۔ اور شور مچائینگے۔ اسوقت ندا آئیگی۔ کہ وعدہ دیدار کا تو بہشت میں تھا۔ اسوقت یہ لوگ بہشت میں جائینگے۔ اور اپنے دلی مقصد سے شاد کام ہونگے۔

**دیگر** حضرت بابا فرید گنجشکرؒ سے روائیت ہے۔ کہ ایک دفعہ مسجد کھوتوال

واقع بغداد کہنہ میں حضرت غوث بہاء الحق رح میرے ساتھ تھے۔ اور چند بزرگ عشق کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ عشق ایک سلطنت ہے۔ جسکا دار الخلافہ شوق ہے۔ اور اسمیں ایک تخت رکھا ہے۔ جس پر تیغ ہجران اور خنجر فراق موجود ہیں جو کوئی اوسکی طرف رُخ کرتا ہے۔ اوس پر خنجر اور تلوار کے وار شروع ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دقیقہ کا اگر وصال میسر ہو۔ تو ان تلواروں اور خنجروں سے سینکڑوں اسرار منکشف ہوتے ہیں"۔ حضرت غوث نے فرمایا۔ اے درویش! جسے عشق ہے۔ اُسے اگر ہزار خنجر لگیں۔ اور سینکڑوں تلواریں پڑیں۔ کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔ اور اگر ہزار بار اسکی گردن کاٹیں۔ ع کشتگانِ عشق را از غیب جانے دیگر است کا مضمون ہوگا۔ اسکے بعد آپ نے یہ رباعی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائی۔ ؎

دریاد تو اے دوست چناں مدہوشم | صد تیغ اگر زنی نہ سر تخم و شم
آسے کہ زنم بیادِ تو وقتِ سحر | گر ہر دو جہاں دہند باللہ نفروشم

دیگر۔ حضرت بابا فرید ممدوح سے نقل ہے۔ کہ ایک دن دمشق میں علماء کی مجلس گرم تھی۔ پانسو کے قریب اہل علم موجود ہونگے۔ اتنے میں حضرت غوث تشریف لائے۔ میں تعظیم کو اُٹھا۔ اور آپ میرے ہی پاس آکر رونق افروز مجلس ہوئے۔ عشق و حیرت میں گفتگو شروع ہوئی۔ باری باری سے ہر ایک اہل علم اسرارِ عشق کا انکشاف کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ عشق اسکا نام ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔ پس بہشت۔ دوزخ۔ عذاب۔ ثواب۔ اہل و عیال مال کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ اسکے بعد آپ مدہوش ہوگئے۔ یہانتک کہ ایک ماہ کامل ہوش میں نہ آئے۔ اور بحر محبت میں



ایسے مستغرق ہوئے۔ کہ دنیا جہاں کی کچھ خبر نہ تھی۔ یہ رباعی زبان مبارک سے بار بار فرماتے تھے۔ ؎

آں کس کہ ترا شناخت جان راچہ کند | فرزند و عیال و خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی | دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

دیگر۔ حضرت گنج شکر رض سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میں اور حضرت بہاء الدین رح سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں موجود تھے۔ چند بزرگوں نے آپ سے سوال کیا۔ کہ یہ جو کہتے ہیں۔ کہ نظر مردم کیمیا ہے۔ اسکا مطلب کیا ہے آپ نے ایک بردہ کو خرید کرکے اُسے آزاد کر دیا۔ اور اُسے کلمۂ توحید پڑھایا۔ وہ شخص دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوا۔ اسکے بعد آپ نے اسکے بدن پر اپنے ہاتھ ملے۔ اور اسکی پیٹھ ٹھوک کر فرمایا۔ کہ اہل علم اب جو تجھ سے سوال کریں۔ اسکا جواب دینا ہوگا۔ الغرض علماء جو سوال اُس سے پوچھتے۔ وہ ہر ایک کا جواب اس خوبی سے دینے لگا۔ کہ اہل علم دنگ رہ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نظر کیمیا کے یہی معنی ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ وہ نو مسلم کئی دن دہلی میں درس دیتا رہا۔ مگر کسی کو توفیق نہ تھی۔ کہ اسکا ہم پلہ ہو۔ ؎

نظرت کیمیا است گر نگری | درمِ قلبِ ما چو زر گردد

دیگر۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے خلوت خانہ میں تھے۔ اور خلاف معمول عجلت سے باہر تشریف لائے۔ چند صوفی بھی ساتھ تھے۔ باہر آکر ملاحظہ فرمایا۔ کہ قرضخواہ ایک غریب مفلس شخص کو اپنے قرضہ کی وصولی کیواسطے ازحد تنگ کر رہے ہیں۔ اور اپنا قرض مانگ رہے ہیں۔ درحالیکہ اس شخص کے پاس ایک پیسہ تک بھی نہیں ہے۔

آپ نے ایک توڑہ روپوں کا دیا۔ کہ جو کچھ لینا ہے اس سے لے لو۔ اور اس غریب شخص کو چھوڑ دو۔ بعض نے لکھا ہے۔ کہ توڑہ حضرت کے پاس پہلے نہ تھا بلکہ اسوقت ہی پیدا ہو گیا۔ قرض خواہ نے اپنے قرض سے کچھ زیادہ لینا چاہا۔ کہ اسکے ہاتھ خشک ہو گئے۔ چلا اُٹھا۔ اور اپنے جرم کا اقرار کیا۔ کہ میری زیادہ لینے سے توبہ ہے۔ اُسوقت اسکا ہاتھ درست ہوا۔ آپ کو وہ مقروض ہزاروں دعائیں دے رہا تھا۔ اسکے بعد آپ واپس خلوت خانہ میں تشریف لیگئے۔ اور فرمایا۔ کہ خداوند کریم نے مجھے اس شخص کی مشکل کشائی کو بھیجا تھا۔ الحمد للہ کہ اسکا مطلب پورا ہو گیا۔

ایک قرضدار کی خلاصی

دیگر۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ دیوان خانہ میں رونق افروز تھے۔ ایک شخص حضور کی خدمت سراپا برکت میں آیا۔ اور زاری کر کے عرض کیا۔ کہ والئے ملتان ناصر الدین قباچہ نے میرے بیٹے کو ایک ہزار تنکہ کے عوض گرفتار کرایا ہے۔ اور یہاں تک تنگ ہے۔ کہ وہ جان سے بیزار ہے۔ توجہ فرمائیے حضرت نے دونو ہاتھ دُعا کے واسطے اُٹھائے۔ ایک ہزار تنکہ کی ہمیانی ظاہر ہوئی آپ نے اس طالب کے حوالہ کی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے کا جرمانہ ادا کر کے مادام العمر حضرت کی غلامی کا دم بھرتا رہا۔

ایک اژدہا

دیگر۔ ایک دفعہ آپ اثنائے سفر میں دمشق سے گذرے۔ جو ایک پرانا علمی شہر ہے الفاقاً اس شہر کے قریب ایک مقام پر اژدہا کچھ عرصہ سے ظاہر ہوا تھا۔ جو کوئی اس راستہ سے گذرتا۔ سلامت نہ آتا۔ حسن اتفاق سے آپکا گذر بھی ادہر سے



ہوا۔ اژدہا غار سے باہر نکلا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ آپ کو بھی حسب معمول اپنا لقمہ بنائے۔ آپ نے فی الفور اپنی چادر مبارک اُسپر ماری۔ اژدہا مر گیا۔ اور آپ صحیح سلامت اسی راستہ سے چلے آئے۔ جب شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ ایک درویش ہندوستان سے آیا ہے۔ اور اُس نے اس موذی اژدہا کو جو عرصہ سے لوگوں کے واسطے ایک مصیبت بنا ہوا تھا۔ ہلاک کر ڈالا ہے۔ تو جوق جوق لوگ آپکی زیارت کو حاضر ہوئے۔ اور علماء و فضلا و مشائخ کا ایک مجمع آپ کے پاس جمع ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے انکی پاس خاطر دمشق میں کئی روز قیام فرمایا۔ اور وہ لوگ اپنی خوش قسمتی اور سعادت تصور کر کے آپ سے علوم ظاہری و باطنی کا استفادہ حاصل کرتے رہے۔ اسکے بعد آپ وہاں سے کسی اور ملک کو روانہ ہوئے

دیگر۔ اسی طرح خراسان میں دو شیر آپکی زبان کی تاثیر سے ہلاک ہوئے۔ مگر یہ سب ابتدائی عمر کے واقعات ہیں۔ جب کمالیت پر پہنچے۔ تو ہرگز کوئی کرامات ظاہر نہ کرتے تھے۔ گویا وہ بحر ذخار تھے۔ کہ جس میں سے کوئی آواز نہ نکلتی تھی۔

دیگر۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت شیخ المشائخ غوث بہاء الدین زکریا بخارا شریف میں مقیم تھے۔ اور ایک جماعت علماء و فضلا و صلحاء کی جمع تھی۔ ولائیت و کرامت کا ذکر ہونے لگا۔ ایک بزرگوار بول اُٹھے۔ کہ کرامت اسکا نام ہے۔ اور ولائیت کا مالک اس شخص کو کہنا سزاوار ہے۔ کہ آدمی خانہ کعبہ کو گھر بیٹھے ہی مشاہدہ کرے۔ اور دیگر اشخاص کو بھی دکھائے۔ باقی سب ولائیت نام کی ہے۔ اور اسطرح ڈینگ مارنے سے کچھ نہیں بنتا۔ شیخ الاسلام نے جب

یہ سخن استماع فرمایا۔ سر مراقبہ میں جھکایا۔ اور کچھ دیر بعد زبان فیض ترجمان سے فرمایا۔ کہ سامنے دیکھو۔ کیا نظر آتا ہے۔ لوگوں نے مشاہدہ کیا۔ تو خانہ کعبہ سامنے تھا۔ حیران رہ گئے۔ اور سر تسلیم خم کیا۔

**دیگر۔** شیخ الشیوخ حضرت بابا فرید سے روایت ہے۔ کہ حضرت غوث بہاء الدینؒ ملتانی چالیس سال تک عزلت میں رہے۔ اور اس عرصہ میں بہت سے تھوڑے لوگوں کو صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ زہد تین چیزوں کا نام ہے۔ اوّل دنیا کی شناخت اور اُس سے کنارہ کشی دوم اپنے نوکروں پر مراعات کرنی اور انکی خدمت میں ساعی رہنا۔ تیسرے آخرت کی خواہش اور اسکی طلب۔

**دیگر۔ ایکدفعہ** آپ نے حضرت فرید بابا گنجشکر سے استفسار کیا۔ کہ فرمائیے! کہانتک کمالیت حاصل کی ہے حضرت بابا فرید نے بسبب کمال بے تکلفی ارشاد فرمایا۔ کہ اگر آپ فرماویں۔ تو جس کرسی پر میں بیٹھا ہوں۔ ہوا میں پرواز کرے۔ ابھی یہ سخن ختم نہیں ہوا تھا۔ کہ کرسی اُڑتی نظر آئی۔ آپ نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا۔ کہ دور تک ہو۔ اور اپنا کام خوب کر لیا ہے۔

**دیگر۔** حضرت شیخ فرید الدینؒ صاحب سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ یہ دعاگو اور شیخ الاسلام بہاء الدینؒ زکریا بحالت سفر میں تھے۔ اتفاقاً دریا کے کنارے پہنچے۔ مگر کشتی نہ مل سکی۔ ہم دریا میں داخل ہوئے۔ اور پایاب عبور کر لیا۔ یہ بھی آپ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میں اور حضرت بہاء الدینؒ



صاحب بغداد شریف میں تھے۔ اور بہت سے مشایخ ہمارے ساتھ بیٹھے تھے۔ اولیا کی کرامت اور خوارق عادات کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک صاحب بول اُٹھے۔ کہ اولیاء اللہ میں یہ طاقت ہوتی ہے۔ کہ جب چاہیں کسی مکان کو مرصع اور نگار سے رشک نگار چین بنا دیں۔ مثلاً یہ مسجد ہے۔ مرصع ہو جاوے۔ یہ شیخ المشایخ نے مراقبہ میں سر جھکایا۔ جب ایک لحظہ گذرا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یارو! اب دیکھیئے۔ دیکھا تو مسجد کی تمام اینٹیں اور لکڑیاں سونے کی نظر آتی ہیں۔ اور مسجد خوب مرصع و مذہب ہو گئی ہے۔ سب نے اقرار کیا۔ کہ بیشک مردانِ خدا میں ایسی ہی کمالیت ہوتی ہے۔

**دیگر۔** سلطان العارفین شیخ نظام الحقؒ والدینؒ علیہ الرحمۃ سے روایت ہے۔ کہ حضرت غوث بہاء الحقؒ علیہ الرحمۃ جب حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو چند روز میں ہی خرقۂ خلافت اور سجادہ اور تمام نعمت آپ کو حاصل ہو گئی۔ اسکے بعد آپ ہندوستان کے عازم ہوئے۔ جب روانہ ہوئے۔ تو شیخ جلال الدین تبریزی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ آپ نے یہ نعمت کتنی مدت میں حاصل کی ہے۔ کہ اور درویش رشک کرتے ہیں۔ جب یہ خبر حضرت شہاب الدین عمر کے مسامع فیض مجمع میں پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ درویشوں کا رشک اور حسد بیجا ہے۔ نعمت و کرامت تو عطائے الٰہی ہے۔ وہ مالک اور دانا ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور جو ملتا ہے اُسی کے دربار سے ملتا ہے۔ میں تو درمیان میں صرف

قاصد کی حیثیت سے زیادہ اثر نہیں رکھتا۔ لکھا ہے۔ کہ جب حضرت غوثؒ رخصت ہوئے۔ تو شیخ الشیوخؒ نے ایک کٹا ہوا انار آپکے حوالہ کیا۔ جب حضرت غوثؒ نے وہ انار لیا۔ تو اس میں سے ایک دانہ گر پڑا۔ میں نے وہ دانہ زمین پر سے اٹھا لیا۔ اور فوراً کھا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ بہاء الدینؒ! یہ دنیا تھی۔ میں نے چاہا۔ کہ تمہیں نہ ملے۔ اور اسواسطے اُسے گرایا تھا۔ مگر تم نے اُٹھا کر اُسے کھا لیا۔ اب دین و دنیا دونو تمہارے قبضہ میں ہیں۔ اسکے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ رخصت ہوگئے

دیگر۔ حضرت شیخ نظام الحق والدین دہلوی سے روایت ہے۔ کہ ایک دن بہت سے لوگ حضرت بہاء الدینؒ صاحب کیخدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے اُن کو متوجہ پاکر فرمایا کہ حاضرین میں سے کوئی ایسا بزرگوار ہے۔ کہ دوگانہ نماز میں قرآن مجید کا ختم کرے۔ حاضرین مجلس نے سکوت اختیار کیا۔ آخر آپ نماز کو کھڑے ہوگئے۔ اور رکعت اول میں قرآن شریف ختم کرکے دوسری رکعت میں چوتھائی پڑھکر سلام پھیر دیا۔

دیگر۔ حضرت شیخ نظام الدینؒ سے روایت ہے۔ کہ ایکدفعہ بہت سے مشائخ ملتان میں جمع تھے۔ اور حضرت بہاء الدینؒ صاحب بھی وہاں رونق بخش تھے۔ ہر ایک شخص اپنی وسعت و ہمت کا ذکر کر رہا تھا۔ ایک بزرگ نے کہا۔ کہ مجھے اُس وقت کی بھی خبر ہے۔ جبکہ میں شکم مادر میں تھا۔ اور وہ دن بھی مجھے یاد ہے۔ کہ جب میں نزول ہوا۔ حضرت غوثؒ سے بھی سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایسے سوال نہیں پوچھا کرتے۔ مگر تمہاری پاس خاطر میں بتانے سے تامل نہیں کرتا۔ کہ جسدن اللہ تبارک تعالےٰ نے الست بربکم فرمایا تھا۔ اسوقت سے لیکر آجتک



ایک ایک واقعہ اسطرح سے معلوم ہے۔ کہ گویا اپنی آنکھ کے سامنے ہو رہا ہے۔

دیگر حضرت شیخ نظام الحق والدین سے منقول ہے۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مختلف دروازوں پر نہ پھرو۔ ایک دروازہ کو پکڑ لو۔ اور خوب محکم پکڑ لو۔

بہر درے مرو کہ ز تو آبرو رود ۔ یک در بگیر ولے استوار گیر

دیگر۔ شیخ نظام الدین صاحب قدس سرہ العزیز سے منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ عالم تحیر میں اسدرجہ مستغرق ہوئے۔ کہ سات دن تک کچھ نہ کھایا۔ اور نہ کسی سے کلام کیا۔ ساتویں دن آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور جو قطرہ کہ آپکی چشم مبارک سے گرتا تھا۔ دُر بنتا جاتا تھا۔ حاضرین ایک ایک کرکے جمع کر رہے تھے۔ ایک خادم نے آپ سے یہ کیفیت پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اس ساعت میں خداوند ذوالجلال کے تجلی انوار میں مستغرق تھا۔ پس اس پیارے کے روئے زیبا کے جمال سے میری آنکھیں تر و تازہ تھیں۔ اور جو آنسو کہ نکلتا تھا۔ وہ حالت اختیار کرتا جو مشاہدہ میں آیا۔

دیگر۔ شیخ نظام الحق والدین نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ آپکے فیض سے ستر ہزار درویش اس رتبہ کے صاحب تاثیر ہوگئے۔ کہ آسمان سے لیکر تحت الثریٰ کی خبر رکھتے تھے۔ اور آپ بارہا فرماتے۔ کہ درویشی کا رتبہ اس سے بھی برتر ہے۔ اگر اسکی کیفیت ظاہر کردوں۔ تو سامعین کا زہرہ آب ہو جاوے اور یہ درویشی کا ادنےٰ درجہ ہے۔

دیگر حضرت مولانا حسام الدین صاحب حاجی سے روایت ہے۔ جو کہ حضرت

سلطان الاولیاء نظام الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ کے مریدانِ باصفا میں سے ہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی ایک بڑے کامل شخص گذرے ہیں وہ حضرت غوث جہان حضرت بہاؤالدین صاحب ذکریا کے مریدوں میں سے تھے۔ اور ابتدا میں جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور عرب اور جزیرہ بحرین میں جو خلیج فارس میں موتیوں کا مشہور جزیرہ ہے۔ اپنی تجارت کا مال خرید کرنے کے واسطے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ جہاز پر سوار تھے۔ اور انکے پاس قیمتی جواہرات کی ایک ہمیانی تھی۔ اتفاق کی بات دیکھو۔ کہ باد مخالف نے جہاز کو آگھیرا۔ اور اہل جہاز گرداب بلا میں پھنس گئے مستول ٹوٹ گئے۔ پانی کی لہریں جہاز کے اوپر سے گذر رہی تھیں۔ عین مصیبت کے وقت خواجہ کمال الدینؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت غوث بہاؤالدینؒ کو یاد کیا۔ اور نہایت عجز سے طالب دعا ہوئے۔ اور کہا کہ اے پیر دستگیر! وقت امداد ہے۔ آپکے حضور فریاد ہے۔ طوفان نے قیامت مچادی ہے۔ جہاز کے ملاح سراسیمہ اور حواس باختہ ہو رہے ہیں۔ موت سامنے موجود ہے۔ اے پیر! دستگیری فرما۔ اور امداد کو پہنچ۔

نظم

المدد اے غوث اعظم المدد — المدد اے پیر اعظم المدد۔
المدد اے نورِ رحماں المدد — المدد اے فیضِ سبحاں المدد
المدد اے لطفِ یزداں المدد — المدد اے شاہِ ملتاں المدد
آپڑی کشتی بھنور میں آج ہے — اے بہاؤالدین تجھ کو لاج ہے



خدا کی قدرت دیکھو۔ کہ اسی وقت جہاز میں ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ اور ہوا آناً فاناً بند ہوگئی۔ اور طوفان سے نجات ملی۔ اہل جہاز حیران رہ گئے۔ اور بفضلہ تعالےٰ جہاز صحیح و سلامت بندر عدن پر آلگا۔ چونکہ اہل جہاز نے حضرت شیخ الاسلام کی صورت ملاحظہ فرمائی تھی۔ اور صاف طور پر معلوم ہوگیا۔ کہ یہ خاص غوث کی امداد ہے۔ پس سب نے اپنے مال کی تہائی بطور نذر پیش کی۔ اور حضرت کمال الدین مسعود شیروانی کے حوالہ کی۔ اور انہوں نے بھی اپنے مال کا نصف حصہ حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں لے جانیکا ارادہ کیا۔ مگر جب ہندوستان میں پہنچے تو بوجہ کثرت کار جلد تر حضرت غوثؒ کی خدمت میں نہ جاسکے تھے۔ اسواسطے انہوں نے خواجہ فخر الدینؒ گیلانی کو روانہ کیا۔ کہ فوراً جاکر حضور پرنور کی خدمت میں یہ نذرانہ پیش کرے۔ لیکن خواجہ فخر الدینؒ نے سوائے اس جہاز کے پہلے کبھی آپ کی زیارت نہ کی تھی۔ جب وہ حضرت غوث کی خدمت میں پہنچے۔ اور حضرت کی زیارت کی۔ اور جمال باکمال مشاہدہ کیا۔ تو پہلے سے چند در چند اعتقاد زیادہ ہوگیا۔ اور اپنا تمام مال آپکی نذر کر دیا۔ حضرت غوث نے نہایت شفقت سے سب حال پوچھا۔ کہتے ہیں۔ کہ خواجہ فخر الدینؒ ستر لاکھ تنکہ نذرانہ میں لائے تھے۔ حضور نے وہ روپیہ فقرا اور غربا میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ اور تین دن میں وہ مال و متاع ایثار کر دیا۔ جب خواجہ فخر الدین گیلانی نے یہ حال مشاہدہ کیا۔ تو ان کو بھی دنیا سے تعلق نہ رہا۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اپنا تمام اندوختہ زر و جواہر روپیہ وغیرہ جو کچھ تھا۔ لنگر خانہ میں دیدیا۔ اور دنیا سے

قطع تعلق کرکے تجرید اختیار کی۔ اور حضرت کے دربار سے شرف ارادت اور
عطائے خرقہ سے مشرف ہوکر واصلان حق میں داخل ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ
پانچ سال اپنے مرشد کی خدمت میں گذاری۔ اور بعدہ حضرت ملک العارفین
شیخ صدر الدین عارف باللہ کی خدمت میں (جو حضرت غوث کے فرزند
اکبر تھے اور جنکا دلچسپ حال اگلے صفحوں میں لکھا جائیگا) رہ کر استفادہ حاصل
کرتا رہا۔ اسکے بعد زیارت بیت اللہ شریف کا شوق اسقدر غالب ہوا۔ کہ اجازت
طلب کی۔ چنانچہ بڑی مشکل سے رخصت ملی۔ اور دریائے شور کے کنارے بمقام
جدہ شریف انتقال فرمایا۔ کتاب خلاصۃ العارفین میں لکھا
ہے۔ کہ اب تک آپ کا مقبرہ سمندر کے کنارے پر موجود ہے۔ اور بہت سے
لوگ اسجگہ فائز المرام ہوتے ہیں۔

دیگر۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین سے روایت ہے۔ کہ
ایک دفعہ بغداد سے چند اشخاص حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین
زکریا کی قدمبوسی کو عازم ملتان شریف ہوئے۔ اتفاق سے انکا
گذر ایک ایسے مقام پر ہوا۔ کہ وہاں جنگل تھا۔ اور انکو پانچ روز تک پانی نہ ملا
پیاس سے سخت بدحواس ہوئے۔ اور قریب تھا۔ کہ ہلاک ہو جاویں۔ سب نے
حضرت غوث کا نام مبارک لیکر پکارا۔ ایک درویش نمودار ہوا۔ اور اپنے کوزہ
میں سے انکو پانی پلاکر چلا گیا۔ جب یہ لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو سب
نے اپنی ٹوپیاں شیخ کے قدموں میں ڈالیں۔ اور بیٹھ گئے۔ آپ نے اُن سے



راستہ کی تمام سرگذشت دریافت کی۔ جب درویش کے آنے اور پانی پلانے
کا ماجرا بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ وہ درویش کون تھا۔ سب کھڑے
ہوکر آداب بجالائے۔ اور اقرار کیا۔ کہ حضور ہی تھے۔ اور ہم ادب سے عرض
نہ کر سکتے تھے۔

دیگر۔ حضرت شیخ نظام الدین سلطان الاولیا سے روایت ہے۔ کہ ایک
دفعہ حضرت شیخ الاسلام بخارا کی طرف مسافر تھے۔ اور اس جگہ سخت قحط سالی
پڑی۔ جسکا بیان احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتا۔ جب آپکی شہرت بخارا میں ہوئی۔
تو ہزاروں لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔

ہاہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات　　لطف فرما کہ زحد مے گذرد تشنہ لبی

آپ خاموش ہو رہے۔ آخر ایک جلسہ کیا۔ اور حضرت کو بھی مدعو کیا۔ اور عرض کیا

نالی کہ سختی بنہایت رسید　　مصیبت بجاں نہایت رسید

جب سب لوگ میدان میں جمع ہوئے۔ تو حضرت کی خدمت میں یہ عرض کیا۔ کہ آپ
تکلیف فرماکر منبر پر کھڑے ہو کر کچھ ارشاد فرماویں اور [illegible]
جناب میں عرض کریں۔ کہ باران رحمت کا نزول ہو۔ [illegible]
منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور [illegible]
عرض کیا۔ کہ حضرت شیخ الشیوخ کی برکت سے اپنے عاجز [illegible]
فرمایا جاوے۔ اور بارش ہووے۔ ابھی آپ نے یہ بات تمام نہ کی تھی۔ کہ ایک
[illegible] سے بادل نمودار ہوئے۔ اور بارش باراں کا ایسا تار بندھا۔ کہ سات

روز تک تھوڑی بہت بارش ہر روز ہوتی رہی۔

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ چند چور سینہ زور حضرت شیخ الاسلام کے حجرہ میں بارادہ چوری گھس آئے۔ جب آپکی نظر چوروں پر پڑی۔ تو سب آنکھوں سے اندھے ہوگئے۔ اور لگے فریاد کرنے۔ کہ ہم نے توبہ کی براہ خدا! ہمیں اس عذاب دردناک سے چھڑاؤ۔ آپ نے توجہ کی نظر فرمائی۔ اور چوروں کو کھوئی ہوئی دولت پھر ہاتھ لگی۔ سب سچے مسلمان بنکر مومنین کے زمرہ میں داخل ہوئے۔ ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد  فی الحال بصورت طلا شد

دیگر۔ نقل ہے۔ کہ جب شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین اور خواجہ قطب الدین بختیار کی ملاقات ہوئی۔ تو مجلس سماع قائم کی گئی۔ دونو بزرگوار وجد میں آئے۔ اور آٹھ پہر تک دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور جب اس مقام سے جدا ہوئے تو پھر ملاقات نہ ہوئی۔ اور یہ ایک مصرعہ ورد زبان تھا۔

حاجی بسوئے کعبہ رود من بسوئے دوست

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام اپنے حجرہ میں تشریف فرما [illegible] تھے۔ آپ نے ایک نوکر کو حکم دیا۔ کہ جاؤ فلاں صندوق [illegible] لے آؤ۔ [illegible] کہ اس میں [illegible] نوکر گیا اور [illegible] آیا اور نہایت تشویش ناک [illegible] کہ قبلہ! ہر چند توشہ خانہ میں دیکھا گیا۔ وہ صندوق نظر نہیں آئی۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل فرمایا۔ اور کہا الحمد للہ چند روز کے بعد اسی نوکر نے آکر اطلاع دی۔ کہ حضور! وہ صندوق



آج فلاں اسباب کے نیچے سے مل گئی ہے۔ آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ اور زبان مبارک سے وہی الفاظ فرمائے۔ الحمد للہ۔ اور نوکر کو حکم دیا۔ کہ وہ صندوق لے آئے۔ چنانچہ جب صندوق آپ کی خدمت میں پہنچی۔ تو آپ نے مستحقین میں سب مال تقسیم کر دیا۔ اس پر ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ دونو دفعہ الحمد کہنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اہل اللہ کے نزدیک دولت دنیا کا عدم اور وجود یکساں ہے۔ ع نہ جانے کا غم ہے نہ آنے کی راحت۔ سیر العارفین میں بھی اسیطرح لکھا ہے۔

دیگر۔ لکھا ہے کہ ایکدفعہ حاکم ملتان کو غلہ کی سخت ضرورت پڑی۔ حضرت کے لنگر خانہ میں انبار در انبار غلہ موجود تھا۔ اسواسطے حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ غلہ کی سخت ضرورت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ فلاں غلہ کا انبار دے دیا جاوے۔ جب حاکم کے نوکر آئے۔ اور انبار سے غلہ اٹھانا شروع کیا۔ تو ایک گھڑا چاندی کا نکلا۔ حاکم کو اطلاع ہوئی۔ اس نے حکم دیا کہ یہ گھڑا (سبحان اللہ) حضرت غوث کی خدمت میں واپس دیا جاوے۔ کہ یہ غلہ سے نکلا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لیجاؤ۔ یہ نقرہ بھی بخشدیا گیا۔

دیگر۔ حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الحق والدین سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ایک امام مسجد کو نماز آہستہ آہستہ پڑھنے اور خشوع و خضوع کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور لکھا ہے کہ یہ اشعار بھی آپ نے فرمائے تھے۔ ؎

تن درون نماز دل بیرون  گشتہ ہامے کنی بنادانی
اینچنیں حالت پریشاں را  شرم ناید نماز میخوانی

اُس امام نے اپنی غلطی وقصور کا اعتراف کیا۔ اور صدق دل سے حضرت کے سلسلۂ ارادت میں داخل ہوا۔

**دیگر۔** حضرت شمس المشائخ خواجہ **نظام الدین** سے روایت ہے۔ کہ بہت سے لوگ جناب کی خدمت میں آیا کرتے۔ اور زیارت کرکے واپس جاتے۔ ایک دفعہ ایک جماعت حسب معمول آپ کی خدمت میں آئی۔ اور جب رخصت کا وقت آیا۔ تو ایک شخص نے یہ حدیث پڑھی۔ **مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یَذُقْ شَیْئًا فَکَاَنَّمَا زَارَ مَیِّتًا۔** یعنی جب کوئی شخص کسی کی زیارت کو جاوے۔ اور وہاں کچھ نہ کھاوے۔ تو گویا اُس نے ایک مردہ کی زیارت کی۔" آپ نے فرمایا۔ کہ تمہیں شاید معلوم نہیں۔ کہ لوگ دو قسم کے ہیں۔ عوام۔ خواص۔ جو عوام ہیں۔ اُن سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ جب خاص آتے ہیں۔ تو میں اللہ تبارک وتعالےٰ کے کرم سے انہیں سلوک اور معرفت کی تعلیم کرتا ہوں۔ اور یہ تعلیم دنیاوی غذاؤں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور اس سے انکو کمال فائدہ پہنچتا ہے۔ سب سنکر حیران ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ واقعی حضور نے سچ فرمایا ہے ؎

گر خوری یک لقمہ از نان نور ۔۔۔ خاک ریزی بر سر نان تنور

## خواجہ حسن افغان رح

لکھا ہے۔ کہ حضرت غوث بہاء الدین کے یوں تو ہزاروں مرید تھے۔ جو الحمد للہ کے رتبہ کو پہنچے۔ اور جنہوں نے مختلف مقامات میں جا کر رہبری عامہ خلائق



کے واسطے ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ چنانچہ کتاب کے اخیر حصہ میں انکے حالات قلمبند کئے جائینگے۔ مگر یہاں خصوصیت سے ہم خواجہ **حسن افغان** رح کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ المشائخ حضرت **نظام الدین اولیاء** سے مرقوم ہے۔ کہ آپ کے مریدوں میں خواجہ حسن افغان رح کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہاں تک کہ حضرت غوث العالم فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے سوال ہوگا۔ کہ دنیا سے کیا تحفہ لائے ہو۔ تو میں عرض کرونگا۔ کہ **خواجہ حسن** رح کا صدق اور اعتقاد ساتھ لایا ہوں۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ خواجہ حسن افغان کا رتبہ کیا تھا۔

**روایت** ہے کہ ایک دفعہ خواجہ حسن افغان رح کسی کوچہ سے گذرتے تھے۔ کہ اذان سُنی۔ اور مسجد میں پہنچے۔ جھٹ سے ایک مُلا صاحب آگے بڑھے۔ اور امام المسلمین بن کر نماز شروع کی۔ خواجہ حسن افغان رح بھی مقتدی بنے۔ اور نماز کی نیت کرکے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ۔ جب نماز ختم ہوئی۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ خواجہ حسن رح صاحب نے امام صاحب سے فرمایا۔ مولوی جی! یہ کیا نماز ہے۔ آپ یہاں سے دہلی گئے۔ وہاں سے چادریں خریدیں۔ ملتان پہنچے۔ مقتدی پیچھے بھاگ بھاگ کر خوار ہیں۔ یہ نماز ہوئی۔ یا کیا؟ امام بہت منفعل ہوا۔ اور اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اور طالب دُعا ہوا۔

**دیگر۔** ایک دفعہ کسی شہر میں مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ اور مسجد کے محراب کا

جھگڑا تھا۔ کوئی کہتا کہ قبلہ اسطرف ہے۔ دوسرا کہتا کہ نہیں۔ اسطرف ہے۔ خواجہ حسنؒ نے بھی ایک طرف ارشاد فرمایا۔ مگر ایک اور صاحب اسجگہ تھے۔ وہ سایہ کا حساب کرکے کہنے لگے۔ کہ نہیں صاحب! کعبہ شریف اسطرف ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میاں ادہر تو دیکھ۔ جب وہ شخص آپکی طرف متوجہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ سامنے کعبہ شریف نظر آرہا ہے۔ فوراً خواجہ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہا۔ صَدَقْتَ یَا شَیْخ۔

دیگر۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الحقؒ والدین نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے۔ کہ خداوند کریم نے خواجہ حسن افغانؒ کو اسقدر علم لدنی عطا کیا تھا۔ کہ اگرچہ وُہ بالکل اُمّی تھے۔ اور الف کا نام ب تک نہ جانتے تھے۔ مگر لوح محفوظ ان کے آئینۂ دل پر اپنا عکس ڈال رہا تھا۔ چنانچہ اگر انکے سامنے تین مختلف تحریریں۔ آیت کلام اللہ۔ حدیث شریف۔ قول مشائخ میں سے لکھکر شناخت کراتے۔ تو آپ فوراً بتا دیتے تھے۔ کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ جسکا نور عرش عظیم تک نظر آتا ہے۔ اور یہ سطر حدیث شریف کی ہے۔ کہ ساتویں آسمان تک اس کی چمک موجود ہے۔ اور یہ فقرہ کسی شیخ کا فرمودہ ہے۔ کہ آسمان تک اسکی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ حضرت خواجہ حسنؒ افغان بہت نیک آدمی تھے۔ اور کوہ سلیمان کے رہنے والے تھے۔ جہاں اور بھی کئی کامل گذرے ہیں۔ جو متاخرین میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔

خواجہ حسن افغانؒ کے حالات تمام ہوئے۔



نقل ہے۔ کہ جن دنوں میں شیخ ابراہیم عراقی جناب شیخ بہاءالدینؒ زکریا کی خدمت میں رہتے تھے انکی بی بی نے جو حضرت شیخ کی لڑکی تھیں۔ انتقال کیا۔ شیخ نے اُنکے ساتھ اپنی دوسری لڑکی کے عقد کا ارادہ کرکے اپنے بڑے بیٹے شیخ صدرالدینؒ عارف سے مشورہ لیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ میں نے ایک روز ابراہیم عراقی کو خانقاہ کی چھت پر دیکھا۔ کہ اپنا کُرتہ اوپر اُوٹھائے ہوا کہا رہے ہیں۔ پس ایسا آدمی اس نسبت کے قابل نہیں ہے۔ اور شیخ ابراہیم عراقی حضرت شیخ کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف کا ارادہ کرکے ملتان سے چلے گئے۔ اور زیارت حرمین شریفین کرکے روم کیطرف گئے اور شہر قونیہ میں شیخ صدرالدینؒ عارف کو دیکھکر کتاب خصوص نام کو اُونسے پڑھا اور ایک کتاب لمعات نام تحریر کی۔ اور روم میں حسن نام قوال پر جو نہایت خوش صورت اور خوش آواز تھا۔ عاشق ہوکر بہت سی غزلیں کہیں انمیں سے ایک غزل کا مطلع یہ ہے۔

سار طرب عشق چه دانی که چه ساز است ٭ کز زخمهٔ او نه فلک اندر تگ و تاز است

اور پھر روم سے مصر جاکر ایک کفشگر کے لڑکے پر عاشق ہوئے۔ اور پھر ملک شام پہنچکر شہر دمشق میں ایک امیر لڑکے پر فریفتہ ہوگئے۔ اور اسجگہ انکے بیٹے شیخ کبیرالدین نے جو شیخ بہاءالدینؒ زکریا کی لڑکی سے تھے۔ اپنے باپ کی ملازمت حاصل کی غرضکہ اسیطرح ملک بملک پھر کر ۶۸۸؁ ہجری میں انتقال کیا۔ اور انکی اور انکے بیٹے شیخ کبیرالدین کی قبریں شہر دمشق میں شیخ محی الدین عربی کے مرقد کے پیچھے واقع ہیں۔

نقل ہے۔ کہ شیخ بہاءالدین زکریاؒ کے مریدان با اخلاص سے ایک شخص سید امیر حسین ہیں۔ اول مرتبہ اپنے باپ کے ساتھ بطریق تجارت ہندوستان میں آئے۔ مگر اُن دنوں میں

حضرت شیخ کے مرید ہوئے۔ تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اور بعد وفات اپنے باپ کے تجرد اختیار کر کے جو کچھ اپنے پاس رکھتے تھے۔ سب فقرا کو تقسیم کر دیا۔ اور ملتان میں آ کر شیخ بہاء الدین زکریا کے مرید ہوئے۔ اور تین برس انکی خدمت میں رہکر بہت سے کمال حاصل کئے۔ اور اکثر کتابیں مثل نزہۃ الارواح و زاد المسافرین و کنز الرموز وغیرہ باصلاح شیخ لکھیں۔ اور کنز الرموز میں حضرت شیخ اور آپکے فرزند شیخ صدر الدین کی مدح میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیا　　واصل حضرت ندیم کبریا
مفخر ملت بہائے شرع و دین　　جان پاکش رنج صدق و یقین
از وجود او چو ہندوستان　　جنت الماوا شدہ ہندوستاں
منکر روا ز نیک وا ز بد یافتہ ہم　　ایں سعادت از قبولش یافتم
رستہ ہستی چوں ہر دا زایں جہاں　　کرد پرواز ہا بر آسماں
آں بلند آوازہ عالم پناہ　　سرور عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آں مقبول حق　　نہ فلک بر خوان جودش یک طبق

اور سید ابراہیم حسینی چھٹی شوال کو ۸۵۸ھ ہجری میں بمقام ہرات فوت ہوئے۔

نقل ہے۔ کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے مولانا صدر الدین عارف سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ ایکدن میں مولانا نجم الدین سنائی کے پاس گیا انہوں نے مجھے پوچھا۔ کہ کیا شغل رکھتے ہو۔ میں نے کہا کہ تفسیر کشاف اور ایجاز اور عمدہ کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ مولانا نے کہا کہ کشاف اور ایجاز کو آگ لگاؤ۔ اور عمدہ میں مشغول رہو۔ اور



صدر الدین فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار شیخ بہاء الدین زکریا کی خدمت میں آ کر یہ ماجرا بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ ٹھیک ہے۔ اسلئے کہ صاحب تفسیر کشاف اہل دوزخ سے ہے۔ اور ایجاز کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن مجھے اسکا سبب اچھیطرح دل نشین نہوا میں پھر اونہیں کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوا۔ اور رات کو مطالعہ کرتے ہوئے عمدہ کو کشاف اور ایجاز کے اوپر رکھکر سو گیا۔ چراغ سے ایک شعلہ گرا تفسیر کشاف اور ایجاز جل گئی۔ اور عمدہ سلامت رہی۔

شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلوی سے منقول ہے۔ کہ جسوقت شیخ بہاء الدین زکریا شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت سے ملتان آتے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک مسجد میں نزول فرمایا۔ اور اتفاق سے اُسجگہ ایک جماعت قلندروں کی سید جمال الدین مجرد کا بانا پہنے ہوئے اتری جسوقت شیخ عبادت سے فارغ ہوئے۔ اور قلندروں کی طرف نگاہ کی ایک قلندر کو دیکھا۔ کہ اوسکا نور آسمان تک چمک رہا ہے۔ شیخ کو تعجب ہوا۔ اور آہستہ اونکے پاس جاکر کہا۔ کہ اے مرد خدا۔ تم اس قوم میں کیا کرتے ہو۔ جواب دیا کہ اے زکریا ہر قوم میں ایک خاص ہوتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ اس قوم کو اوسکے ساتھ بخشدیتا ہے۔ اور وہ ایک سید تھے۔ عالم و فاضل مجذوب عبد القدوس نام شہر موصل کے رہنے والے۔ اور مقام وطا میں سید جمال الدین مجرد کی قبر پر قلندروں کا بانا پہن لیا تھا۔ غرضکہ شیخ نے اونکو لباس قلندری سے نکالکر عالم جذبہ سے عالم سلوک میں پہنچایا۔ اور مقبرہ اونکا یزد و اصفہان کے درمیان قصبہ نائین میں واقع ہے۔ اور سید جمال الدین ساوجی ؒ ایک مدت شہر مصر میں مفتی رہے۔ اور ایسے بڑے فاضل تھے کہ جب

مسایل میں مشکل پیش آتی - آپ بغیر کتاب دیکھے اُسے حل کر دیتے - اسلئے اہل مصر اونکو کتب خانۂ روان کہتے تھے - اور کہتے ہیں کہ آخر میں اونکو وہ جذبہ پیدا ہوا - کہ ڈاڑہی موںچھ مُنڈا مقام دمیاط جو مصر سے سات آٹھ روز کی راہ پر واقع ہے - اور عہد یوسف علیہ السلام سے اوسوقت تک ویران تھا - بیہوش ہو کر جا پڑے - اور چند روز کے بعد کچھ ہوش میں آکر حیرت زدوں کی طرح بیٹھ گئے - اور نماز روزہ سب چھوڑ دیا - اور علمائے مصر نے اوسجگہ جاکر اونہیں ملحد اور رافضی کہنا شروع کیا - اور ننگ و نام کر کے اُنکے حلق میں ڈالا - مگر جب کچھ نقصان اونہیں نہ پہنچا - تو سب معتقد ہوئے -

## صحیح روایت اس طرح پر ہے - کہ سید جمال الدین مجرد

نہایت حسین و جمیل تھے - چنانچہ مصر کے لوگ اونکو یوسف ثانی کہتے تھے - اور جس طرح کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوئی تھیں - اسی طرح ایک عورت اُمرائے مصر سے سید جمال الدین مجرد پر فریفتہ ہو گئی - اور اُس عورت کے عشق سے تنگ آکر زمین دمیاط کی طرف بھاگ گئے - اور جب وہ عورت فرطِ تعشق سے بیتاب ہو کر اونکے پیچھے روانہ ہوئی - آپ یہ خبر سنکر بہت گھبرائے - اور جناب الٰہی میں اپنے زوالِ حسن کی دعا کی - چنانچہ دعا قبول ہوئی - اور ڈاڑہی موںچھ اور بھووں کے بال گر پڑے - جسوقت عورت نے پہنچکر اونکی وہ شکل دیکھی اوسیوقت محبت جاتی رہی - اور لوٹ کر مصر چلی آئی - اور سید نے اوس بلا سے نجات پاکر اسجگہ رہنا اختیار کیا - ابھی تک ان کا مقبرہ اسی جگہ موجود ہے - اور قلندروں کا ہر روز میلہ لگا رہتا ہے ✣



**دیگر** حضرت سلطان الاولیا شیخ نظام الدین اولیا سے منقول ہے - کہ لاہور کے پاس دریا کے کنارے ایک زمیندار تھا - جو حضرت غوث بہاءالدین کا مرید اور ایک مرتاض آدمی تھا - کچھ زمین اُنکو معافی کے طور پر ملی ہوئی تھی - ایک دفعہ حاکم وقت کا کوتوال جو بٹائی وصول کرتا تھا - ادہر سے گذرا - اور اس درویش کی زمین کی پیمائش شروع کی - اور سختی سے کہنے لگا - کہ تو نے اسقدر سال مفت زمین کا محصول کہایا ہے - اب سب کہایا ہوا مال نکالا جائیگا - اور اگر صاحب تاثیر ہے - تو اپنی کرامت دکہا - ورنہ یار لوگ ابھی صفایا کرنے کو تیار ہیں - اور تمام محصول دینا پڑے گا - اس غریب نے زاری کی - کہ میں غریب مسکین ہوں - کہاں سے کرامت دکہاؤں - مگر وہ شحنہ اسی بات پر مصر رہا کرتا تھا - کہ اس دریا سے پایاب گذر جا - جب اس درویش صفا کیش کو بہت تنگ کیا - تو اُس نے کہا کہ اچھا ! دیکھ ؟ دریا کے کنارے کھڑا ہوا - اور بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم کہہ کر اپنے پیر طریقت حضرت **غوث بہاء الحق والدین** رحمۃ اللّٰہ علیہ کی طرف توجہ کی خدا کی قدرت کہ پانی میں اسطرح سے گذر گیا - جیسے کوئی خشک زمین پر چلتا ہے - وہ شحنہ قدرت خدا کا تماشا دیکھ رہا تھا - کہ وہ جوان دوسرے کنارے پر جا پہنچا - اور آواز دی - کہ کشتی بھیجو - کہا گیا - کہ اسیطرح چلے آؤ - مگر اُس نے قبول نہ کیا - کہ ایسا نہ ہو - یہ نفس شوم عجب و نخوت اختیار کرے -

**دیگر** - اگرچہ حضرت **غوث بہاءالدین** رحمۃ اللّٰہ علیہ کو خداوند کریم نے تحمل و بردباری اعلے درجہ کی عطا کی تھی - مگر زمانے کے کلمت الحق اور پاس شرع شریف نے بعض دفعہ کسی آدمی پر ناراض بھی ہو جاتے تھے - چنانچہ آپکے ایک مرید

خواجہ ابو علی کھیری کا واقعہ حضرت نظام الحق والدین نے اسطرح تحریر
فرمایا ہے۔ کہ خواجہ ابو علی ملتان سے باہر ایک غار میں رہا کرتا تھا۔ ایک
دفعہ حضرت غوث سیر کرتے ہوئے ادھر سے گذرے۔ اور ابو علی سے کلام کرنے
لگے۔ خواجہ ابو علیؒ نے اپنی کسالیت اور خوارق کے دکھانیکے واسطے ایک مٹی
کا ڈھیلہ زمین پر دے مارا۔ جس سے وہ زر خالص ہوگیا۔ حضرت شیخ الاسلام نے
کہا۔ کہ یہ عجب آدمی ہے۔ جواب مجھے اپنا تماشہ دکھاتا ہے۔ خیر خاموش ہوگئے
تھوڑی دیر کے بعد سورج غروب ہوگیا۔ ابو علیؒ نے چراغ کو ذرا سا اشارہ کیا
اور وہ چودھویں کے چاند کیطرح روشن ہوگیا۔ حضرت شیخ الاسلام کو ملال پیدا
ہوا۔ اور کہا۔ کہ ابو علیؒ! شاید تجھے نفس امارہ نے لے لیا۔ آپ تو تشریف لیگئے
مگر ابو علیؒ کا بہت برا حال ہوا۔ اور اسکو نفس امارہ نے شکنجہ میں ڈالدیا۔ طرح
طرح کے مکروہات میں پھنس گیا۔ منجملہ انکے جوع البقر کا عارضہ ہوگیا۔ کھاتے
کھاتے پیٹ نہ بھرتا تھا۔ نہ وہ عبادات میں لطف رہا۔ اور نہ وہ ذوق و شوق
ہی باقی رہا۔ ناچار تنگ آکر لکھنوتی میں حضرت قدوۃ الاولیاء جلال الدین
صاحب تبریزی کیخدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا حال عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا
کہ خواجہ علیؒ! تمہارے واسطے جب تک اجازت نہ ملے۔ دعا نہیں کرسکتا۔ الغرض
ابو علی کی الحاح والتجا پر آپ نے ایک مکتوب حضرت شیخ الاسلام کی
خدمت میں ارقام فرمایا۔ جسکا ماحصل یہ تھا۔
راندۂ آں برادر بما آمدہ است۔ اگر رخصت آں برادر باشد درحق او دعا کنیم



آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ چوں بطرف شما رفتہ است۔ اگر از ان فعل
توبہ کند در حق او دعا بکنید۔ اسپر حضرت جلال الدین صاحب تبریزی
نے پوچھا۔ کہ تو نے اب توبہ کی اس نے عرض کیا۔ کہ ہاں قبلہ! توبہ کی۔ حضرت
شیخ جلال الدین صاحب نے انکے واسطے دعا طلب کی۔ خداوند کریم نے وہی نعمت
دوبارہ عطا کی اور خواجہ ابو علیؒ ہوگیا۔

بگڑی بنجاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

دیگر ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قباچہ بیگ حاکم ملتان آپکے حضور میں آیا۔ اور عرض
کیا۔ کہ اولیائے اللہ کی نشانی کیا ہے۔ اتنے میں ایک مکھی سائل یعنی قباچہ کے ناک پر آبیٹھی
اور ڈنگ مارا۔ قباچہ نے اسے اڑایا۔ پھر آبیٹھی۔ الغرض کئی مرتبہ یہ نوبت آئی
کہ وہ ناک سے مکھی کو اڑاتا۔ مگر وہ پھر آبیٹھتی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اولیائے
اللہ کی نشانی یہ ہے۔ کہ مکھی اسپر نہیں بیٹھتی۔ قباچہ بیگ کا بیان ہے کہ حضرت
غوثؒ کے بدن مبارک پر کبھی نہ دیکھا گیا۔ کہ مکھی آکر بیٹھے۔
دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث العالم شیخ الاسلام سفر
حج سے واپس آرہے تھے۔ اثنائے سفر میں ایک کاغذ تحریری ہاتھ لگا۔ اسپر لکھا
تھا۔ کہ جو کوئی یہ چاہتا ہے۔ کہ اسکا حج قبول ہووے۔ تو وہ حضرت بہاء الدینؒ
کے آستانہ متبرکہ کو بوسہ دیوے۔ ورنہ اسکا حج قبول نہ ہوگا۔ کہتے
ہیں۔ کہ اس سال تقریباً بیس ہزار آدمی ہندوستان کے حج کو گئے
تھے۔ جب یہ راز کھلا۔ سب کے سب ملتان میں جمع ہوئے۔ اور حضرت کے آستانہ

کو بوسہ دینے لگے۔ اسوقت سے لیکر اب تک دستور ہے۔ کہ جب کوئی حج کا ارادہ کرتا ہے۔ تو پہلے ملتان میں حضرت کے آستانہ پاک پر حاضر ہوتا ہے۔ اور واپسی پر بھی عموماً زیارت سے مشرف ہو کر وطن کو جاتا ہے۔ ؎

آستان بوسی کو آتے ہیں فلک سے قدسی
کیوں نہ گمراہ کو اس جا پہ ہدایت ہو گی

دیگر۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک بدکار اور فاسق شخص فوت ہو گیا۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ بہشت میں گل گشت کر رہا ہے۔ پوچھا۔ کہ اے جوان! ابھی تو نیکی کے پاس تک نہ گیا۔ کس بنا پر تیری مغفرت ہوئی۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ واقعی میری حالت کچھ ایسی ہی تھی۔ مگر خداوند کریم بڑا غفور اور رحیم ہے۔ ایکدفعہ میں حضرت غوث کے آستانہ پاک سے گذر رہا تھا۔ اور آستانہ کو بوسہ دیا۔ جب میں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ آواز آئی۔ کہ جس نے حضرت کے آستانہ کو بوسہ دیا ہے۔ دوزخ اس پر حرام ہے۔ ؎

تیرے دربار میں اے غوث جو آجاتا ہے
مخلصی نارِ جہنم سے وہ پا جاتا ہے

دیگر۔ اسی طرح کی ایک اور روایت بھی قلمی کتابوں میں دیکھی گئی۔ کہ حاکم وقت نے کسی قصور پر ایک شخص کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ تھے۔ وہ شخص ایک عرصہ آپکی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک دن آپ نے پوچھا۔ کہ کیا حاجت ہے۔ اُس نے دونو ہاتھ دکھائے۔ اور عرض کی۔ کہ توجہ فرمائیے۔ آپ نے دعا فرمائی۔



اور خداوند کریم نے اس شخص کو دوبارہ زندگی بخشی۔ یعنی دونو ہاتھ درست ہو گئے۔

دیگر۔ ایک دفعہ آپ نے اثنائے وعظ میں فرمایا۔ کہ لوگو! ایک دوسرے سے عناد مت رکھو۔ بلکہ محبت اختیار کرو۔ اور احکام الٰہی کی سرانجامی میں کمر ہمت چست باندھو۔

دیگر۔ حضرت غوث العالم نے ایک دفعہ اثنائے سفر میں ایک مجمع دیکھا۔ جنہیں چند بازیگر تماشہ دکھاتے تھے۔ آپ نے غور سے دیکھا۔ تو ان بازیگروں میں ایک شخص کی پیشانی سے نور چمک رہا تھا۔ حیران ہوئے۔ اور شخص مذکور سے استفسار فرمایا۔ کہ آپ یہاں کہاں۔ اُس بزرگوار نے عرض کیا۔ کہ شیخ بہاء الدین رحؒ! صرف اسواسطے کہ ہر مجمع میں خواص کو دخل ہے۔ ؎ ہر جا گل است خار است۔

دیگر۔ حضرت بابا فرید شکر گنج سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام عالم مشاہدہ و مکاشفہ میں تھے۔ جب محبت کے سمندر میں پہنچے۔ اور خوب سیاحت کی۔ تو عین اس حالت میں اپنے محبوب حقیقی سے سوال کیا۔ یَا رَبِّ اَعْطِنِی خَیْرًا مِنَ الدَّارَیْنِ وَمَا فِیْھِمَا۔ اسوقت یہ آواز سنائی دی کہ اَنْتَ قُطْبُ الْعَالَمِیْنَ حضرت نے عرض کیا۔ یَا رَبِّ زِدْنِی جواب ملا کہ اَنْتَ غَوْثُ الْعَالَمِیْنَ پھر آپ نے عرض کیا۔ زِدْنِی یَا رَبِّ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا۔ بعد ھٰذَا دَرَجَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَیْسَ الرِّسَالَۃُ بَعْدَ خَتْمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ مُّصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَلٰکِنِ اَعْطَیْنَاکَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَائِیْ اَنْتَ

الشَّیخِ الکَبِیرِ المُنِیرِ وَلِلّٰہِ الاَسْمَاءُ الحُسنٰی فَادعُوہُ بِھَا۔ حضرت فریدالدینؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپ اسکے بعد حالتِ صحو میں آئے اور فرمایا۔ اِذَا قَالَ ذُو حَاجَۃٍ اَوْ صَاحِبُ ھَمٍّ فِی کُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ اِحدٰی وَعِشرِینَ یَومًا اِحدٰی وَعِشرِینَ مَرَّۃً۔ الٰہی بحرمت وبرکت شیخ الاسلام قطب العالمین وغوث الثقلین شیخ الکبیر المنیر بہاء الحق والشرع والدین محمد زکریا قدس سرہ العزیز۔ اِقضِ حَاجَتِی قَضَی اللّٰہُ حَاجَتَہٗ دِینِیَّۃً اَو دُنیَوِیَّۃً وَغَفَرَ ذُنُوبَہٗ وَاِن نَوٰی اِیمَانَہٗ حَفِظَ اللّٰہُ اِیمَانَہٗ وَاِن لَم یَاتِ حَاجَۃً فَاَنَا ضَامِنٌ فِی یَومِ القِیَامَۃِ وَلَم یَزِل حَتّٰی یَقُولَھَا فِی کُلِّ یَومٍ ھٰذِہِ الاَسْمَاءُ بِھٰذَا الطَّرِیقِ۔

یعنی جب کسی کو کوئی حاجت آپڑے۔ یا کوئی مہم پیش آئے۔ تو اُسے چاہیے۔ کہ گیارہ دن ہر صبح وشام کو گیارہ دفعہ یہ کلام پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسکی مشکل کو آسان کردیگا۔ کلام یہ ہے۔ الٰہی بحرمت وبرکت سے لیکر اقض حاجتی تک۔ اس سے نہ صرف اسکی مشکل حل ہوگی۔ بلکہ اسکے گناہ بھی خداوند کریم بخشدیگا۔ اور جس نے استقامت ایمان کیواسطے یہ دعا پڑھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم سے اسکا ایمان محفوظ رہیگا۔ اور اگر تبرک کے طور پر پڑھتا ہے۔ اور کوئی حاجت یا سوال نہیں کیا۔ تو میں اسکا قیامت کے دن کا ضامن ہوں۔ اور چاہیئے کہ ان اسماء کا ہر روز تکرار کرے۔

دیگر۔ حضرت موصوف بابا فریدؒ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن مجھے آپ کے



دربارِ فیض آثار میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا۔ سلوک کے متعلق گفتگو ہورہی تھی۔ دفعتہً آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ چہرہ مبارک پژمردہ سا ہوگیا۔ اور آپ نے کلمہ استرجاع اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھنا شروع کیا۔ دعاگو نے دریافت کیا۔ کہ یا حضرتؒ! یہ کیا حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اُٹھئے اور ملاحظہ کیجئے۔ جب میں کھڑا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بغداد شریف کے دروازہ میں نمازِ جنازہ ہورہی ہے اور شیخ سعدالدینؒ صاحب جو ایک کامل بزرگ تھے۔ انتقال کرگئے ہیں۔

شیخ سعدالدین کا انتقال

دیگر۔ حضرت گنجشکرؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے خلوت گاہ سے باہر تشریف لائے۔ اور سواری کا گھوڑا طلب فرمایا۔ اور سوار ہوکر شہر ملتان کی سیر کو روانہ ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ منادی کردو۔ آج جو شخص حضرت بہاءالدینؒ کا روئے مبارک دیکھ لیگا۔ تو عذابِ دوزخ سے اسکا ضامن میں ہوں۔ جب یہ آواز اہلِ اشتیاق نے سنی۔ تو گروہ در گروہ آپکی زیارت کو جمع ہوئے۔ آپ نے خداوند کریم کو حاضر ناظر کہہ کر فرمایا۔ کہ مجھے غیب سے ندا آئی ہے۔ کہ بہاءالدینؒ! جو آج تیرے روئے مبارک کو دیکھ لیگا۔ قیامت کے دن آتشِ دوزخ اسپر حرام ہے۔ پس میں کیوں بخل کروں۔

یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ اور اسکی تصدیق مختلف مشائخ کے اقوال سے ہوسکتی ہے۔

دیگر۔ روایت ہے کہ جب خاندانِ غلاماں کا پہلا بادشاہ قطب الدین ایبک ہندوستان میں ایک ذیشان حکمران گذرا ہے۔ اور دہلی میں قطب مینار

اسکی زندہ نشانی موجود ہے۔ فوت ہو گیا۔ تو اس نے اپنے غلام شمس الدین التمش کو آزاد کر کے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ یہ بادشاہ خاندانِ غلامان میں نہایت عاقل اور صاحب ہمت ہو چکا ہے۔ اسکی حکومت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ قطب الدین ایبک کی وفات کیوقت ناصر الدین قباچہ ملتان کا گورنر تھا۔ اور ناصر الدین کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ التمش کی فرمانبرداری سے منہ نہ پھیرے۔ اور ہمیشہ شاہِ دہلی کی اطاعت و انقیاد کو اپنا فرض جانے۔ مگر ناصر الدین نے قطب الدین کے وفات کے بعد بغاوت اختیار کی۔ اور احکام شرع کا رواج برائے نام رہ گیا۔ اور شریعت کی حد جاری نہ ہونے کے سبب بادشاہ کے متعلقین اور نوکروں نے فسق و فجور شروع کیا۔ اسپر حامیانِ شرع رسول کو بہت رنج آیا۔ اور حضرت غوث العالمینؒ اور قاضی شرف الدین اصفہانی نے دہلی میں بادشاہ کے پاس اس امر کی اطلاع بھیجدی۔ کہ یہاں شرع شریف کی بہت بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اور فسق و فجور کا بازار گرم ہے۔ اتفاق سے یہ دونو خطوط پکڑے گئے۔ اور ناصر الدین حاکم ملتان کے ہاتھ لگے۔ وہ انکو پڑھکر مار پیچیدہ کیطرح پیچ و تاب کھانے لگا۔ اور حضرت غوثؒ اور قاضی صاحب کو طلب کیا۔ جسوقت یہ دونو بزرگوار رونق افروز ہوئے۔ شیخ الاسلام کو اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اور قاضی صاحب کو سامنے کرسی پر بٹھایا گیا۔ اور ان کا نوشتہ انکے حوالہ کیا۔ قاضی صاحب اسے دیکھکر از بس منفعل و شرمگین ہوئے



اور خوف کے مارے سر جھکا لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ ناصر الدین نے قاضی صاحب کو اسی دم تیغ بیدریغ کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اسکے بعد دوسرا خط حضرت غوثؒ کے حوالے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ بیشک میرا مکتوب ہے۔ لیکن میں نے اسے فرمانِ حق کے مطابق لکھا ہے۔ کوئی کیا کر سکتا ہے۔ قباچہ یہ کلام سنکر متحیر ہو گیا۔ اور دہشت اور رعب سے کانپنے لگا۔ اور قدمبوس ہو کر آپ کو باعزاز و اکرام رخصت کیا۔

دیگر۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کو مجلس سماع کا چنداں شوق نہ تھا۔ مگر ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ عبداللہ نام قوال روم سے آیا۔ اور آپ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ حضرت شیخ الشیوخؒ حضرت شہاب الدین سہروردی نے اس غلام سے قوالی سنی ہے۔ اگر آپ بھی استماع فرمائیں۔ تو غریب نوازی سے دور نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو حضرت پیر و مرشد نے سنا ہے۔ زکریا بھی اسکو سنیگا۔ بعدہٗ پہر رات گئے۔ آپ حجرہ میں تشریف لائے۔ اور مجلسِ سماع منعقد ہوئی۔ عبداللہ قوال نے یہ بیت تکرار سے ادا کی۔ ؂

مستاں کہ شراب ناب خوردند   از پہلوئے خود کباب خوردند

آپ پر وجد کا عالم طاری ہوا۔ کھڑے ہو گئے۔ اور چراغ کو گل کر دیا۔ عبداللہ کہتا ہے۔ کہ مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ آپکی کیا کیفیت ہے۔ البتہ آپ کا دامن نظر آتا تھا۔ اسکے سوا اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ بعد کچھ وقفہ کے آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اور میں معہ رفیقوں کے حجرہ کے اندر رہا۔ جب صبح

ہوئی۔ تو آپ نے اپنے خادم کے ہاتھ ایک خلعت اور بیس روپے انعام کے طور پر عطا فرمائے۔ میں یہ تبرک لیکر حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں سے رخصت ہو کر دہلی پہنچا۔ اور حضرت شیخ نظام الحق والدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اہل مجلس کو خوش کیا۔ چنانچہ حضرت نظام الدین قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ میں عبداللہ قوال کو خوب جانتا تھا۔ ایکبار وہ دہلی سے رخصت ہو کر وہ اجودھن پہنچا۔ اور بابا فرید قدس سرہ العزیز کے قدموں میں گر کر عرض کیا کہ دعا فرمائیے۔ کہ ان دنوں راہ پر خطر ہے۔ اور اس غلام نے ملتان جانا ہے آپ نے دعا فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ فلاں مقام پر جو تالاب آتا ہے۔ آگے تک تو اس فقیر کا علاقہ ہے۔ وہاں سے حضرت غوث العالم کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ الغرض عبداللہ قوال رخصت ہو کر اس تالاب تک پہنچا۔ جب آگے روانہ ہوا۔ تو چند راہزن ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے آموجود ہوئے۔ اور قریب تھا کہ عبداللہ کو شہید کر ڈالیں۔ اسوقت اسکی عجب حالت تھی۔ بید کی طرح کانپنے لگا۔ موت کی بھیانک تصویر اسکی آنکھوں کے سامنے تھی۔ دنیا تیرہ و تار نظر آرہی تھی۔ اسی پریشانی اور سراسیمگی کی حالت میں حضرت غوثؒ کا اسم مبارک زبان پر لیا۔ اور نہایت خلوص سے التجا کی۔ کہ یا حضرت اسوقت اس خستہ حال سائل کی جو موت کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ دستگیری فرمائیے۔ اسیوقت خداوند کریم نے انکے دل میں ہیبت ڈالی۔ اور وہ دوسری طرف کو چلے گئے۔ جب عبداللہ نے وہاں سے مخلصی پائی۔ تو حضرت غوثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ایک رنگین غیر مشتمی



کندھوں پر چادر ڈالی ہوئی تھی لکھا ہے۔ کہ یہ قیمتی چادر ناگور کے علاقہ میں تیار کیجاتی تھی۔ جب آپ نے اُسے اس لباس میں دیکھا۔ فرمایا۔ کہ عبداللہ یہ لباس شیطانی ہے۔ اُسے اُتار ڈالو۔ عبداللہ کو جو یہاں نووارد آدمی تھا۔ یہ سخن شاق گذرا۔ اور گستاخانہ کہا۔ کہ لوگوں کے گھروں میں خزانے جمع ہیں۔ اُن سے تو کچھ نہیں کہتے اور میرے اس جامہ کہنہ پر عیب لگاتے ہیں۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اے عبداللہ ہوش میں آ۔ وہ وقت یاد کر جبوقت کہ رہزنوں نے تجھے چوطرف سے گھیر لیا تھا۔ اُسوقت کے اضطراب کو یاد کر۔ عبداللہ ازبس شرمندہ ہوا اور اسی طرح سے اپنا قصور معاف کرایا۔

دیگر۔ آپؒ کے مریدوں میں سے ایک صاحب شیخ بدر سجستانی تھے۔ اُن کا قیام اکثر لاہور میں رہا کرتا تھا۔ وہ ایک دن نمازِ عید پڑھنے کیواسطے عیدگاہ کو جا رہے تھے۔ آسمان کیطرف منہ کیا۔ اور ہاتھ اٹھا کر عرض کیا۔ خداوندا ہر غلام اپنے مالک سے آج عیدی مانگتا ہے۔ اور میں تجھ سے عیدی مانگتا ہوں۔ ؎

بیک عمر در نعمت زیستم — گدائے درت نیستم کیستم
اگر ہست بنمائے از ویک سرم — وگرنہ بہ حرماں مراں از درم

غیر از تو گر درسے ندارم
دریاب کہ دیگرے ندارم

جب دعا سے ہاتھ اٹھائے۔ تو ایک کاغذ ہاتھ لگا۔ جسپر لکھا تھا۔ کہ ہم نے دوزخ کی آگ تم پر حرام کر دی۔ عیدگاہ میں تمام حاضرین نے یہ کرامت دیکھ کر شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ایک شخص آگے بڑھا۔ کہ یا حضرت آپ نے یہ عیدی غیب سے پائی ہے۔ مجھ کو بھی عیدی ملنی چاہیے۔ شیخ بدر سجستانی نے وہ کاغذ

کا ٹکڑا اسکے حوالہ کیا۔ کہ یہ عیدی تجھے مبارک ہو۔ قیامت کے دن میں
جاودان۔ اور از آتش دوزخ ۔۔ ؎

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

دیگر۔ روایت ہے کہ ایک بار حضرت کے دسترخوان پر بہت سے مہمان
جمع تھے۔ جب دسترخوان بچھایا گیا۔ تو سب بزرگوار کھانے میں مصروف ہوئے۔
ایک شخص شوربہ میں روٹی تر کرکے کھاتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ شخص بہترین
طعام کھاتا ہے۔ کیونکہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ فضیلت طعام ترکی دیگر
اطعمہ پر ایسی ہے۔ جیسی کہ میری فضیلت جملہ انبیا پر ہے۔

دیگر۔ کتاب سیر العارفین کے مؤلف حضرت مولانا جمالی رحمۃ اللہ
علیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب مجھے بیت اللہ شریف جانے کی آرزو پیدا ہوئی۔ تو میں حضرت
غوث العالم کی مزار پرانوار پر حاضر ہوا۔ اسوقت شیخ صدر الدین رح
عارف سجادہ نشین تھے۔ مجھے انکی ملاقات سے از حد مسرت حاصل ہوئی۔
آپ نے میرے حال پر بڑی مہربانی فرمائی۔ اور اس خاص حجرہ میں جس میں
حضرت غوث العالم مجاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔
اور صبح شام کھانا اپنے ساتھ کھلاتے تھے۔ الغرض چالیس یوم اسی حال میں
گذرے۔ اور میں رخصت کا طالب ہوا۔

ایک رات حضرت غوث العالم کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ میں نے



قدمبوس ہوکر عرض کیا۔ کہ دعا فرمائیے۔ کہ خداوند کریم زیارت بیت اللہ شریف
سے مستفید اور سعادت مند کرے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ صبح کو میں بیدار
ہوا۔ تو سجادہ نشین صاحب سے خواب کا ماجرا بیان کیا۔ کہ مجھے عالم رویائے
میں حضرت غوث العالم نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ کہ سید ابرار حبیب
پروردگار کے روضہ پرانوار پر حاضر ہوجیو۔ تو ہماری طرف سے بھی تحفہ نیاز وسلام
عرض کریو۔ جب سجادہ نشین صاحب نے میری گفتگو سنی۔ تو فرمایا۔ کہ صاحب
کم سے کم ایک مہینہ تو اور قیام کرو۔ پھر خوشی ہو۔ تو چلے جانا۔ الغرض میں نے
ہرچند اجازت طلب کی۔ مگر ایک نہ سنی گئی۔ بالآخر میں نے یہ عرض کیا۔ کہ
حضرت ابو الفتح رکن عالم صاحب کے روضہ پر رہونگا۔ یہ مقام اسوقت
نہایت پرفضا تھا۔ اور سجادہ نشین صاحب بھی اسجگہ تشریف لایا کرتے
تھے۔ اور میرے حال پر بڑی مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔ اس مقام پر ایک
درویش صوف کیش مولٰنا کمال الدین بھی مقیم تھا۔ جو جنبی کے
عرف سے معروف تھا۔ اُسے ایک حجرہ رہائش کے واسطے ملا ہوا تھا۔ نماز فریضہ
کے ادا کرنے کے واسطے اپنے حجرہ سے نکلتا۔ ورنہ رات دن عالم مشغولی میں رہتا۔
اور ذکر الٰہی سے اُسپر وجد کی کیفیت طاری رہتی۔ اور اسکے دل کی حرکت عام
مشاہدہ سے معلوم ہوتی۔ یہ درویش بہت معمر تھا۔ اور میرے نزدیک اسّی نوّے
سال سے اسکی عمر کم نہ تھی۔ فقیر جمالی کے حال پر اس درویش کی بھی از حد
مہربانی تھی۔ اسکے مطالعہ میں احیاء العلوم اور عوارف المعارف

دو کتابیں دیکھی جاتی تھیں۔ الغرض حضرت رکن عالم صاحب کے روضہ پاک
پر ایک ماہ کے قریب مقیم رہا۔ اور طرح طرح کے فیوض حاصل ہوئے۔ وہاں سے
رخصت ہو کر حج بیت اللہ و زیارت روضہ خاتم النبیین سے مشرف ہوا
اور بخیریت واپس آیا۔

**دیگر۔** روایت ہے کہ حضرت غوث العالم کو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ الشیوخ
**شہاب الدین** عمر سہروردی نے دعا کی تھی۔ کہ ہر کہ ترا بہ بیند۔
و ہر کہ بعد از جنازہ ترا بہ بیند و ہر کہ بعد از جنازہ مزار ترا بہ بیند۔ او را
بدوزخ کار سے نباشد۔

**دیگر۔ حضرت جلال الدین** صاحب بخاری ثم اوچی آپ کے مریدان
با اخلاص میں سے ہیں۔ انکے والد ماجد کا اسم گرامی سید علی بزرگوار تھا۔
حضرت جلال الدین اپنے والد ماجد سے ہی جناب غوث العالم کے مناقب اور
کمالات کو سن سنکر زیارت اور ملاقات کے اشتیاق میں ملتان میں پہنچے
اور آپ کے ہاں اُترے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ملتان کی گرمی سے بہت
گھبر لئے۔ اور بخارا کی برف یاد آنے لگی۔ حضرت غوث العالم
اسوقت خلوت گاہ میں تھے۔ اس اثناء میں آپکا ایک خادم آیا۔ اور مجلس خانہ
اور مسجد کے فرش لپیٹ گیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ سفید بادل آسمان پر
دکھائی دیا۔ اور موسلادھار بارش ہونے لگی۔ اور صحن مسجد میں ایسی ژالہ باری
ہوئی۔ کہ حضرت جلال الدین صاحب ژالہ چن چن کر کھانے لگے۔ چند آدمی شہر

بخارا کی برف اور ملتان کا ژالہ



کے موجود تھے۔ وہ بھی ایک دو بڑے ژالے اُٹھا کر لے گئے۔ مگر تعجب یہ تھا کہ بارش
ہر جگہ تھی۔ مگر کسی اور مقام پر ژالے نہ دیکھے گئے۔ اسوقت حضرت شیخ الاسلام
نماز ادا کرنیکے لئے باہر تشریف لائے۔ اور سید صاحب سے مسکرا کر ارشاد
فرمایا۔ ع تیغ بخارا بہتر است یا ژالہ ملتان۔ سید صاحب نے
عرض کیا۔ کہ اس صورت میں تو **ژالہ ملتان** سو درجہ اچھا ہے۔ آپ بہت مسرور
ہوئے۔ اور اسی دن خرقہ خلافت عطا کر کے نعمت باطنی سے مالا مال کر دیا۔ حضرت
**سید جلال** صاحب عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ حاصل
کرتے رہے۔ اسکے بعد حسب الارشاد پیر و مرشد تبلیغ رسائی خلائق پر متوجہ
ہوئے۔ اور بلدہ **اوچ** میں آپ کا مزار ہے۔

**دیگر۔** یہ واقعہ تو حضرت جلال الدین صاحب کا آپ مطالعہ کر چکے۔ اب ایک
اور برگزیدہ مرید **شیخ فخر الدین عراقی** کے مرید ہونے کے دلچسپ حالات
ملاحظہ کیجئے۔ لکھا ہے۔ کہ شیخ فخر الدین صاحب حضرت **غوث العالم**
کے ہمشیرہ زاد تھے۔ بڑے دانشمند علم معقول و منقول میں یگانہ روزگار اور شہر
ہمدان میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں ایک عالیشان مدرسہ قائم کر کے درس تدریس
میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مدرسہ کے پاس ایک حجرہ اور حوض بھی اپنے خرچ سے
تیار کرایا تھا۔ اور خود وسخاوت میں شہرہ آفاق تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔
کہ ایک جماعت قلندر بچی انکے مدرسہ میں آئی۔ شیخ نے حسب معمول انکی
دعوت کی۔ کہتے ہیں۔ کہ عشق مجازی عشق حقیقی کی پہلی سیڑھی ہے۔ الفاق

سے ان قلندروں کی جماعت میں ایک نہایت حسین لڑکا بھی تھا۔ جب شیخ صاحب کی نظر اس پر پڑی۔ از حد فریفتہ ہو گئے۔ اور کئی روز تک قلندروں کی زور شور سے دعوت کی۔ تاکہ اس طفل پری کے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ قلندروں کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ اور وہ کئی روز تک بلا ضرورت اسجگہ دعوت پر دعوت اڑاتے رہے۔ مگر آخر رخصت طلب کی۔ اور وہ غارتگر دل و ایماں بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ شیخ صاحب کے دل پر تو عشق کا تیر لگ چکا تھا۔ اور وہ قلندروں کے ایام قیام میں ہی درس و تدریس کا شغل چھوڑ بیٹھے تھے۔ اب اس پری جمال جادو تمثال شکل کو نہ دیکھ کر از بس بیقرار ہو گئے۔ اور صبر و شکیبائی کا دامن چاک کر کے قلندروں کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ جب اس قوم نافرجام کے پاس پہنچے۔ تو سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ صاحبزادہ! آپ مرد بزرگ، عالم اور متقی ہیں۔ آپ کا اور ہمارا ساتھ رہنا غیر ممکن ہے۔ اگر آپ بھی چار ابرو کا صفایا کرا لیں۔ تو البتہ ہماری مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ شیخ تو متاع صبر و شکیبائی اس دلربا کے ہاتھوں فروخت کر چکا تھا۔ چار ابرو کا صفایا کرایا۔ اور اس ناپاک گروہ میں شامل ہو گیا۔

اس موقعہ پر مولانا حالی کے اشعار بہت برمحل معلوم ہوتے ہیں۔

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا — جس گھر سے سر اٹھایا اسکو بٹھا کے چھوڑا
ابرار تجھ سے ترساں احرار تجھ سے لرزاں — جو زد پہ تیری آیا اسکو گرا کے چھوڑا
فرہاد کوہکن کی لی تو نے جان شیریں — اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا



الغرض شیخ فخر الدینؒ کا دل قلندروں کے پنجے میں پھنس گیا۔ اور سفر کرتے ہوئے ملتان میں وارد ہوئے۔ اور چونکہ دیگر قلندر بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کے ڈیرے پر اترے۔ یہ بھی انکے ساتھ آئے۔ حضرت غوثؒ نے انہیں فوراً پہچان لیا۔ مگر ظاہر نہ کیا۔ دوسرے دن قلندروں نے جانے کا ارادہ کیا۔ اور حضرت فکرمند ہوئے۔ اس اثنا میں ایک نہایت تیز آندھی آئی۔ کہ آسمان تیرہ و تار ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ اس آندھی میں قلندر منتشر ہو گئے۔ کسی نے کوئی راستہ لیا۔ اور کوئی کہیں کو چلا گیا۔ چونکہ ہدایت منجانب اللہ تھی۔ شیخ فخر الدینؒ لوٹ کر خانقاہ کے دروازے پر آکھڑے ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اندر بلایا۔ اور سینہ سے لگا کر فیضان عطا کیا۔ اس برکت سے لڑکے کا عشق دل سے چلا گیا۔ اور نور معرفت جلوہ گر ہوا۔ حضرت غوثؒ نے ان پر از حد شفقت فرمائی۔ اپنا لباس پہنایا۔ اور روز مرہ کے لطف و مہربانی کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ شیخ فخر الدینؒ اپنے ماموں کے مرید ہوئے۔ اور عرصہ تک آپکی خدمت میں رہ کر استفادہ حاصل کرتے رہے۔ خداوند کریم نے علم کی روشنی اور فضیلت تو پہلے عطا کی تھی۔ نور معرفت کے جلوہ گر ہونے سے نقش علیٰ نفوسہم کا نقش ہو گیا۔ مجاہدہ و ریاضت سے کاملیت کے درجہ پر پہنچے۔ یہاں تک کہ آپنے اپنی دختر بلند اختر جسے رابعہ ثانی کہیں۔ تو بجا ہے۔ حضرت فخر الدینؒ کے ساتھ منسوب کر دی۔ الغرض شیخ فخر الدینؒ انواع و اقسام کی تجلیات باطنی اور کمال روحانی سے بہرہ یاب ہوئے۔ اور کتاب لمعات جو آپ کی تالیفات میں

بہت مشہور ہے۔ لکھنے کا ارادہ کیا۔ مگر پہلے حج بیت اللہ سے مشرف ہو
اور زیارت روضہ رسول اللہ صلعم سے مشرف ہو کر روم میں پہنچے۔ اور شہر
قونیہ میں شیخ صدر الدین قونوی سے ملاقات کی۔ یہ بزرگوار حضرت شیخ
محی الدین عربی کے سجادہ نشین تھے۔ ایک دوسرے کی ملاقات سے خوب
لطف آیا۔ اور کتاب مذکورہ بھی اسی اثنا میں لکھی گئی۔ شیخ فخر الدین نے
اپنے پیرومرشد کی شان میں عجیب عجیب قصائد بھی لکھے تھے۔ امتداد
زمانہ سے اب کوئی قصیدہ نظر سے نہیں گذرا۔ جو اسجگہ قلمبند کیا جاتا۔
سیر العارفین کے مؤلف حضرت شیخ جمالی صاحب رحمتہ اللہ علیہ
تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شہر دمشق میں ایک محلہ صالحیہ مشہور ہے۔ وہاں آپ کا
مزار ہے۔ حضرت محی الدین کا جسد مبارک بھی اسی جگہ زمین میں پنہاں
اس دیار کے زائر دونوں مزاروں کی بابت اسطرح اشارہ کیا کرتے ہیں۔
"ھٰذا البحر العرب" یہ قبر حضرت محی الدین عربی کی ہے
"ھٰذا البحر العجم" یہ قبر حضرت فخر الدین کی ہے۔
دیگر۔ ایک اور مرید آپ کے شیخ صدر الدین احمد بن شیخ نجم الدین
ہروی ہیں۔ جو سید حسین کے نام سے مشہور ہیں۔ انکی تصنیفات نظم و نثر
بکثرت مقبول اور پسندیدہ عام و خاص ہیں۔ چنانچہ نثر میں نزہت الارواح
اور طرب المجالس اور نظم میں زاد المسافرین اور کنز الرموز
اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر ملتان میں ہی تصنیف کیں۔ اور جناب

شیخ الاسلام نے ان کتب کا ملاحظہ فرما کر تحسین آفرین کی۔ کتابوں کی تعریف
میں اسقدر لکھنا کافی ہے۔ کہ حضرت غوث نے انکو پسند فرمایا۔ گلشن راز
جو ایک اعلےٰ درجہ کی پر مغز کتاب ہے۔ شیخ محمود شبستری کی تصنیفات میں
ہے۔ یہ دراصل ان سوالات کا جواب ہے۔ جو سید حسین نے شیخ محمود سے
کئے تھے۔ سید حسین صاحب کے مرید ہونے کا واقعہ اسطرح ہے۔ کہ انکے
والد ماجد بغرض تجارت ملتان میں آئے تھے۔ اور آپ کی زیارت کے
متمنی ہوئے۔ جب انکے والد فوت ہو گئے۔ تو تمام دولت درویشوں میں تقسیم
کرکے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تین سال تک بڑے بڑے مجاہدے
کئے۔ اور فیضان الٰہی حاصل کرکے موضع ہری کو چلے گئے۔ آپ کا مزار مبارک
اسجگہ ہے۔ اور لوگ دوشنبہ کے روز زیارت کو جاتے ہیں۔ عجب پر فضا
مقام ہے۔ مولانا شیخ جمالی رقم طراز ہیں۔ کہ جب میں آپ کی مزار پر انوار
حاضر ہوا۔ تو انہی دنوں میں مولٰنا بالفضل اولٰنا شیخ عبد الرحمٰن
جامی اور مولانا عبد الغفار قدس سرہما بھی سید صاحب کی زیارت
تشریف لائے تھے۔ بعد حصول زیارت ہم نے نماز عصر اسجگہ پڑھی۔ اور
بہت کچھ کمال مشاہدہ میں آئے۔
دیگر کہتے ہیں کہ مولٰنا قطب الدین جو علامہ روزگار تھے۔ فقرا کو
حقارت سے دیکھتے تھے۔ اور اولیائے اللہ پر ان کا چنداں اعتقاد
نہ تھا۔ بوجہ اس امر کے کہ العلم حجاب الاکبر مشہور ہے۔ مگر اثر صحبت

سے یہ بداعتقادی عرصہ تک نہ رہی۔ کیونکہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ایک عزیز نے مولف صاحب سے استفسار کیا۔ کہ فقراء پر آپ کے اعتقاد نہ رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ کہ ساری عمر میں ایک درویش مجھے ملا ہے۔ کہ اسکی مثل دوسرا نظر نہیں آیا۔ ایک دفعہ بمقام کاشغر مقیم تھا۔ ایک قلم تراش (چاقو) جو میرے پاس بہت تحفہ اور نفیس تھا۔ اسکا دستہ ٹوٹ گیا۔ میں نے بہت سے لوہاروں دستکاروں کو دکھایا۔ کہ اسکا دستہ درست کر دیا جاوے۔ بالآخر مجھے ایک درویش معمر کا پتہ دیا گیا۔ کہ وہ بہت بڑا کاریگر ہے۔ اور صاحب کمال ہے۔ میں اسکی خدمت میں پہنچا۔ اور اسکی نورانی شکل مشاہدہ کر کے چاقو اسکے ہاتھ میں دیا۔ اور تمام قصہ عرض کیا۔ پیر روشن ضمیر نے ایک نظر بھر کر دیکھا۔ اور قلم تراش میرے ہاتھ سے لیکر کہا۔ کہ ذرا آنکھیں بند کر لے۔ مگر گوشۂ چشم سے دیکھتا رہا۔ کہ یہ بزرگ کیا کرتے ہیں۔ وہ چاقو کو ہونٹ تک لے گیا۔ اور اسپر کچھ پڑھکر پھونکا اور چاقو میرے ہاتھ میں دیا۔ میں ازحد متعجب ہوا جب دیکھا۔ کہ میرے چاقو کا دستہ بعینہ پہلے کی طرح جیسا تھا ویسا ہی لگ گیا۔ میں قدموں پر گر پڑا۔ اور ایک روپیہ دینا چاہا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ بلکہ فرمایا۔ کہ تمہاری چیز درست ہو گئی ہے اب مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو۔ اس شخص نے یہ قصہ سنکر کہا۔ کہ اس بزرگ لوہار کا نام نجم الدین یوسف ہے۔ اور وہ تو حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین کا مرید ہے۔ مولانا یہ سنکر حیران رہ گئے۔



اس موقع پر یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اس بزرگ نے اجرت نہ لی۔ اور یہ امر واقعی ہے۔ کہ بزرگوں نے طلب حلال کیواسطے ازحد سعی کیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم کی بابت مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کو اپنی عبادت میں لطف نہ آیا۔ بلکہ بیقدر اضطراب اور بے چینی محسوس ہوئی۔ حیران ہوئے۔ کہ کونسا قصور ہو گیا ہے۔ جس سے میں معرض عتاب میں ہوں۔ آخر وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور بیت المقدس کا رخ کیا۔ رات کو ایک مسجد میں پہنچے۔ چونکہ سردی کے دن تھے۔ اسواسطے یہ اول حصۂ شب میں مسجد کے بوریا میں جو کسی کونہ میں پڑا تھا۔ چھپکر سو گئے۔ جب نصف شب گذری۔ چند بزرگ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں داخل ہوئے۔ اور جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو مکالمہ شروع کیا۔ ایک بزرگ بولے کہ آج ابراہیم ادہم صاحب بحالت مسافری اس مسجد میں وارد ہوئے ہیں۔ اور بوریا میں چھپکر سو رہے ہیں۔ دوسرا بولا۔ کہ کیا سبب انکے یہاں آنے کا ہے۔ پہلے بزرگ نے جواب دیا۔ کہ بیچارے کو عبادت میں لطف اور اطمینان نہ آتا تھا۔ کیونکہ فلاں شہر میں ایک میوہ فروش کی دوکان سے خرما خریدی۔ اور ایک دانہ خرما کا زمین پر جا پڑا۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ انکے مال سے گرا ہے۔ وہ دانہ خرما کا کھا لیا۔ لیکن دراصل وہ دوکاندار کا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک دانہ خرما کا انکو اسقدر پریشان کر رہا ہے۔ اب جب تک اس دوکاندار سے خرما کا دانہ نہ بخشوائینگے۔ عبادت میں لطف نہ آئیگا۔ حضرت ابراہیم ادہم صاحب

یہ سب گفتگو چپکے چپکے بوریہ کے اندر سُن رہے تھے۔ اور دل میں خوش تھے کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ وہاں سے سیدھے جہاں شہر پہنچے۔ اور بڑی عاجزی سے وہ دانہ خرما کا بخشوایا۔ اور پھر عبادت میں لطف آیا۔ سبحان اللہ جل شانہ

کسی بزرگ کا قول ہے۔ شعر

ہر گناہ زنگیست بر مرآتِ دل   دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

اسی طرح حضرت امام اعظم رح کے والد ماجد حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے۔ کہ آپ ایک ندی کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سیب پانی میں بہا چلا آتا ہے۔ جسے پکڑ کر کھا گیا۔ مگر فوراً خیال آیا۔ کہ میں نے غضب کیا۔ خدا معلوم یہ سیب کس شخص کا تھا۔ قیامت کے دن مجھے اس سیب کے واسطے پکڑ لیا جائیگا۔ کیونکہ حق اللہ سے حق العباد کی زیادہ تاکید ہے۔ خداوند کریم اپنے حق بخش دیتا ہے۔ تو وہ رحیم ہے۔ مگر حق العباد کیواسطے اسنے ضرور الضمانت کر لیا ہے۔ بالآخر وہ سیب جو نیم خوردہ تھا۔ ہاتھ میں لیا اور اس ندی کے کنارے روانہ ہوئے۔ لکھا ہے۔ کہ کئی روز تک چلتے رہے۔ اور توبہ و استغفار کرتے تھے۔ کہ یا خدایا۔ اب تو رحم کر۔ پھر مجھ سے ایسی غلطی نہ ہو گی۔ کہ طمع نفس یا خواہش بدن کے واسطے دوسرے کا مال کھا جاوے۔ جو پوشیدہ یا نیت سے مشتبہ ہے۔ آخر ایک باغ کے کنارے پہنچے۔ جسکے پھلدار درخت ندی کے کنارے دیکھے۔ اور ایک سیب کا درخت ایسا نظر آیا جس کی شاخیں پانی پہ لٹک رہی تھیں۔ آپ نے اس سیب کو اور سیبوں



سے مقابلہ کیا۔ تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ وہ سیب اسی درخت کا ہے۔ باغ کے مالک کا پتہ دریافت کیا۔ اور حاضر ہو کر وہ سیب پیش کیا۔ اور عجز و الحاح سے اپنا ماجرا عرض کیا۔ مالک باغ نے ظاہرداری سے فوراً انکار کر دیا۔ کہ میں ہرگز اپنا حق نہیں بخش سکتا۔ بڑی ردو کد کے بعد صاحب باغ نے کہا۔ کہ ایک شرط پر البتہ معاف کر سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ میری ایک لڑکی ہے۔ جو آنکھوں سے معذور ہے۔ اور ٹانگوں سے مجبور۔ علاوہ ازاں کانوں سے بہری ہے۔ کوئی شخص اُسے قبول نہیں کرتا۔ اگر تو منظور کرے۔ کہ اسکے ساتھ شرعی عقد کر لیوے۔ تو البتہ میں اپنا حق بخش دونگا

آپ نے سر جھکایا۔ اور سوچ سوچ کر کہا۔ کہ چند روزہ دنیا کی تکالیف آسان ہیں۔ اور قیامت کے دن کی مصیبت بہت ہولناک ہے۔ مجھے منظور ہے اسی رات آپکا عقد ہوا۔ جب خلوت ہوئی۔ تو دیکھا۔ کہ وہ تو نہایت ماہ جبین پری تمثال ہے۔ سب اعضا درست اور صحیح ہیں۔ علاوہ حسن صورت کے حُسن سیرت سے ممتاز اور زہد و تقویٰ میں عدیم المثال ہے۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کیا۔ اور سوچا۔ کہ اس مسبب الاسباب نے یہ سبب بھی اس کار خیر کے واسطے سبب بنایا۔ صبح کو اُسکے والد سے تذکرہ آیا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ آپ میرے مطلب کو نہ سمجھے تھے۔ آنکھوں سے معذور کا مطلب یہ تھا۔ کہ کبھی اسکی آنکھ نا محرم پر نہیں پڑی۔ اور ٹانگوں سے معذور کا یہ مدعا تھا۔ کہ گھر کی چار دیواری سے کہیں باہر نہیں گئی۔ کانوں سے بہری

کا یہ مقصد تھا۔ کہ کوئی خلافِ شرع بات یا غیر کی آواز اُسکے کان تک نہیں پہنچی۔ میری مدت سے یہ آرزو تھی۔ کہ جیسی یہ فرشتہ خو لڑکی ہے اسکا خاوند بھی ایسا متقی اور متورع ہونا چاہیئے۔ الحمد للہ کہ خداوند کریم نے میری آرزو پوری کر دی اب تمکو مبارک ہو۔

مردانِ خدا طلب حلال کے واسطے کسقدر مشقتیں اُٹھاتے ہیں ایسی طرح حضرت امام حسنؓ جگر گوشۂ رسول مقبول صلعم روحی فداہ ایک دن رحمۃ للعالمین کی گود میں بیٹھے تھے۔ کہ زکوۃ کے مال سے کچھ کھجوریں آئیں۔ حضرت شہزادۂ دو جہاں نے ایک کھجور منہ میں ڈال لی آپنے انگلی ڈال کر منہ سے نکلوا لی۔ اور فرمایا۔ اے میرے بیٹے! نورِ چشم! تھوک دو۔ یہ کھجور زکوۃ مندکی ہے۔ جو سادات پر حرام ہے۔

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے مہینے میں حاکم ملتان نے آپ کے پاس اپنے ایک مصاحب کی شکایت کی۔ کہ باوجودیکہ وہ اہلِ علم ہے۔ مگر اولیا کی کرامت کا منکر ہے۔ آپ خاموش ہو رہے۔ مگر حاکم نے مکرر سہ کرر یہ ماجرا بیان کیا۔ اور آپ سے ملتجی ہوا۔ کہ اسکو گمراہی سے نکالنے کی تجویز بجا دے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آج اعلان کردو۔ کہ شام کو کوئی شخص بغیر ہمراہی حضرت بہاء الدین کے روزہ افطار نہ کرے۔ اور ہر ایک اپنے گھر مقیم رہے۔ افطار کے وقت آپ ایک آن میں تمام شہر کے مسلمانوں کے ساتھ افطاری میں شریک



ہوئے۔ وہ منکر کرامت حیران رہ گیا۔ اور سمجھ گیا۔ کہ یہ اولیائے اللہ کا تصرف ہے۔ ہر ایک آدمی کو ایسا کرنیکی طاقت نہیں ہے +

## آپ کی وفات حسرت آیات

آخر وہ دن آپہنچا۔ کہ اُس ذاتِ ستودہ صفات کو دنیا سے کوچ کا حکم ملا۔ آپ نے ۸۳ سال تک خلقِ خدا کی رہنمائی فرمائی۔ اور اس عرصہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا آپکے فیض سے مستفیض ہوئے۔ سینکڑوں بزرگ صاحب کمال مجاز اور ولی اللہ ہوئے۔ جنہوں نے دور دراز ملکوں میں آپ کے ارشاد کے مطابق خلقِ خدا کی رہنمائی اور ہدایتِ عامہ پر کمر ہمت چست باندہی۔ اور نیک نامی اور عزت کی زندگی بسر کرکے اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی۔ چنانچہ مختصر طور پر آپکے خاص خاص مریدوں کا ذکر پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اور آپکے فرزند ارجمند قطب الاولیاء سلطان التارکین حضرت شیخ صدر الدینؒ عارف اور انکے فرزند سعادتمند حضرت رکن الملۃ والدین حضرت شاہ رکنؒ عالم صاحب کے حالات و مناقب آئندہ اوراق میں لکھے جائینگے۔ کہ جب آپکا وصال ہوا۔ تو ملتان کے لوگ اسقدر سراسیمہ تھے۔ کہ قیامت کا نمونہ تھا۔ مگر اس خیال پر انکی تسلی اور تسکین قلب ہوجاتی ہے۔ کہ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ بس نہیں چاہتا کہ دلسوز اور جگر دوز کلمات

لکھ کر اہل عقیدت کے دلکو صدمہ پہنچاؤں۔ چونکہ یہ دنیا سرائے ناپائدار ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر کو اس جہان سے کوچ کرنا ہے۔ صرف مولانا جامی کے چند اشعار پر قناعت کرتا ہوں۔ اگر معزز ناظرین اس نظم پر غور کرینگے۔ تو دنیا کی ناپائداری اور بے ثباتی کا نقشہ انکی آنکھوں کے سامنے کھنچ جائیگا۔

ای دل اندیشہ نگر تا ہمہ دیدنی است — شیخ و مولانا عبرت رسیدنی است
ایں نامہ عزرائیل کہ نبشتہ بہر ترا — تا دو نامہ ... برتو رسیدنی است
نا در خرقہ قیصر بحکم ... ہیچ — از دست ... اگر ... تو رسیدنی است
بر خیز تا از دنیا بہ بہشت میں ساز — تا ... بجائے تنگ ترا آں رسیدنی است
بر ہر نفس ذائقة الموت حکم شد — میداں یقیں کہ شربت مرگ چشیدنی است
چوں حضرت رسول محمد در جہاں نماند — کس با چہ احتساب ... دیدنی است
ایں ملک و ولایت کہ تو داری بریں جہاں — ماند بجائے خویش تو باخود دیدنی است
اے آدمی تو سنگدل ای کہ آہنی — در راہ خوفناک ترا آں دیدنی است
پیوستگی کہ ہیچ باید بدل درد بند — زیں خانہ زیں جہاں ... بریدنی است
خوشبو بریں گل رعنائے نوبہار — با خبر ... گل رعنا و دیدنی است
آں با کہ جاہ اشتہار کہ بود ... نشستہ بیں — چوں ... نماز در دائم ... دیدنی است
چندیں مکان کہ تو بدیدی در جہاں — ایں مرکب حیات دائم دویدنی است
جامی مشو دست در یار ... خطر — بے زاد و راہ سخت ... کشیدنی است



**شیخ نظام الدین** اولیاء رح سے روایت ہے کہ ایک دن آپ اپنے حجرہ مقدسہ میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ کہ ایک شخص نورانی صورت پیدا ہوا۔ اور سر بمہر نامہ اسکے ہاتھ میں تھا۔ اس نے نامہ حضرت شیخ صدر الدین کے دست مبارک میں دیا۔ اور کہا۔ کہ آپ یہ خط فوراً اپنے والد ماجد کی خدمت میں پہنچاؤ۔ حضرت صدر الدین رح صاحب نامہ کو دیکھکر حیران ہوئے اور نامہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں لیگئے۔ واپس آئے تو اس قاصد کو نہ پایا۔ حضرت غوث نے اس نامہ کو پڑھتے ہی دنیا سے انتقال فرمایا۔ اور حجرہ سے آواز آئی۔ کہ دوست دوست سے جا ملا۔ شیخ صدر الدین رح دوڑ کر حجرہ میں گئے۔ اور دیکھا۔ کہ آپ عالم فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت فرما ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ واقعہ ۷ صفر سنہ ۶۶۶ھ میں واقع ہوا۔ اور بقول بعض بروز جمعرات ۶ شوال سنہ ۶۶۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

لکھا ہے۔ کہ آپ نے وفات سے پہلے مولانا صدر الدین عارف رح کو وصیت کی تھی۔ کہ میرے جنازے کی نماز آپ ہی پڑھاویں۔ اور اگر کوئی اور شخص بھی پڑھا دے۔ تو اسکو منع نہ کرنا۔ چنانچہ آپ کا جنازہ جب تیار ہوا۔ کم و بیش ستر ہزار آدمی تھے اکثر ان میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین تھے۔ صف باندھے ہوئے کھڑے تھے۔ کہ اتنے میں ایک درویش صفا پوش جو بظاہر الاصل معلوم ہوتے تھے۔ آگے بڑھے۔ اور انہوں نے نماز جنازہ

پڑھائی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رہ تھے جو آپ کے پیر برادر تھے۔ انکو بھی حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین ع سہروردی سے فیض حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ گلستاں بوستاں کے بہت سے مقامات سے پایا جاتا ہے۔ ؎

مرا پیر دانائے فرخ شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب

لکھا ہے۔ کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ بہت روز ملتان شریف میں مقیم رہے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک نسخہ گلستاں اور بوستاں کا حضرت شیخ صدر الدین رح عارف کو لکھکر دیا۔ لیکن اول الذکر حکایت قلمی کتابوں میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم بالصواب۔
اس موقع پر حضرت شیخ سعدی رہ کے وہ اشعار جو آپ نے بے ثباتی دنیا پر لکھے ہیں۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ درج کئے جائیں۔ ؎

اے دل بکام خویش جہاں را تو دیدہ گیر — در وے ہزار سال چو نوح آرمیدہ گیر
بستان و باغ ساختہ گیر اندر وے — ایوان و قصر سر بفلک برکشیدہ گیر
با دوستان مشفق و یاران مہرباں — بنشستہ و شراب مروق چشیدہ گیر
ہر نعمتے کہ ہست بعالم تو خوردہ داں — ہر لذتے کہ ہست سراسر چشیدہ گیر
ہر گنج در خزانہ کہ شاہاں نہادہ اند — آں گنج و آں خزانہ بچنگ آوریدہ گیر
ہر بندہ کہ ہست بہ بلغار و ہند و روم — آں بندہ را بسیم و زر خود خریدہ گیر
ہر ماہرو کہ ہست در ایام روزگار — آں را بناز در بر خود آوریدہ گیر



در آرزوئے آب حیات تو ہر زماں — مانند خضر سر بجہاں در دویدہ گیر
سعدی زپند اہل دلاں گوش اعتنا — گہ ہا زباغ معنی پاکیزہ چیدہ گیر

## قطعات تاریخ وصال حضرت غوث بہاء الحق قدس سرہ

شیخ روئے زمیں بہاء الدین رح — آنکہ عالم ازو گرفت ثبات
ہر کہ از اہل شرع شد خویش — یافت از جملۂ عذاب نجات
بود ذاتش بسے رفیع القدر — قادری بود در حیات و ممات
بہر تاریخ او خرد گفتا — حامی اہل شرع سال وفات

## ایضاً

بادشاہ دیں بہاء الدین ولی — پیشوائے دین ہادی دور زماں
عشق حق۔ تولید او تحریر کن — عاشق صادق۔ بگو تحصیل آں
شیخ نور۔ آمد وصال پاک او — نیز ختم دیں۔ بہاء الدین بخواں

## کلمات طیبات

مجمع الاخبار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت غوث بہاء الدین نے فرمایا ہے۔
اَلْوَاجِبُ عَلَى الْعَبْدِ اَنْ يَّعْبُدَ اللّٰهَ بِصِدْقٍ وَّاِخْلَاصٍ وَّذٰلِكَ يَنْفِي الْاَغْيَارَ وَمَحْوُهَا لَا تَخَلُّصَ فِي الْعِبَادَاتِ وَالْاَذْكَارِ وَلَا سَبِيْلَ اِلَيْهِ بِتَحْسِيْنِ الْاَحْوَالِ

ومحاسبۃ النفس فی الاقوال والافعال فلا یقول ولا یفعل الا عند
الضرورۃ ویقدم لکل قول وفعل الالتجاء الی اللہ والاستعانۃ لیرزقہ
اللہ عز وجل خیر العمل۔

نیز بعض مریدوں کو تلقین فرمایا کرتے۔ کہ علیکم بدوام الذکر والذکر
یصل الطالب الی المحبۃ والمحبۃ باللہ محرق کل وثن فاذا تحقق
المحبۃ کان الذکر ذکرا مع مشاہدۃ المذکور وھذا اعلی الذکر
الکبیر الذی عبر بہ الفلاح فی قولہ تعالیٰ واذکروا اللہ کثیرا
لعلکم تفلحون۔ اور اسی طرح بعض مریدوں کو ارشاد فرمایا۔
سلامۃ الجسد فی قلۃ الطعام وسلامۃ الروح فی ترک المنام
وسلامۃ الدین فی الصلوۃ علی محمد خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ

نکتہ۔ لکھا ہے کہ جب آپ بغداد شریف سے کمالات وبرکات حاصل کرکے ملتان شریف
میں وارد ہوئے۔ ملتان کے اہل کمال و درویشوں کو حضرت کا ورود شاق گذرا۔ اور انہوں نے
اشارۃً ایک پیالہ دودھ سے لبالب بھرا ہوا آپ کی خدمت میں بھیجا۔ مطلب یہ تھا
کہ یہاں جام لبریز ہے۔ ایک قطرہ کی گنجائش نہیں۔ چہ جائیکہ آپ کی سمائی
ہوسکے۔ آپ نے اس مطلب کو خداداد طبیعت سے پاکر اُس دودھ پر
ایک پھول گلاب کا رکھ کر واپس بھیجا۔ وہ بزرگ حیران رہ گئے۔ اور آپ کے
تابع وفرمان پذیر ہوئے۔ شیخ محمد نور بخش نے سلسلۃ الذہب میں لکھا ہے
بہاء الدین زکریا ملتانی کان رئیس الاولیاء ببلاد ھند وکان عالما



بعلوم الظاہر وصاحب الاحوال والمقامات والمکاشفات والمشاہدات
ویتشعب منہ کثیر من الاولیاء ولہ فی الارشاد ھدایات الناس
من الکفر الی الایمان ومن المعصیت الی الطاعۃ ومن النفسانیۃ
الی الروحانیۃ ولہ شان کبیر۔

ایک اور کتاب میں لکھا ہے۔ کہ آپ اغنیاء شاکرین سے ہیں۔ اور قول رب
جلیل حق جلیل خود۔ وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الاخرۃ لمن
الصالحین۔ آپ پر صادق آتا ہے۔ روایت ہے۔ کہ بعض مشائخ وقت نے
آپ سے فقر وغنا کے متعلق گفتگو کی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ دنیا تمام کیا قدر
رکھتی ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل۔ اور اس میں ہمارے پاس
کونسا حصہ ہوگا۔ کبھی فرماتے کہ سانپ کی صحبت اسکو ضرر پہنچاتی ہے۔ جو
افسوں نہ جانتا ہو۔ آپ کی اور حضرت فرید الدین گنج شکر رح کی از حد محبت
اور مودت تھی۔ اور کئی سال تک دونو بزرگوار اکٹھے رہے۔ اور یہ بھی بعض نے
لکھا ہے کہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک دفعہ بعض اشخاص
نے کوئی بے جا بات حضرت فرید الدین رح کے حضور کی۔ جو مناسب مجلس اور
موافق طبع حضرت فرید نہ تھی۔ حضرت غوث نے معذرت کے طور پر
یہ رقعہ لکھا جس کا ایک فقرہ یہ تھا۔ ع میان ما وشما عشق بازیست
حضرت فرید الدین رح نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ

میان ما وشما عشق است نہ بازی است

## اسمائے گرامی حضرت غوث عالم شیخ المشائخ
## حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ

گفت مولانا بہاء الدین زکریا قریش | نام من در سیر ولایت از جہاں آگاہ کیش
نام من در ملک عربستان مولانا کبیر | در عجم مستطیع و در ختن شاہ شمیمہ
بو الحسن در غربیاں مشکل کشا در ملک چیں | بو الفرج توران و در شیراز و در ایراں امیں
در عراقم میر اسعد در دمشقم بو علی | در صفاہاں حق نگار و در حلب احمد ولی
اہل مغربیا غوث عالم اہل مشرق پیر دیں | بریاں عبد القوی و بحریاں عبد المتین
جلیاں عبد المہیمن بریاں عبد الوہاب | قوم دیواں گفت مارا شاہ دین عالی جناب
در یمن ملاں پیر قلیبے در کرم غوث الزماں | در خراسانم بہاء الدین نامم شد عیاں
ہندیاں مخدوم گویند کرخیانم نقیب | زنگیاں قطب جہاں سلطان عالم رہنما
ہست در ہر آسماں اسمائے من یک یک جدا | قدسیاں خوانند ورد نام من صبح و مسا
اولیں عبد الجلیل و در دوم عبد الغفور | در سوم عبد الرحیم و چہارمی عبد الشکور
قطب عالم پنجمیں عبد الصمد در ششمیں | ہفتمیں خوانند مرا محبوب رب العالمیں
حافظان عرش ہے خوانند ذکریا مرا | بو محمد خوانند و احمد خواجۂ ہر دو سرا
غوث عالم شیخ اسلام است احق نام ما | بو الفتح میخوانند پدرم بو الفضل مادر مرا
نام من بدر المشائخ از عطائے پیر ماست | والئے ملتاں بنود حکم کن بالا و راست
مولدم خطۂ کروڑ از دہ لبے دریا لیہ | بست و ہفتم ماہ رمضان شب آدینہ ضرور
شاہ محمد غوث پدرم فاطمہ مادر مرا | شاہ جیلاں ہست جدم لطف حق مادر مرا
ہر کہ خواند نام من صبح و مسا با صد یقیں | مشکلش آساں شود از لطف رب العالمیں



## شروط الاربعین فی جلوس المعتکفین مع شرح
## از افادات حضرت غوث بہاء الحق والدین زکریا ملتانی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت غوث زماں علیہ الرحمۃ والغفران کی تالیفات کا کسی اور موقع پر ذکر کیا گیا ہے استداد زمانہ سے کسی کو اس طرف خیال نہ آیا۔ کہ ان دُرہائے شاہوار کو زیب دہ قرطاس کیا جاوے۔ افسوس یہ گنج شائگاں اس طرح رائگاں ہوگئے۔ آپ کی ایک نادر تالیف شروط الاربعین فی جلوس المعتکفین بھی ہے۔ چونکہ طالبان حق کیلئے اعتکاف ایک نہایت ضروری امر اور آپ نے اس منزل کے طے کرنے کیواسطے چالیس شرطیں ارشاد فرمائی ہیں۔ جو نہایت ضروری ہیں اس واسطے مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ آپکے اقوال وارشادات کے ضمن میں ان شرائط کو بھی لکھدیا جاوے۔ تاکہ عام شائقین اور خصوصاً مریدین ان پر عمل کرکے سعادت دارین حاصل کریں۔ ان شرائط کے ساتھ مختصر طور پر شرح بھی لکھدی گئی ہے تاکہ ہر ایک شخص بخوبی سمجھ سکے۔ وما توفیقی الا باللہ ؕ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ **شرط اوّل**۔ طالب کو چاہیے۔ کہ وہ مرنے کی نیت سے دنیاوہوس وحظائظ نفسانی کو چھوڑ کر غسل کرے گویا وہ مردہ ہے۔ کما قال المشائخ اَنَّ مِنْ لَوَازِمِ حَالِ الْمُرِیْدِ الْجُلُوْسُ فِی الْخَلْوَۃِ وَاَنْ یَغْتَسِلَ وَیَنْوِیْ فِیْ غُسْلِہٖ اَنَّ غُسْلَ الْمَیِّتِ لِیَکُوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللہِ تَعَالٰی کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ فِیْ عَدَمِ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَھَوَاھَا۔ جیسا کہ مشائخ کا قول ہے۔ کہ مرید کیواسطے خلوۃ

نشینی لازمی ہے۔ اور وہ لذاتِ دنیوی کو ترک کر کے اپنے آپ کو مردہ تصور کر کے غسل کرے۔ اور یہ خیال کرے۔ کہ میں خداوند کریم کے دستِ رحمت سے غسل کرتا ہوں جیسا کہ غسّال مردہ کو غسل دیتا ہے۔ وَاَمَّا نِیَّتُ الْمَوْتِ فَلِقَوْلِہٖ صلعم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ نیت موت کی جیسا کہ حدیث مذکورہ سے ظاہر ہے۔ یعنی خاک شو پیش از انکہ خاک شوی۔ وَلَا یَخْفٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْمَوْتِ اَنْ یَّتْرُکَ نَفْسَہٗ مَیِّتًا فِیْ حَقِّہِمْ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَھَوَاھَا وَھٰذَا ھُوَ نِیَّتُ الْمَوْتِ۔ اور اس موت کا مطلب حقیقی یہ ہے۔ کہ طالب اپنے آپ کو عدم حظوظ نفس اور ترک ہوا میں مردہ تصور کرے۔ اور یہی نیت موت کی ہے۔ نعم ما قال کسی بزرگ نے کیا ہی عمدہ کہا ہے۔

نمیری گر بمردن خو بگیری ۔۔۔ بمیر از خویش تا ہرگز نمیری

شرطِ دوم۔ طالب کو چاہئے۔ کہ اپنے دل میں نیت کرے۔ کہ میں نے خلقِ خدا کو بہت دکھ دیا ہے۔ اور اب اس حالت اعتکاف میں خلق میرے شر سے امن میں رہے۔ اور دل میں یہ نیت نہ ہو۔ کہ اس اعتکاف سے میں اپنے تئیں خلق خدا سے نگاہ رکھوں۔ اور ان کے شر سے امن میں رہوں۔

شرطِ سوم۔ ان شرائط کے پورا کرنے کیلئے خلوت نشینی یا تو مسجد میں کرے۔ یا حجرہ میں خصوصًا اعتکاف بالمسجد۔ جیسا کہ نص قرآنی ہے۔ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ یعنی تم مسجدوں میں اعتکاف کرو۔

شرطِ چہارم۔ طالب کو چاہئے کہ حالت اعتکاف میں اہل و عیال یعنی عورت



اور بچوں سے نہاں ہے۔ کہ یہ موجب فتنہ و فساد ہیں۔ کلام پاک میں ہے۔ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔ کہ مال و اولاد فتنہ ہیں۔

شرطِ پنجم۔ طالب کو مناسب ہے۔ کہ ماسوی اللہ جو اندیشے اور تفکر ہیں۔ اُن کو دور کر دیوے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ اَیْ نَسِیْتَ الْغَیْرَ۔ یعنی جب تو ماسوی اللہ کو ترک کرے۔ تو اپنے اللہ کا ذکر کر۔ اور اُسے یاد کر۔ ؎ آنانکہ بجز روئے تو جائے نگرانند ✤ کوتہ نظرانند چہ کوتاہ نظرانند۔

یعنی جو لوگ بجز خدا کے کسی اور طرف متوجہ ہیں۔ وہ کوتاہ نظر ہیں۔

شرطِ ششم۔ طالب کے واسطے ضروری ہے۔ کہ ہمیشہ کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر جاری رکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔ یعنی اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔ اور کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرو۔ ؎

رفتم بطبیبے کہ زحق آگاہ است ۔۔۔ بر تختِ ولایت حقیقت شاہ است

گفتم کہ دوائے دل بیمارم چیست ۔۔۔ خوش گفت کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ است

شرطِ ہفتم۔ طالب کو چاہئے کہ قدرت الٰہی کا جلوہ مشاہدہ کرے۔ اور اس میں فکر اور غور و خوض کرے۔ جیسا کہ کلام ربانی میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی جو لوگ کہ حالتِ قیام و قعود اور لیٹے ہوئے اپنے مولا کا ذکر کرتے ہیں اور زمین آسمان کی پیدائش اور ان کی نیرنگیوں میں سوچتے ہیں۔ اور غور کرتے ہیں۔

اور فرمایا ہے رسول اللہ صلعم نے۔ تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّیْنَ سَنَةٍ۔ کہ ایک گھڑی کا سوچنا اور غور کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے ۵

باہر کہ ذکر و فکر نمودند ز ابتدا ۔۔۔ ذکرش چو شہد آمد و فکرش چو انگبیں

**شرط ہشتم**۔ کھانے میں احتیاط اور اعتدال چاہیے۔ یعنی نہ بہت زیادہ کھاوے۔ اور نہ بہت کم۔ کیونکہ اگر بہت تھوڑا کھائیگا۔ تو اسکی حالت غیر ہوجائیگی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنی کھاؤ اور پیو۔ مگر اسراف نہ کرو۔ ۵

معتدل گشت ہر کہ اہل دل است ۔۔۔ در جمیع امور معتدل است

ہر کہ بیروں ز اعتدال افتد ۔۔۔ زود در عرصۂ زوال افتد

چوں خوری بیش بیل باشی تو ۔۔۔ کم خوری جبرئیل باشی تو

**شرط نہم**۔ ہمیشہ حلال کھائے۔ اور حلال کا کپڑا پہنے۔ جیسا کہ نص قرآنی ہے کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا۔ وَمَنْ اَکَلَ الْحَلَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نَوَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَلْبَهٗ وَاَجْرٰی یَنَابِیْعَ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ۔ یعنی ہمیشہ حلال کھاؤ۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ جو شخص چالیس یوم کسب حلال سے لقمہ کھاتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسکے دل کو منور فرماتا ہے۔ اور اسکی قلب اور زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ یعنی وہ صاحب حکمت و کمال ہوجاتا ہے۔ اور لباس کیواسطے اللہ فرماتا ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی۔ یعنی بہتر لباس جو تمہارا ہونا چاہیے۔ وہ پرہیزگاری ہے ۞



**شرط دہم**۔ ہمیشہ اعتکاف سے پہلے اپنے مرشد سے اذن حاصل کرے۔ جیسا کہ امر قرآن مبینا ملحق ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی اے مسلمانو۔ خدا سے ڈرو۔ اور ہمیشہ صادقین یعنی اولیائے کرام کی رفاقت اختیار کرو اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ وَمَنْ لَّا شَیْخَ لَهٗ فَشَیْخُهٗ۔ یعنی مرشد اپنی قوم میں ایسا ہے۔ کہ جیسا نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ اور جسکا مرشد نہیں ہے۔ وہ گمراہ ہوجاتا ہے ۵

شیطان آنکس کہ بعالمش نباشد پیرے ۔۔۔ از قول نبی مرید شیطاں باشد

یعنی شیطان وہ شخص ہے جسکا پیر نہ ہو۔ کیونکہ قول نبی صلعم سے ہویدا ہے۔ کہ وہ شیطان کا مرید ہوتا ہے۔ ۵ تا از نہ پیر شیخ باحق نرسی ۞ زیرا کہ میان شیخ و حق نیست دوئی۔ خبردار ہو۔ کہ جب تک۔ تو پیر کی خدمت میں نہ جائے گا۔ کبھی خدا تک نہ پہنچیگا۔ کیونکہ شیخ اور حق کے درمیان دوئی نہیں ہے۔

**شرط یازدہم**۔ ہمیشہ وضو سے رہنا چاہیے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ۞ باوضو باش در ہمہ اوقات ۞ تا اثر اندر دل قرین باشد

بروضو کس مخالفت نکند ۔۔۔ غیر مومن کہ پاک دین باشد

قال علیہ السلام اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ یعنی وضو مومن کا ایک ہتھیار ہے۔ جس شخص کے پاس ہتھیار ہوتا ہے۔ لشکر شیاطین اور جن اور سحر فتحیاب نہیں ہوتا۔ اور انکے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

**شرط دوازدہم**۔ نیند بالکل نہ کرنا۔ اور اپنا پہلو زمین پر نہ لگانا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ

تَتَجَافیٰ جُنُوبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ ؎

درخواب مشو کہ خواب با مرگ است جفت — از خواب کسے راگل شادی نشگفت
برخیز و نیاز کن بدرگاہ خدا — کاندر لحد تنگ بسی خواہی خفت
؎ گر تو ہستی مرد عاشق شرم دار — خواب را با دیدۂ عاشق چہ کار
؎ چشمی کہ درو خار بود چوں خسپد — آنرا کہ غم یار بود چوں خسپد
اے آنکہ گنہ میکنی و می خسپی — آنکس کہ گنہگار بود چوں خسپد

**شرط سیزدہم۔** طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔ جیساکہ بی بی عائشہ صدیقہ کا قول ہے۔ وَلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔ یعنی روزہ کے سوا اعتکاف درست نہیں ہوتا۔ اور اعتکاف ہمیشہ کسی جامع میں ہونا چاہیے۔

**شرط چہاردہم** پنجوقت نماز کا باجماعت ادا کرنا اعتکاف کی نہایت ضروری شرط ہے۔ جیساکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْن۔ کہ نماز باجماعت ادا کرو۔ کسی بزرگ کا قول ہے ؎ چوں نماز است احسن الاعمال ٭ باجماعت نماز بگذارید یعنی جب نماز احسن الاعمال (سب عملوں سے اعلیٰ وعمدہ) ہے تو ضروری ہے کہ اسے باجماعت ادا کیا جاوے۔

**شرط پانزدہم۔** طالب کو چاہیے۔ کہ وہ دانائی حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ حق وباطل میں تمیز کرے۔ اور اُن کو ایک دوسرے سے جدا کرسکے۔ جیساکہ آنحضرت کا فرمان ہے۔ فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ ایک فقیہ (عالم) شیطان کے مقابلہ میں ہزار عابد کی طاقت سے زیادہ طاقت رکھتا ہے



یعنی اگر ہزار عابد مل کر شیطان کو بھگانا چاہیں۔ تو شاید وہ بھاگ نہ سکے۔ مگر ایک عالم باعمل فوراً شیطان کو بھگا دیگا۔

**شرط شانزدہم۔** طالب کو چاہیے۔ کہ ہمیشہ دنیا کی فضول باتوں سے خاموشی اختیار کرے۔ لیکن مطلق خاموشی ہر ایک قسم کی بات سے ناز یبا ہے۔ بلکہ سخن آخرت جائز اور روا ہے۔ جیساکہ فرمان الٰہی ہے۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ انسان جو کام کرتا ہے۔ اور جو کچھ بولتا ہے۔ اُسکا جواب دہ اُسے ہونا پڑیگا۔ کیونکہ اسکی کام پر پہرہ دار مقرر ہیں۔ یعنی طالب کو چاہیے۔ کہ امر معروف اور نہی عن المنکر کے واسطے زبان بند نہ کرے۔ جیساکہ فرمان الٰہی ہے۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ ؎ سخن بسیار دانی اندکے گو ٭ یکے را صد مگو صد را یکی گو۔

**شرط ہفدہم۔** طالب کو چاہیے کہ حالت اعتکاف میں بیٹھا رہے۔ اور اسجگہ سے سوائے حاجت انسانی یعنی بول براز کے باہر نہ آوے۔ اور اگر بلا عذر شرعی باہر چلا آئیگا۔ تو اس کا اعتکاف نہ رہیگا۔

**شرط ہیجدہم** ہمیشہ اپنی نظر اور معبود ذہنی عقبیٰ ہی کیطرف رکھے۔ اور دنیا کے دوں کیطرف نظر نہ کرے۔ جیساکہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ۔ یعنی جو شخص کہ آخرت کی کھیتی چاہتا ہے۔ ہم اُس کی کھیتی میں برکت اور زیادتی عطا کرینگے۔ اور جو شخص اس دنیا کی کھیتی اور خیر وبرکت چاہتا ہے۔ تو اُسے یہ عطا کرینگے۔ مگر آخرت کا حصہ اسے نہ ملیگا۔ ؎

نزد مرداں حب دنیا زہر قاتل آمدہ است — زہر خوردن اے جواں جز کار احمق کے بود

خدا پرستوں کے نزدیک حب دنیا زہر قاتل ہے۔ اور زہر کا کھانا احمق کا ہی کام ہے۔

**شرط نوزدہم۔** طالب کو چاہیئے۔ کہ فانی نعمت اور آرام سے دور رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔ یعنی کہ جو تمہارے پاس ہے وہ تو فنا ہو جائیگا۔ اور جو اللہ کے پاس ہے۔ وہ باقی رہنے والا ہے۔ شعر

سُرُوْرُكَ فِي الدُّنْيَا غُرُوْرٌ وَغَفْلَةٌ — وَعَيْشُكَ فِي الدُّنْيَا مُحَالٌ وَبَاطِلٌ

**شرط بستم۔** ضروری ہے کہ طالب اپنے دل کو فضولیات سے خالی کرے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ کیا آ بندوں میں تیرے واسطے کافی نہیں ہوں

**شرط بست و یکم۔** طالب کو چاہیئے۔ کہ جملہ دنیا سے زہد یعنی کنارہ کشی اختیار کرے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ کہ جو لوگ ہماری طرف سعی اور جہد کرینگے۔ تو ہم انکو اپنا راستہ دکھائینگے۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صلعم اَلزَّاهِدُوْنَ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبُوْنَ فِي الْاٰخِرَةِ وَهُمْ لَا آمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اور حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ جو لوگ دنیا سے کنارہ کش ہیں۔ اور آخرت کے شائق ہیں۔ وہ قیامت کے دن امن میں ہونگے

**شرط بست و دوم۔** چاہیئے کہ معتکف ہمیشہ یاد حق میں رہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔ کہ وہ لوگ ہر وقت خدا کے ذکر میں رہتے ہیں۔ خواہ وہ حالت قیام میں یعنی کھڑے ہوں۔ خواہ بیٹھے ہوں خواہ لیٹے ہوں۔ شعر

ہر کہ غافل از حق یکزمان است — درآں دم کافر است اما نہان است

جو شخص خدا سے ایک لحظہ بھی غافل ہو جاتا ہے۔ تو وہ اسوقت گویا کافر ہے۔ مگر پوشیدہ ہے۔



**شرط بست و سوم۔** طالب کو چاہیئے۔ کہ تلاوت قرآن پر مداومت کرے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ الآيه۔ کہ قرآن مجید وہ راستہ دکھاتا ہے۔ جو کہ نہایت سیدھا اور مستقیم ہے۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صلعم اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اور آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ قرآن مجید اور روزے قیامت کے دن شفاعت کرینگے۔

**شرط بست و چہارم۔** ضروری ہے کہ طالب نفع و نقصان اور خیر و شر میں خداوند کریم کی تقدیر پر شاکر رہے۔ اور راضی بہ رضا رہنے کا مسئلہ اسکے پیش نظر رہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى النِّعْمَةُ مِنِّيْ وَالشُّكْرُ مِنْكَ وَالْبَلَاءُ مِنِّيْ وَالصَّبْرُ مِنْكَ وَالْقَضَاءُ مِنِّيْ وَالرِّضَاءُ مِنْكَ۔ کہ اے بندو۔ اگر تم شکر کروگے۔ تو میں تمہاری نعمت زیادہ کرونگا۔ اور اس میں برکت دونگا۔ اور حدیث قدسی ہے۔ کہ نعمت کا عطا کرنا ہمارا کام ہے اور شکر کرنا تمہارا۔ اور بلا یعنی آزمائش ہماری سرکار سے ہے۔ اور صبر کرنا تمہارا فرض ہے۔ قضا ہماری طرف سے اور رضا تمہاری طرف سے۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ شعر

ہر کہ در ایں بزم مقرب تر است — جام بلا بیشترش میدہند

کہ جو آدمی اس بارگاہ الٰہی میں مقرب اور زیادہ پیارا ہے۔ اسی کو آزمائش اور امتحان کا پیالہ زیادہ ملتا ہے

**شرط بست و پنجم۔** طالب کو چاہیئے۔ کہ اپنا سر ننگا نہ رکھے۔ بلکہ اسے ڈھانپ رکھے۔

**شرط بست و ششم۔** ضروری ہے۔ کہ معتکف سر منڈائے۔ اور موئے لب مع ناخن ترشوا رکھے۔

**شرط بست و ہفتم۔** پاؤں ننگا رکھنا مناسب نہیں۔ ضروری ہے کہ نعلین کا استعمال جاری رکھے

**شرط بست و ہشتم۔** طالب کیواسطے مناسب ہے۔ کہ آسمان کی طرف نگاہ نہ کرے۔ اور

اور پرنہ دیکھے۔ ایک بزرگ کا مقولہ ہے۔ ؎ سالکان از بار اندوہ بر نہ دارند سر۔
یعنی کہ سالک بار اندوہ سے سر نہیں اٹھاتے۔

**شرط البست و نہم۔** معتکف کو چاہیے۔ کہ ایسے شغل اور تعلقات ترک کر دیوے۔ جو اسے حق کے پہنچنے سے روک رکھتے ہیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ ؎

تعلق حجاب است و بے حاصلی — چو پیوندہا بگسلی واصلی

اے انسان! یہ تعلق اور دنیاوی جھگڑے حجاب ہیں۔ اور جب تو یہ پردے اور مخمصے چھوڑ دے گا۔ تو واصل بحق ہو جائیگا۔

**شرط سی ام۔** ضروری ہے کہ معتکف اپنے آپ کو عجب اور تکبر سے بچائے رکھے جیسا کہ حضرت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْعُیُوْبُ کَثِیْرَۃٌ وَاَعْظَمُہَا اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِمَا فَعَلَ مِنَ الطَّاعَاتِ۔ کہ انسان میں یوں تو بہت عیب ہیں۔ مگر سب سے بڑا عیب یہ ہے۔ کہ اپنی طاعت پر گھمنڈ اور غرور کرے۔

**شرط سی و یکم۔** ضروری ہے۔ کہ خلوت سلامتی دین کیواسطے اختیار کرے۔ نہ کہ شہرت اور ناموری کے واسطے لوگ کہیں۔ فلاں شخص اعتکاف میں ہے۔ کیونکہ اس شہرت میں آفت ہے۔ ؎

گر شہرہ شوی بہ شہر شر الناسی — در گوشہ نشینی تو ہمہ از وسواسی
آں بہ کہ اگر خضر و اگر الیاسی — کس نشناسد ترا کس را نشناسی

ایک درویش کا قول ہے۔ کہ اگر تو جہاں میں شہرت پیدا کرنا چاہیے۔ تو تو شر الناس ہے یعنی تمام لوگوں سے زیادہ خراب اور شریر ہے۔ اور اگر گوشہ نشین ہے۔ تو بھی شہرت تجھے تباہ کر دیگی۔ بہتر یہ ہے کہ خواہ تو خضر اور الیاس ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت اختیار



کر۔ کہ نہ تو کسی کو جانے اور نہ کوئی تجھے پہچانتا ہو۔

**شرط سی و دوم۔** ضروری ہے۔ کہ تقدیر الٰہی پر کوئی اعتراض یا نکتہ چینی نہ کرنی چاہیے۔ حدیث قدسی ہے۔ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَقْنَعْ بِعَطَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ۔ یعنی جو شخص میری تقدیر پر راضی نہیں ہوتا۔ اور میری بلا پر صبر نہیں اختیار کرتا۔ اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا۔ اور میرے عطیوں پر قانع نہیں ہوتا۔ تو بس اس آدمی کو چاہیے۔ کہ کوئی اور خدا تلاش کرے

**شرط سی و سوم۔** وہ وسوسے جو دل کو خطرہ اور آفت میں ڈالنے والے ہیں خاطر سے دور کر دیوے۔ اَلْخَوَاطِرُ هُوَ رُکْنٌ عَظِیْمٌ لِاَنَّ الْقَلْبَ اِذَا لَمْ یَخْلُ مِنْ ذِکْرِ الْغَیْرِ لَا یُؤَثِّرُ ذِکْرُ اللّٰہِ فِیْہِ اَصْلًا۔ اور یہ بڑی ضروری شرط ہے۔ کیونکہ جب تک انسان کا دل ذکر غیر سے خالی نہ ہوگا۔ ذکر خدا کا اس میں ہرگز اثر نہ پیدا کریگا۔

**شرط سی و چہارم۔** جمعہ کی نماز ہمیشہ پڑھنی چاہیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لَا اعْتِکَافَ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ۔ کہ اعتکاف ہمیشہ جامع مسجد میں ہونا چاہیے۔

**شرط سی و پنجم۔** معتکف کیواسطے ضروری ہے۔ کہ کلمہ استغفار کو بلا ناغہ پڑھتا رہے بلکہ اسکی مداومت کرے۔ جیسا کہ فرمان باریتعالیٰ ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ وَفِی الْخَبَرِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْکَ الْاِسْتِغْفَارُ وَمِنِّی الْمَغْفِرَۃُ اور حدیث قدسی میں ہے۔ اے آدم زاد! استغفار تیرا کام ہے۔ اور مغفرت ہمارا کام ہے

**شرط سی و ششم۔** موت کو ہمیشہ یاد کرنا چاہیے۔ اور اس سے محبت رکھنی ضروری ہے جیسا کہ خبر میں ہے۔ لِکُلِّ شَیْءٍ اَصْلٌ وَفَرْعٌ فَاِنَّ اَصْلَ الطَّاعَاتِ ذِکْرُ الْمَوْتِ

والطاعۃ فرعہ وان اصل المعاصی نسیان الموت والمعاصی فرعہ

ہر ایک چیز کی اصل اور فرع ہوتی ہے۔ عبادات کی اصل اور جڑ ذکر موت ہے اور اسکی فرع طاعت ہے۔ اور گناہوں کی جڑ نسیان موت ہے۔ اور اسکی فرع یعنی شاخ گناہ اور عصیان ہے ایک خدا رسیدہ بزرگ کا قول ہے۔ ؎

بامید وصالت میدہم جاں  دگر نہ طاقت ہجراں کہ دارد

اے اللہ تیرے وصل کی اُمید پر میں جان دیتا ہوں۔ ورنہ کسے توفیق ہے۔ کہ وہ ہجر برداشت کر سکے۔

**شرط سی و ہفتم۔** ہمیشہ عذاب الٰہی سے خائف رہے۔ اور گریہ سے محبت رکھے ایک بزرگ کا فرمودہ ہے۔ ؎

گریہ گر کس کند برائے خدا  عفو سازد خدا گنہ او را
گرچہ باشد گناہ آں کس را  بیشتر از ستارگان سما

اگر کوئی شخص اپنے گناہوں کو یاد کرکے بارگاہ الٰہی میں روئے۔ اور زاری کرے تو خداوند کریم اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسکے گناہ آسمان کے ستاروں کی طرح بیشمار ہوں۔ تو بھی خداوند کریم سب بخشدیتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ من بکی نفسہ من خشیۃ اللہ یدخل الجنۃ ضاحکا۔ جو شخص خوف خدا سے روتا ہے۔ خداوند کریم اُسے بہشت میں داخل کریگا۔ درحالیکہ وہ ہنستا ہوا ہوگا۔

**شرط سی و ہشتم۔** معتکف کو چاہیئے۔ کہ خداوند کا طالب دیدار۔ اور اسکی رحمت کا طلبگار رہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ



یغفر الذنوب جمیعا۔ اے میرے بندو! تم میری رحمت سے نا اُمید کبھی نہ ہونا تحقیق جسپر اپنا فضل کرنا چاہتا ہوں۔ تو اُسکے سب گناہ بخشدیتا ہوں۔

ایک فقیر فرماتے ہیں۔ ؎ بخشش و فضل حق نہ حد بیاں ✽ ہست ایں قول در جہاں شائع

آنکہ بر کافراں ببخشاید  مسلماں را کجا کند ضائع

تمام دنیا میں مشہور ہے۔ کہ رب تعالیٰ کی بخشش اور فضل کا شمار نہیں ہو سکتا۔ وہ رحیم و کریم جو کافروں پر بھی عنایت کرتا ہے۔ مسلمانوں کو کب محروم کریگا۔

**شرط سی و نہم۔** اولیاء و ابرار کے متعلق جو آداب ہیں۔ ان کا بھی خیال رکھے۔

**شرط چہلم۔** ضروری ہے۔ کہ خلوت میں ادب کو نہ چھوڑے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمودہ ہے۔ کہ جو شخص بے ادب ہے۔ اُسے شرف حاصل نہیں ہوگا۔ یعنی ادب میں عزت ہے۔ ؎

بے ادب مرد کے شود بہتر  گرچہ او را جلالت نسب است
؎ ادب تاجیست از فضل الٰہی  بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی
؎ با ادب باش تا بزرگ شوی  کہ نتیجہ بزرگی ادب است

| | |
|---|---|
| اے دل بیا بجوئے وفا خلوتے گزیں | در سلک سالکاں برو بے نشاں نشیں |
| از ہر چہ غیر دوست بشد انسا ید دل | وانگہ بحق نمای تو لا چہ اہل دیں |
| تجرید شو نہ ہر چہ دریں رہ نہ در خور است | بر آستان دوست بر آور یکے از نہیں |
| تا ہر کہ در دلیکہ بود باصفا شود | از دست دیو نفس زہر جان نازنیں |
| بیں نور حق مشاہدہ انست درا بسر | مرآت روئے دوست شوی از سر یقیں |
| سلطان تخت مملکت سرمدی بعشق | شاہی بود کہ کسب کند دولت چنیں را |

تمام شد رسالہ اربعین مصنفہ حضرت غوث بہاء الحق والدین ذکریا ملتانیؒ

# حالات روضہ حضرت غوث بہاء الحق والدین زکریا ملتانی رح

پرانے قلعہ شہر ملتان میں شمال مشرقی کونے پر آپ کا روضہ مبارک ہے اور یہی وہ مقام ہے جس جگہ آپ اپنی تمام عمر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ پاس ہی وہ چبوترہ ہے جس پر ہر روز آپ وعظ فرمایا کرتے تھے آپ کے خاندان کے بہت سے بزرگوں اور خصوصاً سجادہ نشینوں کی مزار بھی روضہ منورہ کے اندر ہیں نہایت متبرک مقام ہے۔ پاس ہی ایک مسافر خانہ بنا ہوا ہے جس میں ہزاروں لوگ آکر اترتے ہیں۔ بے شمار ہی لوگ حسن عقیدت سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں کوس طے کرکے ہر سال آتے ہیں۔ وہ اسی جگہ آکر اترتے ہیں۔ خاکسار نے چند سال سے روضہ کے جانب شرق ایک محراب مع دالان پختہ نقاشی کے کام کا تیار کرایا ہے۔ بہت سے زائرین با امداد عقیدتمندان بے ریا اسی جگہ آکر اقامت گزین ہوتے ہیں اور اسی دالان میں چند تبرکات یعنی دلق مبارک حضرت غوث و تسبیح و تصویر نعلین و موئے سر مبارک حضرت قطب العالم رح آئے ہیں چنانچہ جناب تا خاکسار کے پاس موجود ہیں بعض اہل اللہ کا خیال تھا کہ [illegible] دیکھے جاتے ہیں اور قریب کی کوٹھڑیوں سے رات کے وقت اللہ ھو اللہ ھو کی آواز عجیب شان پیدا کرتی ہے حضرت غوث صاحب کا روضہ اپنے خرچ سے طیار ہوا تھا جس کی عمارت نہایت عالیشان اور پر شوکت و نہایت [illegible] اس کے اندر قلمدانی چینی اور نقاشی کا کام قابل دید ہے۔

# باب دوم

## ذکر حالات زبدۃ الصالحین خلاصۃ العارفین قدوۃ الواصلین حضرت مولانا شیخ صدرالدین صاحب عارف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت غوث بہاء الدین رح کو اللہ تبارک تعالیٰ نے سات فرزند عطا کئے تھے۔ سب سے بڑے فرزند حضرت مولانا صدرالدین صاحب تھے۔ اب حضرت مولانا صدرالدین عارف رح کا جو آپکے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ذکر خیر لکھا جاتا ہے۔

| | |
|---|---|
| آں بلند آوازۂ عالم پناہ | سرور دیں افتخار صدر گاہ |
| صدر دین و دولت آں مقبول حق | نہ فلک از خوان جودش یک طبق |
| آب حیواں قطرۂ بحر دلش | چوں خضر علم لدنی حاصلش |
| معتبر چوں قول او افعال او | ہم بیان او گواہ حال او |
| مقتدائے دیں قبول خاص و عام | دولتش گفتہ قبولی خیر الانام |
| مالک معنی جملہ در فرمان او | ہم یکے در ہم میراث آن او |

**پیدائش**۔ آپ ملتان شریف میں متولد ہوئے۔ اسوقت حضرت غوث بہاء الدین رح کا شہرہ ہو رہا تھا۔ اور آفتاب عالمتاب کی طرح

آپ کے جمال باکمال سے ایک دنیا متمتع ہو رہی تھی۔ دینی اور خاندانی منزلت کے سبب آپ سربرآوردۂ روزگار تھے۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس تقریب سعید پر کس قدر خوشیاں منائی گئی ہونگی۔ افسوس ہے کہ اسوقت کے حالات کسی جگہ قلمبند نہیں ہوئے۔ ورنہ یہ واقعہ بطور یادگار عوام الناس میں مشہور ہوگا۔ کہ کسطرح پر خوشیاں کی گئیں۔ اور غربا و مساکین کے دامن زر و جواہر سے بھر دیے گئے۔ تاریخ تولد سے پایا جاتا ہے۔ کہ یہ خوشی عالمگیر تھی۔

**تعلیم و تربیت۔** حضرت صدر الدینؒ کی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت غوث بہاء الدینؒ کی نگرانی میں ہوئی۔ اور وہی آپکے علوم ظاہری و باطنی کے استاد تھے۔ جب استاد سربرآوردہ روزگار ہو۔ اور شاگرد ایسا باکمال ہو تو پھر لیاقت کا کیا کہنا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت شیخ صدر الدینؒ صاحب علم و فضل میں یگانہ روزگار ہوئے۔ اور قرآن مجید کو حفظ کر کے دینیات میں اعلیٰ دستگاہ بہم پہنچائی۔ چنانچہ اسوقت کوئی شخص علم و فضل میں آپکا ہم پلہ نہ تھا۔ جب علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو اپنے والد بزرگوار نے جو آپکے پیر و مرشد بھی تھے۔ آپکو علوم باطنی اور اسرار معرفت کی تعلیم شروع کی۔ اور علم سلوک میں تھوڑی سی رہنمائی سے آپ عارفان زمانہ سے گوئے سبقت لے گئے۔ اور کثرت مجاہدہ و نور معرفت کے سبب آپ کا نام عارف مشہور ہوا۔ چنانچہ کتب سیر و تواریخ میں آپ اسی نام سے مشہور ہیں۔



**وجہ تسمیہ۔** جب آپ کلام مجید پڑھتے تھے۔ تو کمال غور و فکر و مطالعہ پر کرتے۔ اور جسوقت قرأت اور تلاوت میں مصروف ہوتے۔ تو مطالب پر کمال غور اور خوض فرماتے۔ الواح و الہام کے انوار معانی سے دل و دماغ آپ کا منور ہو جاتا۔ آپکی ہمت ایسی عالی ہمت عالی تھی۔ کہ اسباب دنیا میں سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ گویا وہ بحر معرفت کے غواص اور اسرار قدرت کے شناسا تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کثرت عرفان سے آپ کا لقب عارف مشہور ہوا۔

لکھا ہے۔ کہ جب حضرت بہاء الدین قدس سرہ کا وصال ہوا۔ تو بہت سا زر و جواہر آپ کی اولاد کیواسطے موجود تھا۔ چنانچہ شرع شریف کے مطابق تمام بیٹوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ روایت ہے۔ کہ ستر لاکھ تنکہ صرف حضرت شیخ صدر الدینؒ کے حصہ میں آیا۔ مگر آپ نے اول روز ہی تمام زر و نقد فقرا و مساکین اور اہل حاجت پر ایثار فرمایا اور ایک دمڑی بھی اپنے واسطے نہ رکھی۔ جب کسی نے آپ سے سوال کیا۔ کہ غریب نواز! آپکے والد بزرگوار کے پاس تو ہزاروں روپے خزانے میں جمع رہتے تھے۔ اور وہ حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا خرچ فرماتے تھے۔ کیا سبب ہے۔ کہ آپ نے تمام روپیہ ایک دن میں خیرات کر ڈالا۔ اور خزانہ میں کچھ نہیں رکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے والد بزرگوار ہمیشہ دنیا پر غالب رہے۔ اسواسطے مال و زر کی موجودگی انکو کوئی ضرر و نقصان نہ پہنچا سکتی تھی میں

بھی بفضلہ تعالیٰ اکثر دنیا پر غالب رہتا ہوں۔ لیکن کبھی مساوات کا درجہ ہوجاتا ہے۔ اسواسطے مجھے خوف ہے۔ کہ اسکی محبت مجھے ضرر پہنچائے۔ بموجب حُبُّ الدُّنیا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ اور حُبُّ المَالِ یُفْسِدُ المَآلَ پس مجھے اب زادی حاصل ہے۔ کہ بادا کبھی یہ مجھ پر غالب آجاوے۔

## آپکی شادی مبارکباد کہاں ہوئی

آپکے حالات میں سب سے زیادہ دلچسپ واقعہ آپکی شادی خانہ آبادی کا ہے جسکے متعلق ضروری ہے۔ کہ تمام واقعات قلمبند کئے جاویں۔ چنانچہ کتاب مراۃ المناقب سے جو ایک معتبر کتاب ہے۔ اس واقعہ کا تذکرہ لکھا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ معزز ناظرین دلچسپی سے اسکا مطالعہ کرینگے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤلف کے الفاظ میں اس دلچسپ واقعہ کو صفحۂ قرطاس پر زینت دیجاوے۔ اسکے علاوہ اس تحریر کی تصدیق معتبر رسائل قلمی مسودات اور خصوصاً لسان بالسان سینہ بسینہ واقعات سے جو خلفائے متقدمین اور خدمائے متاخرین کو سلسلہ بسلسلہ معلوم ہوتے رہے ہیں۔ اور جن پر کذب و احتمال کا گمان نہیں۔ لہٰذا سب واقعات حوالۂ قلم کرکے مریدین و معتقدین کیواسطے ایک دلچسپ نظارہ دکھاتا ہوں۔

سالکانِ طریقت اور طالبانِ حقیقت کی ضمیر منیر پر یہ امر روشن ہو۔ کہ جب سالک صادق دل سے کثرتِ مجاہدہ و ریاضت سے بتوسل وجود شیخ کامل



مقام ناسوت کو طے کر لیتا ہے۔ اور مقام ملکوت پہنچ جاتا ہے۔ تو اس سے بشری صفات دُور ہو کر ملکی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اس مقام پر اسے ایک عجیب سیر حاصل ہوتی ہے۔ جسے بالفاظ دیگر سلوک کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ اوّل سیر الی اللہ۔ یہ مقام ناسوت کی ذیل میں ہے۔ اسکی حدود مقرر و منضبط ہیں۔ یعنی اس میں سالک اس امر کی کوشش کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے۔ اور پہچاننا یہ ہے۔ کہ وہ یقین جانے کہ خدا ایک ہے۔ جو ابتدا و انتہا نہیں رکھتا۔ اور وہ صفتوں کا منتہا ہے بلکہ اسکا درجہ خارج از صفات ممکن البیان ہے۔ جب ان سب باتوں کا ولی العین ہوگیا۔ تو اسکا نام سیر الی اللہ ہے۔

**دوم سیر فی اللہ۔** اسکی حدود مقرر نہیں ہیں۔ اور انجام اسکا ناپدید ہے۔ کیونکہ یہ انجام نہیں رکھتا۔ یہ مقام ملکوت کے متعلق ہے۔ کہ سیر الی اللہ کے درجہ کو طے کر کے حق کو پہچان لیوے۔ اور پھر اس درجہ ترقی کرے۔ کہ ذات و صفات و افعال حق کا مشاہدہ کرے۔ اور علم و حکمت حاصل کر لیوے۔ اور کیا ملکوت اور کیا جبروت کوئی بھید اس پر پوشیدہ نہ رہے۔ اسکا نام سیر فی اللہ ہے۔ رسالہ رموز الواعظین میں لکھا ہے۔ کہ جب سالک مقام ملکوت پر پہنچتا ہے۔ تو اس میں یہ طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ وہ ظاہری رفتار سے ایک آن واحد میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر بغیر تکلیف پہنچ سکتا ہے۔ اور واپس اپنے مقام پر آسکتا ہے۔ اور یہ کرامت ہے کہ زمین گویا اسکی فرمانبردار

ہے۔ کہ جہاں جانا چاہے۔ جائے۔ اور واپس آئے۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ ﷺ
ظہورِ نبوت سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو تجارت کے قافلہ
کے آنے کی خبر دی۔ اور ایک دم میں آپ کو قافلہ میں پہنچا دیا۔ اسی طرح ایک
دفعہ کسی درویش مسافر نے روبروئے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ
کے بیان کیا۔ کہ میں نے فلاں مقام پر ایک درویش بڑا صاحب کمال دیکھا ہے۔
حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا۔ کہ ذرا بیٹھئے۔ اور آپ نے جوتی پہنی۔ اور باہر نکلے
تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لائے۔ اور کفش میں گرد لگی ہوئی تھی۔ فرمایا
کہ میں نے اس درویش کو دیکھا ہے۔ مرد صالح ہے۔ مگر ایسا نہیں جیسا کہ تو بیان
کرتا ہے۔

شعر

سیر عارف ہر زماں تا تخت شاہ — سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ

اور اسی طرح عماد ویسیر نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ میرے
مرشد وضو کر رہے تھے۔ خواجہ رشید نام ایک مرید تھا جو بیابان طلہ میں
تشنگی سے قریب بہلاکت تھا۔ اسیوقت آپ نے تین کوزے پانی کے اسکے
پاس پہنچائے۔ پھر آکر وضو تمام کیا۔ اور نماز ظہر تمام کی۔ اور اسی طرح ایک
دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بغداد کے معتقدین کی جماعت حضرت غوث بہاؤالدینؒ
کی زیارت فیض بشارت کے واسطے ملتان کو روانہ ہوئی۔ اثنائے سفر میں
ایک ایسے جنگل میں پہنچے۔ کہ پانچ چھ روز تک پانی نہ پیا۔ آپکا اسم مبارک زبان
پر لائے۔ اسیوقت ایک درویش صفا کیش ظاہر ہوا۔ اور پانی کا کوزہ انکے



حوالہ کیا۔ جس سے انکی جان میں جان آئی۔ درویش انکی آنکھوں سے پوشیدہ ہو گیا
جب وہ لوگ شیخ کی خدمت میں آئے۔ اور آپ کی زیارت کی حیران ہوئے۔ کہ یہ
تو وہی درویش ہیں۔ جنہوں نے بیابان میں پانی کا کوزہ دیا تھا۔ سر
زمین پر رکھا۔ اور اپنا ماجرا عرض کیا۔

اہل کمال اولیائے حق جب مقام ناسوت طے کر کے ملکوت اور جبروت
کے مقام پر پہنچتے ہیں۔ تو صفات روحانی و ملکی ان کو حاصل ہو جاتی
ہے۔ اگر چاہیں۔ تو کعبہ شریف میں جائیں۔ یا اگر کسی اور اقلیم میں جانا
چاہیں۔ تو ان کو بُعد مسافت مشکل اور دشوار نہیں معلوم ہوتی۔ پس شیخ الاسلام
ابوالغنائم حضرت صدرالدین قتال عارف باللہ ہمیشہ خانہ خدا کی محبت
اور عشق سے پنجوقت نماز خانہ کعبہ میں ادا کرتے۔ اور نماز سے فراغت پاکر
طواف بیت اللہ میں مشغول ہوتے تھے۔ اور تجرید و تفرید میں یگانہ عصر اور
وحید دہر تھے۔ ہر وقت بحر معرفت میں مستغرق رہتے۔ اور دنیا کے دونوں کے
اختلاط سے سخت متنفر اور دانش سے بیزار تھے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت مخدوم العالم
شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے سات فرزند
تھے۔ سب متاہل اور کنبہ والے تھے۔ مگر حضرت صدرالدین عارف باللہ
مجرد اور ناکتخدا تھے۔ ہر چند کہ حضرت غوث زماں شفقت پدری و محبت
قلبی کے سبب فرماتے کہ بابا صدرالدین! تمہیں نکاح کر لینا چاہیے
مگر حضرت صدرالدین صاحب عرض کرتے۔ یا مخدومنا۔ یا مربینا! کچھ مدت

اور صبر کرنی چاہئے۔ اور یہ کام تقدیر الٰہی اور مشیت ازدی پر چھوڑتا ہوں
اس عرصہ میں دل کھول کر عبادت کر لوں۔ اور کوئی درجہ حاصل کر لوں۔
کہ ہر چند آدمی حق کے قریب ہو پھر بھی وہ دور ہے۔ انتہیٰ

رسالہ سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہٗ میں مرقوم ہے۔ کہ اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ولایت عطا کرے۔ تو لَا تَرْغَبْ فِیْ شَیْئٍ مِنَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ۔ یعنی دنیا میں رغبت کرے گا۔ تو گویا فانی چیز کے واسطے حق سے اعراض کرے گا۔ اور اگر عقبیٰ کی رغبت کرے گا۔ تو باقی رہنے والی چیز کے واسطے حق سے اعراض کرتا ہے۔ کسی نے کیا ہی عمدہ رباعی لکھی ہے۔

شعر

اے طالب دنیا تو لبے مغروری — وے اہل عقبیٰ تو یکے مزدوری
وے آنکہ زمیل ہر دو عالم دوری — تو طالب نور بلکہ عین النوری

شادی نہ کرنے کا ارادہ

منقول ہے۔ کہ سلطان المشائخ حضرت بی بی راستی پاکدامن بنت سلطان جمال الدین فرغانہ نے بھی مقام ملکوت سے عبور کر کے اعلیٰ درجہ حاصل کر لیا تھا۔ اور محبت ازدی میں ہر وقت سرشار رہتی تھیں۔ اور پنج وقتی نماز بیت اللہ شریف میں ادا کرتی تھیں۔ اور بعد نماز دیر تک طواف کعبہ میں مشغول رہتی تھیں۔ سلطان جمال الدین نے ہر چند چاہا۔ کہ ان کا شرعی نکاح کرا دیا جاوے۔ مگر وہ ہمیشہ یہی عذر کرتیں کہ ابھی صبر کرنا چاہئے اور یہ کام تقدیر الٰہی اور مشیت ازدی پر چھوڑ دینا چاہئے۔ سلطان جمال الدین



[illegible]

خود ایک صاحب کمال عالم عابد عادل کامل بزرگ تھے۔ اور حضرت بی بی صاحبہ کے احوال عجیب کر خاموش ہو رہتے۔ القصّہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ صدر الدین محمد قدس سرہٗ عارف باللہ ملتان سے اور حضرت سلطان المشائخ امام المریدین بی بی راستی پاکدامن رضی اللہ عنہا فرغانہ سے جو کہ مکہ معظمہ سے اتنا ہی دور ہے۔ جتنا کہ ملتان شریف ہے بیت اللہ شریف میں مستمرہ کے موافق تشریف لائے۔ اور نماز ادا کرنے کے بعد طواف میں مصروف ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے بہت قریب تھے کہ حضرت سلطان المشائخ چند قدم حضرت معظمہ ممدوحہ سے آگے تھے اور یہ آپکے پیچھے تھیں۔ ناگاہ حضرت سلطان المشائخ کی نظر مبارک اوپر آپ کی پشت پر پڑی۔ اور آپ نے ایک نور کی شعاع دیکھی۔ جو عرش اعظم تک پہنچتی تھی۔ آپ نے غور سے مشاہدہ کیا۔ تو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ نور الٰہی کی شعاعیں ہیں۔ اور کسی قطب وقت کی نشانی ہے۔ جو صلب سلطان المشائخ میں جلوہ افروز ہے اور اس مشاہدہ و معائنہ کے بعد حضرت سلطان المشائخ کو آرزو ہوئی۔ کہ نام و مقام اس فرشتہ سیرت بزرگ کا دریافت کیا جاوے۔ جسکی نسل سے ایک قطب دوران متولد ہونیوالا ہے۔ یہ خیال دل میں آیا۔ اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر مناجات حضرت ذوالجلال والاکرام میں مصروف ہوئے۔ قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبْلَۃُ الدُّعَاءِ الْکَعْبَۃُ وَقِبْلَۃُ الصَّلٰوۃِ۔ اسی مناجات میں آپ نے عرض کیا۔ کہ یا رب العٰلمین۔ و یا علام الغیوب اس قطب زمان کا نور جو آفتاب

کی طرح درخشاں ہے۔ اور جو تیرا محبوب و مقبول بندہ ہوگا۔ وہ عالم کون میں اس جاریہ کے بطن سے پیدا ہوگا جب ازل میں یہی مقرر تھا تو ایسا ہی ہوا۔ آپ کی مناجات نے درجہ اجابت اختیار کیا۔ اور اس نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ کا وقت نزدیک آ گیا۔

قَالَ الْاِمَامُ الْحَسَنُ بَصْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ رِسَالَتِہٖ اِلٰی اَہْلِ مَکَّۃَ۔ اِنَّ الدُّعَاءَ یُسْتَجَابُ فِیْ خَمْسَۃَ عَشَرَ مَوْضِعًا فِی الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْمُلْتَزَمِ وَتَحْتَ الْمِیْزَابِ وَفِی الْبَیْتِ وَعِنْدَ زَمْزَمَ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَالسَّعْیِ وَخَلْفَ الْمَقَامِ وَفِیْ عَرَفَاتٍ وَفِی الْمُزْدَلِفَۃِ وَفِیْ مِنًا وَعِنْدَ الْجَمَرَاتِ الثَّلٰثِ۔

القصہ جب شیخ الاسلام حضرت صدر الدینؒ عارف طواف بیت اللہ سے فارغ ہوئے۔ اور تھوڑی سی دیر دم لینے کے لئے توقف فرمایا۔ تو حضرت سلطان المشائخ قریب آئیں۔ اور نقاب عصمت الٰہی اور حجاب عفت نامتناہی میں آپ سے پوچھا "شما کیانید۔ و موطن شریف شما کدام است۔" حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا۔

"ایں فقیر اسدی القرشی و وطن دار الامان ملتان" حضرت سلطان المشائخ نے پوچھا۔ کہ وہی ملتان شریف جہاں زبدۃ الکاملین۔ قدوۃ الواصلین مخدوم شیخ بہاء الدین زکریاؒ سکونت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جی ہاں۔ "ایں نعتیہ از فرزندان حضرت مخدوم است۔" حضرت بی بی



صاحبہ نے پوچھا۔ آپ کا اسم شریف کیا ہے۔ فرمایا۔ صدر الدین محمدؒ۔ اس پر حضرت بی بی صاحبہ نے کوئی آیت شریف پڑھکر یا کسی طریقہ سے یہ بھی دریافت کر لیا۔ کہ آپکا نکاح ابھی نہیں ہوا۔ اور یہ حدیث شریف اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ پڑھی اور فرمایا کہ اگر مطابق اس اس جاریہ کو اپنی غلامی اور پرستاری میں لیجئیں۔ تو کیا خوب ہو۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت کیا۔ اور جواب میں فرمایا۔ کہ ہم سات بھائی ہیں اور سب سے بڑا میں ہوں۔ باقی سب متاہل ہیں۔ اور یہ فقیر تاحال نا کتخدا ہے۔ اگرچہ والد ماجد نے کئی دفعہ ارشاد فرمایا ہے۔ مگر میں نے یہی عرض کیا۔ کہ کئی دن تک اپنے اللہ کی عبادت میں سرگرمی سے حصہ لوں۔ پس اگر آپ سے عقد کر لوں۔ تو گویا ایک طرح کی بے ادبی ہے کہ بغیر اجازت شما ولی نعمت کے ایسا کروں۔ اور یہ شریعت و طریقت کے برخلاف ہے۔ اگر اس وقت کہ آپ بلدہ ملتان شریف میں تشریف لائیں۔ اور اپنی آرزو بخدمت حضرت مخدوم العالم بیان کریں۔ اور انکی اجازت ہو۔ تو مجھ کو عذر نہ ہوگا۔ اسکے بعد السلام علیک کہکر رخصت ہوئے۔ حضرت شیخ صدر الدینؒ عارف ملتان کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور حضرت سلطان المشائخ فرغان کو روانہ ہوئیں۔ جب حضرت بی بی صاحبہ اپنے مکان پر پہنچیں۔ تو موقع پاکر اپنے والد ماجد سلطان جمال الدینؒ کی خدمت میں آداب بجا لائیں۔ اور پوچھا کہ اگر اجازت ہو۔ تو ایک عرض کروں۔ سلطان نے

فرمایا۔ کہ نورِ دیدہ من۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔ حضرت سلطان المشائخؒ آداب بجا لائیں اور عرض کیا۔ کہ طوافِ کعبہ میں ایک شخص میں نے دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ وہ کس جگہ کا متوطن ہے۔ اور کیا اوصاف رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ صورت میں یوسف ثانی اور سیرت و خلق میں خلق محمدی رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ اَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَفْضَلُهُمْ اِیْمَانًا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ حضرت انسؓ نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ مومنین میں کس کا ایمان فاضلتر ہے۔ آپ نے فرمایا جسکا خلق نیک تریں ہے۔ اور خلق عظیم کی یہ تعریف کیگئی ہے۔ کہ نہ تو کسی سے خصومت کرے۔ اور نہ کوئی اور تجھ سے خصومت کرے۔ اور کسی کی جفا اسپر اثر نہ کرے۔ حضرت حسن البصریؓ نے وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ ثیاب سے مراد اخلاق ہے۔ یعنی اخلاق کی پاکیزگی کرو۔ اور معنی آیت اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً یہ ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد خلق نیک اور نعمت باطن سے سیرت نیک یا نعمت ظاہر سے حسن جمال اور نعمت باطن سے حسین خصال مراد ہے۔ القصہ سلطان المشائخؒ نے بیان کیا۔ کہ میری نظر اس باکمال کی پشت پر پڑی ہے۔ اور میں نے ایک نور مشاہدہ کیا ہے۔ جسکی شعاعیں عرشِ بریں تک پہنچتی ہیں۔ اور مجھے صاف نظر آیا۔ کہ یہ مرتبہ قطب کا ہے۔ اسپر میں نے درگاہ صمدیت میں دعا مانگی۔ کہ اس قطب العالم کے نور



کا ظہور اس عاجزہ کے بطن سے ہو۔ اسپر مجھے عالم کشف سے یہی معلوم ہوگیا۔ اور آواز آئی۔ کہ راستی! اس نور معظم کا ظہور تیرے بطن سے ہے۔ میں نے شکریہ کے سجدے ادا کئے۔ نام اس بزرگ کا شیخ صدر الدین عارف باللہ اور والد اسکا سلطان العالمین غوث جہاں مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا کبیر قریشی الاسدی الہاشمی ہے۔ پس ظاہری اسباب کا بندوبست اور تہیہ کیا جاوے سلطان جمال الدین کو اس خبر نیکو اثر کے سننے سے ازحد بہجت و فرحت حاصل ہوئی۔ اور فرمایا۔ کہ اس سے اچھا اور کیا ہوگا۔ بیشک سعادت ازلی نے رہنمائی کی۔ اور بخت بلند نے یاوری کی۔ کہ ایسا نجم ثاقب برج طالع میں درخشاں ہوا۔ میں اس امر میں ضرور کوشش کرونگا۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا۔ کہ ملتان شریف تک قدم رنجہ فرمایا جاوے۔ سلطان نے پختہ ارادہ کیا۔ اور ضروری سامان سفر تیار کر کے ملتان شریف کا راستہ لیا۔ اور جہیز وغیرہ کیواسطے بھی ضروری سامان لے لیا گیا۔ ملک وزیروں کے سپرد ہوا۔ اور آپ مع دختر نیک اختر اسباب بادشاہی اور تجمل شہنشاہی سے جسکا بیان کرنا آسان نہ ہوگا۔ عازم ملتان شریف ہوئے لکھا ہے کہ ہر ایک مقام پر جو نزول اجلال ہوتا۔ تو وہ زمین خرید کر کے خدا کے راہ پر وقف فرماتے۔ یہانتک کہ شہر قریب آگیا۔ عمارتیں نظر آنے لگیں۔ اور وہ وقت قریب آیا۔ کہ مشتری و زہرہ کا قران ہو۔ جب آپکی آمد کی خبر حضرت مخدوم بہاء الدین غوث العالمین کے سمع مبارک تک پہنچی

تو آپ استقبال کو بیرون شہر تشریف لیگئے۔ کیونکہ آپ کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی اکابر ملک سے حضرت کیخدمت میں آتا۔ تو آپ خلق محمدی کے سبب اسکا استقبال فرماتے تھے۔ آپکے ساتھ فرزند سعادت مند اور درویش عقیدت کیش بھی تھے۔ الغرض آپ سلطان جمال الدین کو نہایت محبت و اخلاص کیساتھ ساتھ لائے۔ شہر کے جنوب اسٹیشن کے پاس جہاں حضرت بی بی پاکدامن کا مزار ہے۔ اسی جگہ قیام فرمایا۔ اور کچھ عرصہ بعد زمین خرید کرکے چاہ احداث کیا گیا۔ اور آجتک معمول ہے۔ کہ جو خادمان دور دراز علاقہ سے زیارت کو حاضر ہوتے ہیں۔ پہلے اُس کنوئیں کے کنارے غسل کرتے ہیں۔ اور پھر زیارت روضہ حضرت بی بی پاکدامن صاحبہ سے سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور آپکا فرمودہ ہے۔ کہ جو کوئی اس چاہ سے غسل کرے۔ اور اپنے کپڑے دھوئے۔ اسکے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کپڑے دُھلکر سفید ہو جاتے ہیں اسیطرح بفضلہ تعالیٰ نامۂ اعمال بھی سفید ہو جاتا ہے۔ دل صاف اور منور ہو کر خناس کا وسوسہ جسکی بابت اشارہ ہے۔ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کا فور ہو جاتا ہے۔ الغرض رات کے وقت سلطان جمال الدین صاحب حضرت غوث العالمین کی زیارت کیواسطے تشریف لیگئے۔ اور دل میں خیال آیا۔ کہ یہ درویش ہیں۔ کوئی تحفہ لیجاؤں۔ چنانچہ ایک تھال زر و جواہر سے بھرا اور نوکر سے اُٹھوا کر ساتھ لیگئے۔ جب آپکی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نے چنداں التفات نہ فرمائی۔ اور خلوت میں اپنے مصلے کا کنارہ اُٹھایا۔



سلطان نے نظر کی۔ تو دیکھا۔ کہ ایک سمندر ہے۔ جو موتیوں اور جواہرات سے بھرا ہوا ہے۔ از بس منفعل ہوئے۔ اور وہ تھال خزانچی کو واپس دیا۔ دوسرے دن پھر ملاقات ہوئی۔ اور اثنائے گفتگو میں اسقدر معارف و اسرار بیان ہوئے کہ انکا اظہار غیر ممکن ہے۔ اور ایک دوسرے کے کمال سے آگاہ ہوکر ارادت و عقیدت کا دریا جوش میں آیا۔ عشا کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اور سلطان نے آپکے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نماز اور معمولی ورد وظائف سے فراغت ہو چکی۔ تو سلطان نے عرض کیا۔ کہ اگر اجازت عطا ہو۔ تو ایک عرض حضور میں کیا چاہتا ہوں آپ نے خندہ پیشانی سے اجازت عطا کی۔ تو سلطان نے اپنا عرض حال شروع کیا۔ کہ میری ایک لڑکی ہے۔ جو حضور کی لونڈی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک مخدوم زادہ عطا فرماویں۔ کہ یہ کنیزک اُنکے حوالہ کیجاوے۔ ساتوں فرزند بھی اُسوقت موجود تھے۔ حضرت غوث نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ آپکے خادم ہیں جس کی طرف ارادہ ہو۔ مجھے کچھ عذر نہیں۔ سلطان نے حضرت مخدوم صدر الدین عارف کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مبارک ہو۔ اسکے بعد مٹھائی اور تِل وغیرہ منگائے گئے۔ اور شرعی طور پر حضرت سلطان المشائخ کا عقد حضرت بی بی سلطان المشائخہ سے ہو گیا۔ اور حضرت غوث العالمین نے خطبہ نکاح خود پڑھا عالم ظاہر و باطن میں مبارک باد اور تہنیت کی آواز بلند ہوئی۔ سلطان جمال الدین نے دست مبارک حضرت سلطان المشائخہ کا حضرت سلطان شیخ الاسلام کے ہاتھ میں دیا۔ اور چند روز کے بعد رخصت طلب کی۔ اور الوداع کہہ کر وطن کو مراجعت

کی۔ اور بیٹی سے کہا۔ کہ تمہیں حوالہ بخدا کیا۔

**روایت ہے۔** کہ حضرت غوث العالمین کے خاندان میں معمول تھا۔ کہ جملہ مخدوم زادوں کی ازواج مطہرات علے الصباح حضرت مخدوم **ولی النعمت** کی زیارت کو حاضر ہو کر سعادت حاصل کرتی تھیں۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرت بی بی راستی پاکدامن رضی اللہ عنہا بھی حسب معمول آپ کی قدمبوسی کو حاضر ہوئیں۔ تو آپ سرو قد تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ حال دیکھ کر دیگر مستورات کو رشک ہوا۔ اور در پردہ کہنے لگیں۔ کہ بی بی **راستی** پاکدامن رض کو کونسی فوقیت ہے۔ کہ حضرت غوث العالم اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ اور ہم سے بہت زیادہ مروت والفت فرماتے ہیں جب آپکے سمع مبارک میں یہ خبر پہنچی۔ آپنے سب کو جمع کیا۔ اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ کہ بیشک تم سب میرے نزدیک درجہ اور مرتبہ میں مساوی ہو۔ مگر میں یہ تعظیم جو تم مشاہدہ کرتی ہو۔ بی بی **راستی صاحبہ** کی نہیں کرتا۔ بلکہ اس سعادتمند فرزند کی ہے۔ جو آپکے شکم میں ہے اور جو قطب الاقطاب اور ہمارے خاندان کا چراغ ہے۔ اور جسکا اسم گرامی نام نامی ابو الفتح رکن الدین فیض اللہ ہے۔ آپ خاطر جمع رکھو۔ کہ آپ اُنکے میں بیکر یا نہ سب ایک جیسی ہیں یہ بات سنکر سب خاموش اور لاجواب ہو گئیں۔ اور جب یہ مژدہ جانبخش اور نوید دلکش حضرت بی بی راستی نے استماع فرمایا تو آپنے دوگانہ شکر بجا لائیں اور جملہ مستورات کی مبارکبادی کا بطرز احسن جواب دیا۔ اور اسوقت جو مال آپ کے قبضہ تصرف میں تھا۔ سب خدا کی راہ



میں اظہار شکریہ کے طور پر خرچ کر ڈالا۔ اور مدت معہودہ اور وقت معلومہ کے بعد وہ لولوئے بحر شہامت حدیقۂ گلشن نجابت سرو چمن شرافت یعنی شیخ الاسلام والمسلمین مرشد الطالبین **شیخ رکن الدین** ابو الفتح فیض اللہ بروز جمعہ نہم ماہ رمضان المبارک سنہ ۶۴۹ھ کتم عدم سے پردۂ وجود میں رونق افروز جہاں ہوئے۔ حضرت **صدر الدین** عارف باللہ کے مناقب وکرامات بیان کئے جاتے ہیں۔ اور حضرت رکن عالم رض صاحب کا حال اسکے بعد لکھا جائیگا۔ ؎

| | |
|---|---|
| آں گہر معدن حق الیقیں | تازہ ز آب کرمش باغ دیں |
| دادہ زپاکی بملائک صلا | غرقہ وحدت بخلا و بلا |
| لجہ اوصاف دل پاک او | عقل فرو ماندہ ز ادراک او |
| خاک درش از رہ عز و جلال | سرمۂ چشم دل اہل کمال |
| نور دلش موئے یقیں تافتہ | قرب مع اللہ ز صفا یافتہ |
| صدر نشیں گشتہ بفرش بریں | گشتہ خطابش ز خدا صدر دیں |
| یافت جمالی خوشی از یاد او | ذکر جمیلش شدہ اوراد او |

**سیر العارفین** میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین فردوسی سے جو ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ اور جو شیخ **نجیب الدین** فردوسی کے پیرو مرشد ہیں۔ روایت ہے۔ کہ میں جب دہلی کیطرف جا رہا تھا۔ تو سیر اتفاق گذر شہر ملتان دار الامن والامان میں ہوا۔ اور میں حضرت شیخ صدر الدین عارف کا مہمان ہوا۔ چاندنی راتیں تھیں۔ آپ نے دسترخوان طلب فرمایا۔ بہت سے بزرگ دسترخوان

پرتے۔ مجھے بھی پابندی مَنْ اَكَلَ مَعَ الْمَغْفُوْرِ فَهُوَ مَغْفُوْرٌ شریک
ہونا پڑا۔ لیکن میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ بہت تھوڑا کھانا چاہئے۔ کیونکہ میں اسدن
روزہ دار تھا۔ اور سفر میں روزہ افطار کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ میں نے دیکھا
کہ حضرت شیخ ہر قسم کا کھانا نہائت شوق سے کہاتے ہیں۔ جب کم کھانے کا خیال
میرے دل میں آیا۔ فوراً ہی آپ نے فرمایا۔ کہ اے درویش رکن الدین!
جو فقیر اپنی باطنی طاقت کے ساتھ کھانے کو نورانیت کے ساتھ تبدیل کرے۔
اسکو پابندی قلت و کثرت طعام کی لازم نہیں۔ جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں

چونکہ لقمہ می شود در تو گہر — بالیقیں چندانکہ میدانی بخور

ترجمہ: جب کہ موتی تجھ میں بنجاوے طعام — جتنا جی چاہے تو کھا لا کلام

دیگر حضرت حسام الدین ملتانی رحمۃ جنکا مزار مبارک بدایوں میں ہے۔ اور
یہ آپکے مریدان کامل میں سے ہیں۔ انکی حکایت حضرت نظام الملت والدین نے
اپنی کتاب فوائد الفواد میں تحریر کی ہے۔ کہ مولانا حسام الدین صاحب
فرماتے ہیں جن دنوں میں ملتان شریف میں حضرت شیخ المشائخ حضرت بہاء الدین رحمۃ
کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ زیارۃ روضہ منورہ حضرت غوث العالم رحمۃ
سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ایک ٹکڑہ
زمین کا اپنی قبر کے واسطے مانگ لوں۔ شاید خداوند کریم انکی ہمسائگی سے مجھے
بخشدیوے۔ جب یہ ارادہ میرے دل میں ہوا۔ آپ نے خود بخود فرمایا۔ کہ
میاں حسام الدینؒ! ایک قبر کی جگہ آپ کو دینی ہمارے واسطے چنداں



مشکل نہیں ہے۔ اور نہ عذر ہے۔ لیکن حضرت رسالت پناہ صلعم نے ایک
پاک زمین تمہارے واسطے خطہ بدایوں میں تجویز فرمائی ہے۔ آپکا مدفن اسجگہ ہوگا۔
شیخ المشائخ حضرت نظام الملت والدین تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات
مولانا حسام الدینؒ نے بدایوں میں خواب دیکھا۔ کہ ایک جگہ حضرت رسالت پناہ
وضو کر رہے ہیں۔ صبح کو اُٹھے۔ تو ایک جگہ زمین تر دیکھی۔ اور پانی کا نشان موجود
پایا۔ ارشاد کیا کہ میرا مدفن اسی جگہ پر ہو۔ چنانچہ اسیجگہ آپکو دفن کیا گیا۔
دیگر سیر العارفین کے مؤلف حضرت خلیفۃ الاولیاء شیخ جمالی رحمۃ صاحب
اپنا واقعہ لکھتے ہیں۔ جسکے مطالعہ سے عجب شان الٰہی نظر آتی ہے۔ کہ
جب سکندر بادشاہ نے انتقال فرمایا۔ اور بڑا بیٹا
سلطان ابراہیم سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تو ہندوستان میں ایک
بڑا انقلاب واقع ہوا۔ سلطان سکندر مرحوم نہائت خوش خصال پسندیدہ افعال
تھا۔ اور اصحاب صلاح اور ارباب معانی سے ہمیشہ دلچسپی رکھتا تھا۔ اور خصوصاً
اس میں یہ صفت تھی۔ کہ فقرا کا بہت معتقد تھا۔ اور بندہ سے بھی اسکا خاص انس تھا۔
سلطان ابراہیم نے تخت پر بیٹھتے ہی سابقہ وزرا اور ارکین کو یک قلم علیحدہ
کر دیا۔ اور بد خلق آدمی دربار میں بھرتی ہوئے۔ اور چند نوجوان جو نہائت تند
مزاج اور شریر الطبع تھے۔ انکے محرم راز قرار پائے۔ اور خلا و ملا میں
بادشاہ کے مصاحب بن گئے۔ اور پہلا وزیر با تدبیر جسکا نام شیخ بہودا
تھا۔ بادشاہ نے نکال دیا۔ اور سارا اختیار استاد فرید کو جو از حد بد طینت تھا

شخص تھا۔ عطا کیا۔ طرح طرح کے ظلم رعایا پر ہونے لگے۔ اور درویشوں اور فقیروں کی ہجو ہستی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ اسی موقع پر خاکسار جمالی نے ایک حسرت آمیز مرثیہ لکھا۔ جو بہت مشہور ہے اور ایک بیت اسکی یہ تھی۔

اے سلیمان زماں آدکجائی آخر — تاکنم پیش تو از فتنہ دیواں فریاد

ترجمہ: اے سلیمان زمانہ آدم کس جا گئے — میں کروں فریاد کس سے عالم دیو زشت کی

جب یہ مرثیہ خاص و عام میں مشہور ہوا۔ تو اوس بد نہاد فریدون کینہ توز نے سلطان ابراہیم کے پاس شکایت کی۔ کہ شیخ جمالی نے تم سب کو دیو کہا ہے۔ اور سلطان سکندر کو سلیمان کہا ہے۔ چنانچہ وہ مجھ سے از حد برہم ہوئے۔ اگرچہ ظاہری طور پہ مجھے کوئی مضرت نہ پہنچا سکتے تھے۔ لیکن بوجہ بشریت کے۔ مجھے کسی قدر رنج و ملال طبیعت پر واقع ہوا۔ اسی اثنا میں ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بزرگ نورانی صورت صوفی سبز کا جامہ میرے سامنے لائے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ یہ جامہ حضرت صدرالدین عارفؒ نے ملتان سے تمہارے واسطے بھیجا ہے۔ تو اسکو پہن۔ بعد ادائے دوگانہ میں نے اس جامہ کو پہنا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ تو اپنے تئیں ایسا خوش اور مسرور پایا۔ کہ کوئی کلفت میرے دل پر بادشاہ کے ملال کی نہ تھی۔ اور قدرت الٰہی سے سلطان ابراہیم کا وہ عتاب محبت خالص میں تبدیل ہوگیا۔ اور میری پہلے سے بھی زیادہ عزت ہونے لگی۔ اسی زمانہ میں زبدۃ العلماء شیخ عبدالغفور نے خواب میں دیکھا۔ کہ اے شیخ جمالی! میں نے تجھے عالیشان قصر



پر دیکھا ہے۔ اور میں راستہ سے گذر رہا تھا۔ تم مجھکو دیکھتے ہی قصر سے نیچے اتر آئے ہو۔ اور ایک زرہ پہنے ہوئی ہے۔ جو نہایت روشن اور صاف شفاف ہے اور اس پر سنہری سیاہی سے آپکے پیر و مرشد شیخ سماء الحق والدین کا نام لکھا ہے۔ میں نے زرہ دیکھتے ہی عالم خواب میں دریافت کیا۔ کہ ایسی بے نظیر زرہ کہاں سے تمہارے ہاتھ لگی ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ یہ زرہ مجھے حضرت صدرالدین عارف باللہ نے عطا کی ہے۔ انتہی

دیگر۔ مولانا جمالیؒ مصنف سیر العارفین لکھتے ہیں۔ کہ اثنائے سیر و سیاحت میں جب میرا گذر ہرات میں ہوا۔ تو میں وہاں کے مشائخ علما اور فضلاء کی ملاقات سے از بس مسرور ہوا۔ میرا ڈیرا حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ (جنکے نام سے بچہ بچہ واقف ہے) کے مکان پر تھا۔ ایکدن میں انکے حجرہ خاص میں بیٹھا تھا۔ اور کتاب لمعات تصنیف حضرت فخرالدین عراقیؒ کی درمیان میں رکھی تھی۔ مولانا جامیؒ نے فرمایا۔ کہ دیکھئے حضرت شیخ محی الدین عربیؒ کا فیض۔ کہ مولانا فخرالدین نے یہ کتاب انکے فیض برکت سے لکھی ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ ہر شخص کا مرتبہ جس ذریعہ سے اسے عطا ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے میرے خیال میں یہ فیض کسی اور بزرگ کا ہے۔ خدا کی قدرت اسی رات کو مولانا جامیؒ نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت شیخ صدرالدین عارف باللہ بجماعت کثیر رونق افروز ہیں۔ اور مولانا

فخر الدینؒ ہر دو بفضلہٖ آپ کی نعت میں لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ اور اشارہ مولٰنا جامیؒ کیطرف کرتے ہیں۔ کہ آپ بھی اس مجلس میں آجائیں۔ مولٰنا جامیؒ کہتے ہیں۔ کہ میں اس مجلس میں حاضر ہوا۔ اور حضرت شیخ صدر الدینؒ کی دست بوسی سے مشرف ہوا۔ اور خواب کی حالت میں اسے شیخ جمالیؒ تم مجھے کہتے ہو۔ کہ کیوں صاحب! مرتبہ شیخ صدر الدین عارفؒ کا معلوم ہوا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ بیشک آپ سچ کہتے تھے۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ مولٰنا جامیؒ خواب سے بیدار ہوئے اور یہ تمام سرگذشت مجھ سے بیان فرمائی۔ انتہٰی

شیخ جمالیؒ جن کا ذکر وقتاً فوقتاً اس کتاب میں آئیگا۔ بڑے صاحب کمال تھے۔ فنِ شاعری میں بھی خاص دسترس رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ جب یہ پہلے پہل حضرت مولانا جامی کیخدمت میں پہنچے۔ تو دور دراز سفر کی وجہ سے انکے کپڑے بالکل دریدہ تھے۔ اور سفر کے غبار سے تمام بدن گرد آلود ہو رہا تھا۔ مولٰنا جامیؒ نے چنداں التفات نہ کی۔ جب انہوں نے ظاہر کیا۔ کہ میرا وطن ہندوستان ہے۔ تو مولانا جامیؒ نے فرمایا۔ کہ کوئی شعر تمہیں شیخ جمالیؒ کا یاد ہے۔ اس پر انہوں نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔ ؎

ما را ز خاک کویت پیراہنیست بر تن ‌ ‌ آں ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

اسوقت شیخ جمالیؒ کے آنسو جاری تھے۔ اور بدن و لباس گرد آلود ہو رہے



یہ بیت بالکل مناسب حال تھی۔ مولانا جامیؒ سمجھ گئے۔ کہ یہی شیخ جمالیؒ ہیں۔ اُٹھکر گلے لگایا۔ اور بہت خاطر و تواضع کی۔ یہ شعر بھی آپ کا بہت مشہور ہے۔ ؎

چوں ز لبِ ایں خستہ بیمار یکہ صد بار آمدید ‌ ‌ چشم بکشا دو ترا یکبار بربالیں ندید

اور مناجات میں یہ اشعار بھی قابل تعریف ہیں۔ ؎

اگر بحکم کشادہ سر یاد کاری ما ‌ ‌ بود بعفو تو چشم امیدواری ما
آستانِ تو شرمندہ گنہگار تو ایم ‌ ‌ کہ شب قرار ندارد ز آہ و زاری ما
اگر بپردہ راز تو محرم نبائیم ‌ ‌ فسردہ شد ز فخر نماید بپردہ داری ما
بخاک کوی تو در چشم دشمنان خواریم ‌ ‌ بنزد اہل نظر عزت است خواری ما
ز ابر لطف تو شد تا پدید گرد گناہ ‌ ‌ دلیکہ شستہ نشد داغ شرمساری ما
بروز حشر تو در بیکسی و تنہائی ‌ ‌ بجز عنایت نرسد کس بغمگساری ما
جمالیا بدر یار التجائے آر ‌ ‌ کہ ہست بر در دلدار رستگاری ما

دیگر۔ کہ حضرت غوث العالمین شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا تھا۔ کہ بابا فرید الدین! آج میں ایک فقیر ہے۔ صاحب قابلیت و استعداد اور ہمارے خانوادہ سے اسے نصیب عطا ہوا ہے۔ اگرچہ بالفعل ہمارے خاندان سے خارج ہے۔ لیکن میری رحلت کے بعد وہ تمہارے متوسلین میں داخل ہوگا۔ لکھا ہے۔ کہ آپ نے یہ بھی وصیت کی تھی۔ کہ چند روز تک اسے گوشہ میں بٹھا کر قرآن شریف کی تلاوت کرانا۔ تاکہ جذبہ کے غلبہ سے عالم شعور میں آوے

اور آدابِ صحبت کو بجا لاوے۔ اور جب ہوش میں آ جائے۔ تو اپنے پاس بلاؤ۔
تاکہ طریقۂ سلوک میں نہایت شوق سے سرگرم ہو۔ اور جو لباس کہ تجھ سے بطور خرقہ
خلافت اور تبرک کے آپ کو ملا ہے۔ سوائے اس خرقہ کے جو حضرت شیخ
شہاب الدین عمر سہروردی سے ملا ہے۔ باقی اسکو اُن کو بخش دو۔
الغرض ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ حضرت غوث نے فرمایا تھا۔ شیخ جمال نے
آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔ اور آپ نے اُسے خاص مریدوں کے سلسلہ
میں منسلک کر دیا۔
دیگر۔ شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ نے اپنی کتاب
فوائد الفواد میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ حضرت قدوۃ الاولیاء شیخ سعد الدین
عارف رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء عظام میں سے ایک بزرگ مجذوب و محبوب شیخ احمد بن شیخ
محمد تھے۔ جذبِ محبتِ الٰہی ان پر غالب تھا۔ چنانچہ کثرتِ استغراق سے وہ
آنکھ بھی نہ کھولتے تھے۔ ایک وقت میں کہ جاڑے کا موسم اور ہوا نہایت سرد چل
رہی تھی۔ پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ شیخ احمد صاحب غسل کیواسطے ایک ندی میں
داخل ہوئے۔ اور بہت دیر کھڑے رہے۔ اور یہ دعا کی۔ کہ یا اللہ بالتحقیق تو بادشاہ
ہے۔ اور مخلوق کی اطاعت سے بے پرواہ ہے۔ اور اپنی عنایت اور شفقت
سے اپنے مخلصاں کی خبر رکھتا ہے۔ آج مجھے تیری محبت کی قسم ہے۔ کہ جب
تک مجھے اپنا مرتبہ معلوم نہ ہو جائیگا۔ تب تک میں اس دریا سے باہر نہ آؤنگا۔
رب العزت کی درگاہ سے ندا آئی۔ کہ تیرا وہ مرتبہ ہے کہ اکثر مخلوق کو تیری



شفاعت کے سبب دوزخ سے نکالکر جنت میں پہنچاؤنگا۔ شیخ احمد نے
عرض کیا۔ کہ یا اللہ آپکی نعمت کا حد و حساب نہیں۔ مجھے اس سے بھی کچھ زیادہ
زیادہ عطا فرما۔ میں اس انعام پر راضی نہ ہونگا۔ پھر جناب الٰہی سے ندا آئی۔ کہ
لوگ اپنے طالب کو عاشق کہتے ہیں۔ مگر برعکس اسکے میں نے تجھے اپنا معشوق
بنایا۔ اس انعام کی خوشخبری سنکر شیخ احمد پانی سے باہر نکلے۔
اور لباس پہنکر گھر کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جہاں پہنچتے تھے۔ آواز آتی
تھی۔ کہ شیخ احمد معشوق آتے ہیں۔ آخر الامر انکا جذبہ یہانتک پہنچا۔ کہ نماز
سے معذور ہو گئے۔ علماء و فقہائے زمانہ نے بارہا نماز کی تاکید کی اور
کہا۔ کہ بیخودی اور مستی سے کنارہ کرو۔ اور حق پرستی اور ادائے نماز پنجگانہ
میں کوشش کرو۔ جواب دیا۔ کہ اچھا نماز پڑھ لونگا۔ مگر سورہ فاتحہ پڑھنے
کی طاقت نہیں رکھتا۔ علماء نے کہا۔ بغیر فاتحہ کے نماز درست نہ ہوگی
آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا سورۃ فاتحہ پڑھوں۔ تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ
اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مجھ سے پڑھا نہ جائیگا۔ علماء نے کہا۔ کہ نماز میں شک
تو ہو جاوے۔ شیخ نے نماز شروع کی۔ جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ پر پہنچے۔ تو عجب حالت
گذری۔ کہ ہر ایک بال کی جڑ سے خون جاری ہو گیا۔ اور تمام لباس خون میں تر
ہو گیا۔ اسوقت اُنہوں نے فرمایا۔ کہ اے بھائیو! میں حیض والی عورت ہوں۔
مجھ پر نماز فرض نہ ہوگی۔ انتہی
دیگر۔ شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے ملک العلماء مولٰنا فتح اللہ سے روایت کی ہے

کہ پچیس سال کی عمر تک میں نے تحصیل علم بالکل نہ کی تھی۔ بلکہ نصف حصہ قرآن شریف بھی نہ پڑھا تھا۔ ایک رات حضرت صدر الملۃ والدین رح کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ کہ آپ مسجد میں رونق بخش ہیں۔ اور ایک کاسہ چوبیں کھیر سے بھرا ہوا سامنے موجود ہے۔ اور میں مسجد کے ایک کونے میں نماز ادا کرتا ہوں۔ بعد ادائے نماز میں نے شیخ رح کی قدمبوسی کی۔ اور التماس دعا و فاتحہ خیر کی کی۔ اور ساتھ ہی گذارش کی۔ کہ مجھکو علم تو نصیب ہوا نہ ہو۔ لیکن اتنی توجہ فرمایئے۔ اور دعا کیجیئے۔ کہ کلام مجید حفظ کر لوں۔ آپ نے عالم رویا میں توجہ فرمائی۔ اور وہ کھیر کا پیالہ مجھے عطا فرمایا۔ کہ اسے کھالو۔ اور سورۂ یوسف کو یاد کرنا شروع کرو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ تو ایک عجیب فرحت اور سرور دل میں محسوس ہوا۔ صبح کے وقت اٹھ کر حضرت صدر الملت والدین کے مقبرہ پر گیا۔ اور خانقاہ والی مسجد میں صبح کی نماز مولانا وجیہہ الدین صاحب نے پڑھائی۔ اور اس روز سے میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا۔ کہ صبح کی نماز اسی مسجد میں پڑھا کرونگا۔ اور میرے دل میں علم کی تحصیل کا شوق روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ اور ایک دن اپنے خواب کا واقعہ مولانا وجیہہ الدین صاحب امام مسجد سے بیان کیا۔ وہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور ارشاد کیا۔ کہ ہمارے پاس آ کر تعلیم جاری کرو۔ آپ نے سورۂ یوسف پڑھائی۔ اور پانچ روز میں میں نے پوری سورۃ یاد کر لی۔ اس سے مجھے کلام ربانی کا از حد شوق ہوا۔



اور تھوڑے سے عرصہ میں تمام قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور دیگر علوم میں بھی اچھی دسترس حاصل کر لی۔

دیگر۔ شیخ سماء الحق والدین رح سے جو شیخ جمالی رح کے مرشد ہیں۔ اور ایک کامل بزرگ ہو گذرے ہیں۔ اور جنکا مقبرہ کہنہ دہلی میں ہے۔ روایت ہے۔ کہ میرے والد مولانا قطب بہرام عرصہ دراز تک لاولد رہے۔ حتیٰ کہ عالم پیری جلوہ گر ہوا۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ اور انکا معمول تھا۔ کہ ہر جمعرات کو حضرت غوث العالم شیخ بہاء الدین رح اور حضرت صدر الملت والدین مخدوم صدر الدین عارف رح کے مزار پر انوار پر جا کر زیارت کرتے۔ اور قرآن مجید ختم کر کے اسکا ثواب دونوں بزرگوار کی ارواح کو پہنچاتے۔ دل میں تمنا تھی۔ کہ خداوند کریم کوئی فرزند عطا کرے۔ ایک مرتبہ شب جمعہ کو بعد ختم قرآن انہیں غنودگی سی آگئی۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مخدومی شیخ صدر الدین رح نے دو چھوہارے عطا فرمائے۔ اور فرمایا۔ کہ قطب الدین! یہ دو چھوہارے ہیں۔ ایک آپ کھاؤ۔ اور دوسرا اپنی منکوحہ کو کھلاؤ۔ انشاءاللہ تعالےٰ بارگاہ الٰہی سے فرزند عطا ہوگا۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد جب میں مقبرہ سے باہر نکلا۔ تو ایک بزرگ نورانی صورت نے دو چھوہارے مجھے عطا فرمائے میں خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور ایک چھوہارا خود کھایا اور دوسرا اہل پردہ کو کھلایا۔ خداوند کریم نے مجھے میوہ کہا سے خاص میوہ یعنی بیٹا عطا کیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط۔

دیگر۔ روایت ہے۔ کہ آپ کو اس درجہ اپنے والد بزرگوار سے تعلق روحانی تھا کہ انکی وفات کے بعد جب آپ کسی کو خرقۂ خلافت عطا کرنا چاہتے۔ تو پہلے استخارہ فرماتے۔ اور جب حضرت غوثؒ کے روضۂ پاک سے اجازت ملتی کہ ہاں فلاں شخص کو خرقہ عطا کر کے اپنا مجاز بناؤ۔ تو اسوقت آپ اجازت عطا کرتے۔ ورنہ خاموش ہو رہتے۔

## آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام بیشمار تھے

جس طرح حضرت غوث بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سینکڑوں بزرگ فیضیاب ہوئے۔ اسیطرح آپ سے بھی بہت سے بزرگوں کو فیض پہنچا۔ حضرت شیخ المشائخ قدوۃ الواصلین حضرت مخدوم شاہ رکن عالمؒ صاحب جو آپکے فرزند ارجمند ہیں۔ قطب عالم ہوئے۔ اور آپ کا اسم مبارک تمام دنیا میں آفتاب عالمتاب کی طرح درخشاں ہے۔ علاوہ انکے حضرت شیخ جمال خنداں روئے جنکا مزار مبارک اوچ میں ہے۔ دوسرے خلیفے انکے شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ سیستانی ہیں جو کشمیر میں رہتے تھے۔ اور اسی تعلق سے بعض اشخاص انہیں کشمیری لکھتے ہیں۔ تیسرے خلیفے شیخ احمد معشوقؒ تھے جنکا عجیب حال پچھلے اوراق میں لکھا گیا ہے۔ چوتھے خلیفے انکے مولانا علاء الدین خجندی ہندوستان میں تھے۔ وہ علم و عمل میں سر برآوردہ روزگار تھے۔ چار برس تک آپکی خدمت میں حاضر رہے۔ اور حضرت صدر الملۃ والدین



انہیں محبوب اللہ فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے روزانہ دو ختم قرآن شریف کے اپنے اوپر فرض کر لئے تھے۔ اور اسمیں کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا۔ میر حسینی سادات جو مشہور ہیں۔ آپ کے ہی مرید ہیں۔

## اقوال وارشادات

کنز الفوائد آپ کی ملفوظ ہے۔ جو آپ کے مرید خواجہ ضیاء الدین صاحبؒ نے جمع کی ہے۔ اس میں آپ کی اور حضرت غوثؒ کی بہت مدح کی گئی ہے۔ اور آپ کے بیشمار مناقب درج ہیں۔ آپکے وصایا کے متعلق وہاں سے ہی لکھا جاتا ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَہٗ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ۔ یعنی کلمہ شریف قلعہ ہے۔ جو کوئی اس قلعہ میں آیا۔ عذاب دوزخ سے امن میں رہیگا۔ اور اس قلعہ کا داخلہ تین قسم کا ہے۔ ظاہر باطن حقیقت۔ ظاہر یہ ہے۔ کہ سوائے خداوند تعالیٰ کے خوف و رجا سے ڈرے۔ اگر تمام دنیا اسکی مخاصمت پر کمربستہ رہے۔ اسکا بال بیکانہ ہووے قولہ تعالیٰ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ اور باطن یہ ہے کہ اسے یقین ہو جائے کہ مرگ سے پہلے جو کچھ واقع ہوتا ہے۔ وہ جاودانی نہیں ہے۔ اور اسپر عدم کا قلم پھیرا جائیگا۔ قولہ تعالیٰ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ وہ شخص ہستی نیستی کیطرف کچھ التفات نہیں کرتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آرزوئے بہشت

اور خوفِ دوزخ بھی نہ ہو۔ سوائے حق تعالیٰ کے جو اسکا مقصود ذہنی ہے اُسے
ایک پل آرام نہ آئے۔ اور اسپر فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ
کا صحیح اطلاق ہو سکے۔ جب یہ درجہ انسان حاصل کر لیتا ہے۔ تو بہشت اسکے
تابع ہو جاتا ہے۔ اور دوزخ اُس سے خود گریزاں ہو جاتا ہے۔ اور نیز قَالَ الشَّيْخُ
الْإِمَامُ الْعَارِفُ صَدْرُ الْحَقِّ وَالدِّيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے بعض
وصایا میں اپنے مریدین کو فرمایا ہے۔ اوّل قدم در متابعت رسول اللہ صلعم
ایمان آوردن است۔ بر آنچہ او ایمان آورد۔ و ثابت بودن بداں۔ و
ایں حاصل نمی شود۔ الا بندہ بدل اعتقاد کند۔ بیشک و شبہ و بزبان اقرار
آورد بطوع و رغبت با محبت و معرفت کہ خداوند جل و علا یکے است در ذات
و صفات یگانہ است۔ در صفات خود موصوف است ہمیشہ بصفات کمال
قدیم است۔ باجملگی اسماء و صفات و افعال۔ و منزہ است از ادراک
اوہام و افہام۔ مقدس است از سمات حدوث و عوارض اجسام ہمہ
عالم آفریدہ است۔ چونی و چگونگی بذات و صفات او درست نیاید۔ از ہیچ
وجہ ہیچ چیز بماند و ہیچ چیز بہیچ وجہ بدو نماند۔ اور فرمایا۔ کہ
سب پیغمبروں کے افضل و خاتم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اور جو کچھ آپ
نے فرمایا صحیح اور درست ہے۔ اور اس میں ذرا فرق نہیں خواہ
اُسے عقل تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اور جو بات عقل کے خلاف بھی ہو۔ اُسے تسلیم
کرنا چاہیے۔ تاکہ اعتقاد درست ہو۔ کیونکہ انسانی عقل محدود ہے۔ تاویل



صحتِ ایمان کی علامت

موافق آیات اور مطابق اخبار درست ہے۔ اور صحت ایمان کی نشانی یہ
ہے۔ کہ اگر نیکی کرے۔ تو خوشی حاصل ہو۔ اور اگر بدی ہو جائے۔ تو اُسے
بُری معلوم ہو۔ اور استقامت ایمان کی نشانی یہ ہے۔ کہ خدا اور رسول ﷺ کو
تمام دنیا سے پیارا جانے۔ اور یہ بوجہ ذوق و حال کے ہو۔ نہ کہ علم و ایمان کی رو سے
نیز فرمایا ہے۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ کیونکہ بزرگوں نے
کہا ہے۔ کہ جو بے ذکر رہتا ہے۔ وہ اپنا حال ضائع کر رہا ہے۔ اور وسوسہ
اور حدیث نفس سے کنارہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ ہمیشہ ذاکر رہیگا۔ وسوسہ اور حدیث
نفس نور ذکر سے خود بخود جلجائینگے۔ اور نور ذکر دل میں ظاہر ہوگا۔ اور ذکر کی
حقیقت جلوہ گر ہوگی۔ جس سے سالک کا دل نور یقین سے منور اور کمال
مشاہدہ سے مجلّا ہو جائیگا۔ اور طالبین اور سالکین کا یہی مقصود ہے جسکی قسمت
ہوتی ہے اُسیکو حاصل ہوتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا الخ۔ حاشیہ کتب میں ہے
إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدِهٖ خَيْرًا وَكَتَبَهٗ عَبْدًا سَعِيْدًا وَفَّقَهٗ لِدَوَامِ الذِّكْرِ
بِاللِّسَانِ مَعَ مُوَاطَاةِ الْقَلْبِ وَرَقَّاهُ عَنْ ذِكْرِ اللِّسَانِ إِلٰى ذِكْرِ الْقَلْبِ
وَهُوَ الذِّكْرُ الْكَبِيْرُ وَلَا يُوْصِلُ الْعَبْدُ لِذٰلِكَ إِلَّا بَعْدَ التَّبَرِّيْ مِنَ النِّفَاقِ
الْخَفِيِّ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ اَكْثَرُ مُنَافِقِيْ اُمَّتِيْ قُرَّاؤُهَا
أَرَادَ بِهٖ نِفَاقَ الْوُقُوْفِ مَعَ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَعَلُّقَ الْبَاطِنِ بِسِوَاهُ
فَإِذَا وَفَّقَ الْعَبْدُ لِتَجْرِيْدِ الظَّاهِرِ عَمَّا لَا يَحِلُّ ثُمَّ عَمَّا لَا يَجْمُلُ

وَاَكْرَمَهٗ بِتَنْوِيْرِ الْبَاطِنِ بِتَخْلِيَتِهٖ عَنِ الْخَوَاطِرِ الرَّدِيَّةِ وَالْاَخْلَاقِ الْمَذْمُوْمَةِ يُوْشِكُ اَنْ يَّتَجَلّٰى نُوْرُ الذِّكْرِ فِيْ بَاطِنِهٖ فَيَنْقَطِعُ عَنِ الْوَسَاوِسِ الشَّيْطَانِيَّةِ وَالنَّفْسَانِيَّةِ وَيَجُوْهِرُ نُوْرُ الذِّكْرِ فِيْ بَاطِنِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ ذِكْرُهٗ بِتَجَلِّيْ مُشَاهَدَةِ الْمَذْكُوْرِ وَهٰذِهٖ هِيَ الرُّتْبَةُ الْعُظْمٰى وَالْمِنْحَةُ الْكُبْرٰى الَّتِيْ تَمُدُّ اِلَيْهَا اَعْنَاقُ اَرْبَابِ مَعَالِي الْهِمَمِ مِنْ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ مِنَ الْاُمَمِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ - ترجمہ

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو جب سعید بنانا چاہتا ہے۔ تو اُسے نیکی اور خیر عطا کرتا ہے۔ اور اُسے توفیق عطا کرتا ہے ذکر دوام کی۔ اور بعدہٗ ذکر لسان سے اسکی ترقی ہو کر ذکر قلب تک نوبت پہنچتی ہے۔ اسی کا نام ذکر کبیر ہے۔ اور یہ اسوقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک نفاق اور کدورت دلی دور نہ ہو۔ فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے میری اُمت میں قاری لوگ زیادہ منافق ہونگے۔ الی آخرہ۔

## وفات حضرت آیات

آخر وہ دن آپہنچا جسکا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اور بموجب آیہ کریمہ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ حضرت مخدوم صدرالدین عارف قدس سرہٗ کے نام دوست کا فرمان آیا۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ۔ اب وصال کا وقت



آیا۔ اور پیغام ربانی پہنچا۔ کہ اب دنیا سے کوچ کر کے جنت الفردوس میں قیام کرنا ہوگا۔ چنانچہ آپ اپنے مالک کے حکم کے مطابق پیام اجل کو لبیک کہکر دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت فرما ہوئے۔ اسوقت حضرت مخدوم زادہ قطب دارین حضرت شاہ رکن عالمؒ صاحب کی عمر ۳۶ سال کی تھی آپ نے نہایت صبر و استقلال سے اس واقعہ عظیمہ کو برداشت کیا۔ اور بموجب وصیت کے آپکے جسد انور کو اُن کے پدر بزرگوار حضرت غوث الثقلین مخدوم بہاء الدین زکریاؒ کے پہلو میں دفن کیا۔ جنازہ کی نماز خود آپ نے پڑھائی۔ اور ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ معتقدین اور مریدین کا جم غفیر تھا۔ جو اس آفتاب جہاں کے پنہاں اور زیر میغ آجانے سے ماہی بے آب کی طرح بیقرار تھے۔ مگر ان کی تسلی کیواسطے یہ قولہ آب حیات کا کام دے رہا تھا۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

کئی قطعات تاریخیہ لکھے گئے ہونگے۔ زمانہ گذر چکا ہے۔ مندرجہ ذیل تاریخ سے سن وفات نکلتا ہے۔ جو جامع السلاسل سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہی الفاظ بجنسہٖ نقل کئے جاتے ہیں۔ شیخ عارف خطاب اوست۔ عالم بود باعلم و دانش و رہ کامل۔ وفات او شان در سال ششصد و نہ ہجری کہ با صدر دین عارف در شمار است۔ برابر است۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

# باب سیزدہم

## حالاتِ زبدۃ المشائخ قطبِ زماں حضرت شیخ ابو الفتح فیض رسان العالم رکن الدین قریشی قدس سرہ

خداوند کریم کے فضل و کرم سے اب کتاب کا تیسرا باب شروع کیا جاتا ہے۔ اور یہ باب
اُس برگزیدۂ خدا، محبوبِ الٰہ، مقبولِ بارگاہِ صمد، منظورِ دربارِ احد، قطبِ دوران
محبوبِ جہان کے حالات و مناقب میں ہے۔ جنکا اسمِ گرامی اور نامِ نامی آفتاب
عالمتاب کیطرح صفحۂ آسمانِ ولایت پر چمک رہا ہے۔ یہ وہ چراغِ دین و ملت ہے کہ
جسکی روشنی کی شعاعیں ظلمت کو نور اور تاریکی کو کافور کرنے والی ہیں۔
یہ وہ نورانی چہرہ والا خضر صورت بزرگ ہے۔ جسکی زیارت فیض بشارت
سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گمراہوں کو صراطِ مستقیم حاصل ہو گیا۔ یہ وہ ابرِ رحمت ہے جس سے
کہ مزرعۂ دل کی کھیتی تر و تازہ و شاداب ہے۔ یہ وہ چشمۂ فیض ہے
کہ تشنگانِ بادیۂ معرفت کی پیاس بجھانے والا ہے اور اس سے لاکھوں فیضیاب ہوئے ہیں
یہ وہ فخرِ خاندانِ سہروردیہ ہے جسپر حضرت غوث بہاء الدین قدس سرہٗ
فخر کرتے تھے۔ آپکے والد ماجد کا اسمِ مبارک حضرت صدر الدین عارفؒ
عارف تھا اور والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی حضرت بی بی راستی پاکدامن
(پاک مائی) ہے جنکے حالات معزز ناظرین پچھلے صفحات میں مطالعہ کر چکے ہیں۔

**پیدائش۔** حضرت رکن الدین ۹؍ رمضان المبارک ۶۴۹ھ کو بروز جمعہ مبارک متولد ہوئے۔ لکھا ہے۔ کہ جب آپکی ولادت کا وقت نزدیک آیا۔ تو آپکی والدہ ماجدہ فاطمہ خاتون قدرت کے موافق دردِ زہ سے بیقرار ہونے لگیں۔ اسیوقت حضرت مخدوم العالم بہاء الدین زکریا کی خدمت بابرکت میں دعا کیواسطے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی اضطراب کی بات نہیں ہے۔ ابھی ہمارے فرزند نے تین سیپارے قرآن مجید کے پڑھنے باقی ہیں۔ جب قرآن مجید ختم ہوگا تو ہمارا فرزند عالم ظہور میں آئیگا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضرت شاہ رکن عالم صاحب پیدا ہوئے۔ اور اس گوہر آبدار کی چمک سے تمام مکان جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ آپ کا اسم شریف بموجب فرمان جدامجد حضرت غوث العالم کے حضرت رکن الدین رح رکھا گیا۔ کنیت آپکی ابوالفتح ہے۔ اور بچپن میں آپ شیخ جاولہ یا شاہ جاولہ کے نام سے بھی موسوم تھے۔ اور آپکی تربیت و پرورش حضرت غوث العالم شاہ بہاء الدین رح کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ سے عہدِ خوردسالی میں ایسے ایسے عجیب کمالات ظاہر ہوئے۔ کہ جنکی تحریر کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر اور شیخ نظام الحق والدین شیخ نظام الدین اولیاء اور مخدوم سید جلال الدین صاحب بخاری اور حضرت مخدوم جہانیاں جہانگرد وغیرہ اور دیگر اولیائے کرام نے اپنے اپنے ملفوظات میں آپکے عہد طفلی کی خوارق عادات و کرامات کا ذکر کیا ہے۔



## عہدِ طفلی کے دلچسپ حالات

لکھا ہے۔ کہ آپ کی والدہ ماجدہ جب آپکو دودھ پلاتی تھیں۔ تو پہلے وضو فرماتی تھیں۔ اور پھر اس نور الابصار کو گود میں لیکر دودھ پلایا کرتیں اور آپ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوتیں۔ چونکہ آپ حافظ کلام ربانی تھیں۔ اسواسطے قرآن مجید کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ حضرت رکن عالم صاحب دودھ بھی پیتے۔ اور کلام ربانی سنکر بکمال انبساط مسرور ہوتے تھے۔ اگر عالم شیرخوارگی میں مؤذن اذان دیتا۔ تو آپ دودھ چھوڑکر بدل وجان اذان کیطرف متوجہ ہوتے۔ چنانچہ یہ عادات آپکی عادات مستمرہ میں سے تھی۔ اور جب آپ نے بولنا سیکھا۔ تو لفظ اللہ ہی سب سے پہلے آپکی زبان سے نکلا۔ سبحان اللہ۔

دیگر۔ لکھا ہے۔ کہ آپ ابھی خوردسال تھے۔ اور مولانا محمد مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔ اور مجلس حضرت مخدوم غوث بہاء الحق سے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فوراً اسکا دامن پکڑ لیا۔ دو تین دفعہ یہ نوبت آئی۔ آخر حضرت بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ بھلا آپ کو رکن الدین کیوں اٹھنے دے۔ کہ ابھی اتنا سویرا ہے۔ کہ مؤذن عرش نے بھی اذان نہیں دی۔ آپ کی اس کرامات کو دیکھکر حاضرین مجلس حیران ہوگئے۔

دیگر۔ ایکدن کا ذکر ہے۔ کہ کسی عورت کا ایک خوردسال بچہ بہت بیمار تھا۔ یہانتک کہ اسکی زندگی کی امید تقریباً منقطع ہوچکی تھی۔ وہ عورت فرط

محبت اور حسن عقیدت کے سبب اُسے گود میں لیکر حضرت غوث بہاء الدین رح
کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ اور رو رو کر اپنا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا

ع وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔

جب عورت آپکی مجلس خانہ سے باہر آئی۔ لگی جزع و فزع کرنے۔ کیونکہ بچہ
فوت ہوگیا تھا۔ اسکے بعد روتی دھوتی گھر کو روانہ ہوئی۔ حضرت رکن عالم رح
صاحب لڑکوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہے تھے۔ اس عورت کی گریہ وزاری کی
آواز سنکر دوڑتے ہوئے آئے۔ اور پوچھا کہ اے مائی! بچہ کو کیا حادثہ لاحق
ہوا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ میرا بچہ سخت بیمار تھا۔ اُسے دعا طلبی کیواسطے
تمہارے جدامجد کی خدمت میں لائی تھی۔ مگر تقدیر کی بات کہ وہ فوت ہوچکا ہے
اسی سبب سے روتی ہوئی گھر جارہی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو رونا پیٹنا
موقوف کر دے! دیکھ! تیرا بچہ تو زندہ ہے۔ جب اُس عورت نے غور سے
دیکھا۔ تو اسکا بیٹا حرکت کرتا تھا۔ اور ہوش میں تھا۔ جب یہ خبر حضرت غوث رح
کے سمع مبارک میں پہنچی۔ آپ نے حضرت رکن رح عالم کو منع فرمایا۔ کہ بیٹا!
اہل طریقت کے نزدیک یہ دلیری اچھی نہیں ہے۔ اسطرح علانیہ کوئی امر نہ کرنا چاہیے

اللہ اللہ تیری محبوب خدا عظمت نشان    عہد طفلی میں عیاں تھے مرتبت کے نشان

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ قرآن مجید یاد کر رہے تھے۔ اور آپ کا معمول
تھا۔ کہ ربع سیپارہ ہر روز حفظ کر لیتے تھے۔ ایکدن آپ حسب معمول اپنے سبق
میں مشغول تھے۔ کہ سامنے کے جنگل سے ہرنوں کا ایک گلہ دکھائی دیا۔ حضرت



صدر الدین رح عارف اسوقت کسی جگہ تشریف لیگئے تھے۔ خدام اور
دیگر متعلقین دوڑے۔ اور ہرنوں کو دیکھکر ازبس خوش ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ
صاحب چونکہ خوردسال تھے۔ یہ بھی تماشا دیکھنے کیلئے تشریف لیگئے۔ اور
ایک ہرنی ازبس پسند آئی۔ جسکے دو نہائیت خوبصورت بچے تھے۔ آپکی خواہش
پر نوکروں نے اس ہرنی کو پکڑنا چاہا۔ مگر وہ بھاگ گئی۔ اور آپ کو بمقتضائی
خوردسالگی بہت رنج محسوس ہوا۔ اور اسی افسوس میں سبق کا خیال نہ رہا۔
اور وہ حفظ نہ ہوسکا۔ قاعدہ ہے۔ کہ جب انسان کسی بات سے مضطرب ہوتا
ہے۔ تو اسکا کسی کام کو دل نہیں چاہتا۔ چنانچہ آپ بھی مضطرب شکل بنکر بیٹھے
رہے۔ جب حضرت مخدوم صدر الملۃ والدین تشریف لائے۔ اور آپکو
آزردہ خاطر پایا۔ سبق سننے لگے۔ تو یاد نہ تھا۔ حیران ہوکر پوچھنے لگے۔ کہ آج
مخدوم زادہ کس شغل میں رہا ہے۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ اداس ہے۔ حاضرین
نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ حضرت مخدوم زادہ صاحب خوشی خوشی اپنے
سبق حفظ کرنے میں گرم تھے۔ اتفاق سے ہرنوں کی قطار ادھر سے گذری
اسطرف توجہ مبذول ہوگئی۔ اور دل سبق پڑھنے سے اچاٹ ہوگیا۔ حضرت
رکن الدین رح نے عرض کیا۔ کہ بابا! ایک نہائیت خوبصورت ہرنی تھی۔
اور اسکے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں نے پکڑنے کی ہزار کوشش
کی۔ مگر ہرنی تیز تھی۔ دوڑ کر نکل گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا خدا کو منظور
ہوگا۔ تو وہ ہرنی واپس آجائیگی۔ خدا کی قدرت کہ کچھ عرصہ بعد وہی

ہرنوں کی قطار واپس جاتی ہوئی دکھائی دی۔ حضرت صدر الدین ؒ نے آدمی بھیجا۔ اور وہ ہرن کو کسی طرح پکڑ کر لے آیا۔ اور دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔ چنانچہ یہ ہرنی عرصہ تک خانقاہ کے پاس رہا کرتی تھی اور حضرت رکن عالم صاحب رح عالم خورد سالگی میں بڑی محبت کرتے تھے۔

دیگر جامع العلوم ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگرد میں مذکور ہے۔ کہ حضرت سلطان المشائخ نبی رہستی پاکدامن کا مزار مقدس جس مقام پر ہے۔ وہ مقام بہت فراخ ہے۔ اور اس جگہ اکثر اہل اللہ آکر رہتے تھے۔ مگر کسی غیر شخص کو اقامت کا یارا نہ تھا۔ اس مزار کے اوپر ایک درخت بڑ کا تھا۔ یہ درخت بہت کلاں اور ایک بڑے قطعہ زمین کو احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اسی درخت کی شاخ پر حضرت رکن عالم صاحب ؒ کا پنگھوڑا لٹکایا گیا۔ اور آپ اس مہد مبارک میں جھولا کرتے تھے۔ کیا مبارک تھا وہ درخت۔ اور کیا مبارک تھا وہ پنگھوڑا جس میں حضرت رکن عالم صاحب جھولتے ہونگے۔ اور دائی جھولا جھولتی ہوگی۔ نیاز نقش مخدوم حسن بخش قریشی خادم سجادہ نشین عرض کرتا ہے۔ کہ الی ہذا الوقت وہ درخت بڑھ کا موجود ہے۔ اگرچہ امتداد زمانہ سے خشک ہو چکا ہے۔ مگر وہ تبرک کی نشانی ہے۔ جسپر معتقدین ابتک وہی سماں ملاحظہ کرتے ہیں۔

دیگر مشہور ہے۔ کہ آپ نے عالم شیر خوارگی میں بول و براز اپنی والدہ ماجدہ یا دیگر متعلقین کے کپڑوں پر نہ کیا تھا۔ بلکہ آپکے ضروریات کا وقت مقرر



تھا۔ اور اسی وقت پر آپ ایسا اشارہ کرتے۔ کہ فوراً دایہ اٹھا لیتی۔ اور جب آپ فارغ ہو جاتے۔ تو دایہ پانی سے پاک و صاف کر دیتی۔ یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ کبھی برہنہ نہ دیکھے گئے۔ بلکہ آپ کو خداوند کریم نے اسقدر ستر پوشی اور حیا عطا کیا تھا۔ کہ چھوٹی عمر میں بھی بہت کم جو بمنزلہ لفی کے ہے۔ آپ کا جسم ننگا ہوا ہو۔ یہ بھی آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک خاص قوت عطا کی تھی۔ کہ جب آپ خواب سے بیدار ہوتے۔ تو جیسا کہ بچوں کا دستور ہے۔ کہ رویا کرتے ہیں۔ اور اگر دودھ پلانیوالی پاس نہو۔ تو بہت دیر تک چلاتے ہیں۔ آپ برخلاف انکے جب نیند سے بیدار ہوتے۔ تو ایسے خوش اور بشاش معلوم ہوتے۔ کہ دیکھنے والے کا دل بے اختیار ہو جاتا۔ اور خواہ مخواہ پیار کرنیکو دل چاہتا تھا۔ ملتانی زبان میں ایک کہاوت ہے۔ کہ بچے پنگھوڑے ہی میں پہچانے جاتے ہیں۔ جب آپنے اس کمال کو پہنچنا تہا۔ جسپر بڑے بڑے اولیا نہ پہنچ سکے۔ تو پھر آپکا خوش خلق ہونا۔ اور بچپن سے ایسا باکمال اور زیرک ہونا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے کتاب حصن حصین میں بروائت حضرت ابن عباس ؓ و ابن مسعود ؓ حدیث ہے۔

وَاِذَا اَفْصَحَ الْوَلَدُ فَلْيُعَلِّمْهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی آنحضرت صلعم خاتم النبیین و شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی بچہ بولنے کی استعداد حاصل کرتا۔ تو آپ اسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تعلیم کرتے تھے۔ اور عمرو بن عاص ؓ سے روائت ہے۔ وَكَانَ اِذَا اَفْصَحَ الْوَلَدُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَّمَهٗ مِثْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ الی اٰخر الآیۃ یعنی حضرت رسول کریم صلعم اولاد عبد المطلب میں سے جب کوئی بچہ بولنا شروع کرتا۔ تو آپ اُسے آیت مذکورہ بالا تعلیم کرتے۔ اسی اصول پر حضرت رکن عالم رح صاحب کی زبان مبارک سے پہلے اللہ کا لفظ نکلا۔ آپ بچپن میں ایسے سخی تھے۔ کہ جو میوہ یا مٹھائی آپ کے ہاتھ میں ہوتی۔ آپ بغیر درخواست کے کسی آدمی کو دے دیتے۔ اور اپنے اہلبیت کے ساتھ آپکی از حد محبت تھی اور جب ماہ محرم آتا۔ تو عاشورہ کے ایام میں آپ افسردہ خاطر نظر آیا کرتے اور دائیاں اور نوکر ہر چند چاہتے۔ کہ کسی طرح یہ نونہال شگفتہ خاطر ہو۔ طرح طرح کے ڈھنگ کرتے۔ مگر وہ کبھی نہ ہنستے تھے۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے۔ تو ہر کہ ومہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ واقعی اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اور آپکی اسقدر فتوحات غیبی اور فیوضات ظاہری دکھائی دیں۔ کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا۔ دور و نزدیک کے معتقد مرید آپ کے اسم گرامی کی خیرات فی سبیل اللہ کرتے۔ اور دلی مقاصد و مطالب سے فائز المرام ہوتے۔ اور اس چھوٹی سی عمر میں آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ جو کچھ باہر سے مرید لوگ لا کر دیتے۔ آپ غربا اور اپنے ساتھ کھیلنے والے لڑکوں میں تقسیم کر دیتے۔ چنانچہ یہ لڑکے مالا مال رہتے تھے۔ رسالہ تمہید میں ایثار و انفاق کا یہ فرق لکھا ہے۔ کہ ایثار اسکا نام ہے۔ کہ اپنے مال کو دوسرے کی حاجت روائی میں دینے کے لئے اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔ اور انفاق اسکا نام ہے کہ جو چیز اپنی سب سے دوست ہو۔ اُسے راہ مولا میں خرچ کر دے۔



جیسے فرمان الٰہی ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی نیکی کو اسوقت تک نہ پا سکو گے۔ جب تک اپنی محبت والی اشیاء کو راہ مولا میں خرچ نہ کرو جب آپکی عمر سات سال کی ہوئی۔ تو آپ نماز فرائض و سنن و نوافل کو نہایت باقاعدہ طور پر بجا لانے لگے۔ اور ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتے۔ اسکے علاوہ تہجد و اشراق و چاشت و زوال و ضحیٰ۔ اور بین العشائین کے ورد و ظائف جو حضرت **غوث العالم** نے تلقین فرمائے تھے۔ انکے بجا لانے کا بھی اسی چھوٹی سی عمر میں شوق غالب تھا۔ اور اسی چھوٹی عمر میں ماہ رمضان المبارک اور عاشورہ محرم الحرام ایام بیض وغیرہ کے روزے بھی رکھتے تھے۔ اور مراقبہ و مجاہدہ میں اسقدر شوق اور جفاکشی آپ سے ظہور میں آتی تھی۔ کہ دیگر اہل مجاہدہ و شغل حیران رہ جاتے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کو دس بارہ سال کی عمر میں کشف قلوب کشف قبور طے ارض۔ طے لسان کا علم بھی حاصل ہو گیا۔ اور جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ اللّٰہِ تُوَازِیْ مِنْ عَمَلِ الثَّقَلَیْنِ کے بموجب آپ قطب زماں نظر آتے تھے۔ اور خورد سالگی میں کمالیت کے نشان جبیں پر نگیں سے ہویدا تھے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی    می تافت ستارۂ بلندی

دیگر۔ جب آپکی عمر بارہ سال کی ہوئی۔ تو آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور علم قرأت کے متعلق جو قواعد و ضوابط تھے۔ سب آپ نے منضبط کر لئے۔ اسکے علاوہ علم فقہ و تفسیر و حدیث میں تھوڑی سی کوشش سے اسقدر استعداد حاصل

کرلی۔ کہ اسوقت کے فقیہ وعالم حیران تھے۔ اور اسکے علاوہ دیگر علوم حضرت غوث
بہاء الدینؒ کی اثر صحبت و تربیت سے خود بخود حاصل ہوگئے۔ اور آپکے تبحر علمی کی
یہ کیفیت تھی۔ کہ جو کوئی شخص کسی علم کا آپ سے سوال کرتا۔ آپ اسکا جواب باصواب
عطا کرتے۔ جس سے سائل کی پوری پوری تشفی ہوجاتی تھی۔ اور اگر کبھی آپ کسی
سے علمی سوال کرتے۔ تو مجیب حیران رہ کر بجز سکوت۔ کے کوئی چارہ نہ دیکھتا الغرض
کہ آپ کو علم تصوف و سلوک میں پورا عبور تھا۔ اور اسپر آپکی طبع مبارک کا خاص
میلان تھا۔ اور اپنے جد امجد سے آپ کو سند صحیح حاصل ہوئی تھی۔ اور احکام
و امور شرع کی از حد نگہداشت تھی۔ اور اپنے جد امجد و پدر بزرگوار کا اس درجہ
پاس ادب تھا۔ کہ جب کبھی انکی خدمت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ تو آپ
دو زانو ہوکر اسطرح اپنے سر کو جھکاتے۔ کہ ادب کے مارے سر اوپر نہ اٹھاتے
تھے۔ اور کمال شرم و حیا سے آنکھ نہ ملاتے تھے۔ آپ علماء و صلحاء اور فقرا کی
صحبت کے ازبس دلدادہ و مفتون تھے۔

دیگر۔ آپ کو علماء اور فقرا سے جو حد درجہ کا اخلاص اور اعلےٰ درجہ کی محبت تھی۔
اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ آنحضرت صلعم کی حدیث کے عامل تھے۔ جیسا کہ
حدیث شریف میں ہے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من اراد
اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ الْعُلَمَاءِ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ
مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ الْفُقَرَاءِ یعنی جو آدمی چاہتا ہے۔ کہ میں انبیا علیہم السلام
کی مجلس میں بیٹھوں۔ تو وہ علماء کی صحبت میں بیٹھے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ



میں اللہ کے ساتھ ہمنشیں ہوجاؤں۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ فقرا کی مجلس میں نشست
کرے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ فقرا سے مرشد کامل اور مشائخ وقت مراد ہیں۔ پس اس
یہ نکتہ بھی نکلتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کی قربت محض قرب مشائخ سے حاصل ہوتی
ہے۔ تو ارادت مرشد و بیعت شیخ حقیقی واجب اور لازم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ الی آخرہ۔
یہی وجہ تھی کہ حضرت قطب الاقطاب قطب العالم حضرت رکن عالم صاحب
ہمیشہ اپنے پیر و مرشد حضرت غوثؒ علیہ الرحمۃ کی مجالس بابرکت میں حاضر رہتے تھے
اور اپنا اکثر وقت ذکر جلی و خفی اور مراقبہ اور معانقہ و مکاشفہ و محاسبہ و معاملہ
و مکالمہ میں صرف کرتے تھے۔ یہانتک کہ آپکی عمر جب پچیس سال کی ہوئی
تو کمال صوری و معنوی سے ممتاز تھے۔ اور توحید و تواصف تصوف میں یگانہ
روزگار ہوئے۔ اور اہل تصوف و توحید کے جمیع اخلاق مثلاً حلم۔ تواضع
شفقت۔ بردباری۔ موافقت۔ بشاشت۔ الفت۔ مروت۔ عفو۔ صفا۔ حیا۔
وفا۔ حسن ظن۔ کسر نفسی۔ ہمجنسوں کی عزت۔ چھوٹوں پر مہربانی۔ عبادت۔ طاعت
وغیرہ آپکی ذات ستودہ صفات میں موجود تھیں۔ اور آپ عرفان
و ولی کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ رسالہ عین القضاۃ میں مذکور ہے۔ کہ ولی
و ولی کی یہ تعریف ہے۔ کہ جملہ کائنات اور موجودات کا اسکو علم ہو۔ اور اس سے
کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ یعنی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اور اَلصُّوْفِیُّ
ھُوَ اللّٰہُ کا مطلب اور راز یہی ہے۔

دیگر۔ اوپر لکھا گیا ہے۔ کہ حضرت قطب عالم رکن الدین رحمتہ اللہ نے چھوٹی سی عمر میں اسقدر علوم و فنون حاصل کرنے کے علاوہ قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اور تصوف و توحید کے جو مدارج و مقامات ہیں۔ وہ سب آپ عبور کر چکے تھے۔ شاید بعض اشخاص ان امور کے تسلیم کرنے میں تامل کریں۔ انکی تسکین خاطر اور اطمینان قلب کیواسطے لکھا جاتا ہے۔ کہ حکیم بو علی سینا کو سات سال کی عمر میں عطائے ربانی اور فیض یزدانی سے حکمت کا علم تمام نصیب ہوا چنانچہ وہ معلم ثانی کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ اور اس عمر میں اپنے شاگردوں کی تعلیم کرتے تھے۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ قانون قدرت کے مطابق دن کا کچھ حصہ لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول رہتے۔ اور اسکے بعد جبہ و دستار شل علماء و فضلاء کے پہنکر اپنے مقام پر آتے۔ اور طلباء کو پڑھاتے۔ سوال کیا گیا۔ کہ آپ باوجود اس علم و فضیلت کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ ہر عمر میں قدرت نے افعال و اقوال مناسب تجویز کئے ہیں۔ اگر میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چھوڑ دوں۔ تو انواع و اقسام کے امراض میں مبتلا ہو جاؤں۔ لہذا بموجب قانون الٰہی میں اس عمر میں جو میرے کھیلنے کا وقت ہے۔ درس بھی دیتا ہوں۔ اور لڑکوں سے کھیل کود میں بھی مصروف رہتا ہوں۔ اور اس ریاضت و ورزش سے طرح طرح کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہوں۔

دیگر۔ روائیت ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت غوث رحمتہ اللہ نے اپنی مجلس



میں فرمایا۔ کہ بفضلہ تعالیٰ رکن دین ہمارا بیٹا صاحب کمال ہوگا۔ اور اُس نے آجتک جھوٹ نہیں بولا۔ دنیا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوا کرتے ہیں۔ ایسے بھی متمرد اشخاص موجود ہوتے ہیں۔ جو سرے سے خدا کی خدائی کے قائل نہیں نعوذ باللہ ایک شخص کو دل میں وسوسہ پیدا ہوا۔ کہ بھلا ایسا بھی کوئی شخص ہو سکتا ہے۔ جسنے کبھی بھی دروغ سے زبان آلودہ نہ کی ہو۔ اتفاقاً وہ شخص جب حضرت غوث کی مجلس سے اُٹھا۔ اور اس نے رستہ کے درمیان دیکھا۔ کہ آفتاب ولائیت و ماہتاب کرامت جلوہ افروز ہیں۔ یعنی حضرت رکن عالم صاحب حسب معمول اپنے ہم عمر طالب علموں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اور ایک ٹٹو کا گھوڑا رانوں کے نیچے ہے۔ اور اُسے خوب دوڑاتے کداتے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھکر اس شخص نے کہا۔ کہ اب حضرت غوث کے فرمودہ کا امتحان کرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ شخص آپکے پاس آیا۔ سلام کیا۔ اور پوچھا۔ کہ جناب قبلہ مخدوم زادہ صاحب! یہ آپ کا گھوڑا گھاس دانہ بھی کھاتا ہے۔ یا بغیر گھاس دانہ کے سواری دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو کیوں نہیں کھاتا۔ ہمارا گھوڑا خوب کھاتا ہے۔ اس شخص نے کہا۔ کہ پیرزادہ! میں جاؤں۔ اور آپ کے گھوڑے کے واسطے گھاس لے آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں آپ بیشک جاؤ۔ اور لے آؤ۔ یہ کھا جائیگا۔ اور ایک دم میں صاف کر جائیگا۔ اس جوان نے اسے بچوں کا کھیل سمجھا۔ اور دوڑ کر تھوڑا سا گھاس لے آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ اسے کھلائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے میرے گھوڑے

گھاس کھاؤ۔ خدا کی قدرت دیکھو۔ کہ وہ تنے کا گھوڑا گھاس کھانے لگا۔ وہ شخص یہ کرامت دیکھکر ہکا بکا رہ گیا۔ اور کہا۔ کہ اولیاء اللہ کے حق میں عقل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اِنَّ اَوۡلِيَاءَ اللّٰهِ حَقٌّ وَكَرَامَتُهُمْ حَقٌّ وَمُنْكِرُهُمْ شَقِيٌّ۔

## غوث و قطب میں کیا فرق ہے

سَأَلَ سَيِّدِي اَحْمَدُ الْكَبِيْرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ شَيْخِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُطَرِيِّ رض مِنْ مَرَاتِبِ الْاَفْرَادِ وَالْاَغْوَاثِ وَالْاَبْدَالِ وَالْاَقْطَابِ وَاَعْدَادِهِمْ وَاَسْمَائِهِمْ فَقَالَ الشَّيْخُ يَا اَخِيْ يَكُوْنُ الْغَوْثُ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ وَاحِدًا فِي الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ فَقَط

وَيُعْطِي اللّٰهُ تَعَالٰى التَّصْرِيْفَ فِيْ جَمِيْعِ الْخَلَائِقِ مِنَ الْعَرْشِ حَتَّى الثَّرٰى وَيَاْمُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِجَمِيْعِ الْاَوْلِيَاءِ عَصْرِهٖ مِنَ الْاَقْطَابِ وَالْاَخْيَارِ وَالنُّجَبَاءِ وَالنُّقَبَاءِ وَالْاَبْدَالِ وَالْاَوْتَادِ وَالْعُمَدِ لِخِدْمَتِهٖ وَاِطَاعَتِهٖ وَهُوَ مُتَصَرِّفٌ عَلَيْهِمْ بِالْعَزْلِ وَالنَّصْبِ وَالتَّرَقِّيَاتِ وَيُرْشِدُهُمْ فَهُمْ يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ الشَّرِيْعَةَ وَالطَّرِيْقَةَ وَالْحَقِيْقَةَ وَكُلُّ بَرَكَةٍ وَرَحْمَةٍ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ بِبَرَكَتِهٖ بَلْ يَكُوْنُ نِظَامُ الْعَالَمِ بِبَرَكَةِ وُجُوْدِهٖ وَاَمَّا لَا يَسْتَطِيْعُ الْغَوْثُ التَّصْرِيْفَ عَلٰى اَفْرَادِ عَصْرِهٖ وَالْاَفْرَادُ اَيْضًا لَا يَسْتَطِيْعُ التَّصَرُّفَ عَلٰى غَوْثِ عَصْرِهٖ فَاعْلَمْ اَلْقُطْبُ الَّذِيْ تَرَقّٰى فِيْ مَقَامِ الْغَوْثِيَّةِ



## ترجمہ عبارت عربی متعلق صفحہ ۱۸۲

میرے سردار احمد کبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے شیخ عبداللہ مطری سے۔ افراد۔ اغواث ابدال اقطاب کے مراتب اور انکی گنتی اور ناموں کی نسبت سوال کیا۔ شیخ مذکور نے جواب میں فرمایا۔ کہ اے بھائی میرے غوث زماں تو تمام مشارق و مغارب میں صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے عرش سے لیکر فرش تک تمام مخلوقات میں تصرف کرنیکی تعریف عطا فرماتا ہے۔ اور اسیطرح اللہ تعالیٰ اسکے زمانے کے تمام اولیاء کو گو وہ قطب ہوں۔ یا اخیار۔ نجیب ہوں یا نقیب۔ ابدال ہوں یا اوتاد اور عماد امر کرتا ہے۔ کہ وہ سب کے سب اُس غوث کی خدمت اور اطاعت میں ہیں اور وہ غوث اُن عہدہ داران مذکورہ پر یہاں تک متصرف اور با اختیار ہوتا ہے۔ کہ انکی معزولی اور بحالی اور ترقی کا اُسے اختیار ہوتا ہے۔ اور وہ غوث ہمیشہ اُنکا رہنما ہوتا ہے۔ اور مذکورہ بالا بزرگان اس غوث سے شریعت طریقت۔ حقیقت اخذ کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک برکت اور رحمت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ وہ غوث زماں کی برکت سے ہوا کرتی ہے۔ بلکہ جہاں کا انتظام اسکے وجود کی مسعود برکت سے ہوتا ہے۔ لیکن غوث کو یہ طاقت نہیں ہوتی۔ کہ وہ اپنے زمانے کے فرد پر تصرف کرسکے۔ اسیطرح فرد کو بھی طاقت نہیں ہوتی۔ کہ وہ غوث پر تصرف کرسکے۔ اور یہ بھی سمجھ لو۔ کہ جو قطب مقام غوثیت میں ترقی کرکے

بقیہ ترجمہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

## ترجمہ عبارت عربی متعلق صفحہ ۱۸۵

حقیقت فردانیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اسکو فرد محقق کہتے ہیں۔ اور متصرف بھی ہوتا ہے۔ اور یہ فرد ان افراد سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ جو مقام ابدال کی ترقی کرتے ہیں۔ اور مقام فردانیت پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ افراد اس فرد سے جو مقام غوثیت کی ترقی کرتا ہے مرتبہ اور علم میں کم درجہ ہوتے ہیں۔ پھر شیخ عبداللہ مطری نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ قیامت تک ہر ایک زمانہ میں بجز ایک غوث کوئی دوسرا غوث نہ ہو۔ غوث کا نام بلحاظ عہدہ قطب اقطاب العالم۔ غوث الثقلین۔ قطب مدار ہوا کرتا ہے۔ اگر وہ غوث غوثیت کے مرتبہ سے ترقی کر کے مقام فردانیت کو پہنچ جائے۔ تو اس مقام اور مرتبہ میں اسکا نام غوث الاعظم اور عبداللہ ہوتا ہے۔ پھر اگر اس مرتبہ سے بھی ترقی کرے۔ اور پھر اس ترقی شدہ مرتبہ سے بھی ترقی کرے۔ تو پھر اسکا نام عبدالہو ہوتا ہے۔ پھر اگر اس مقام سے بھی بلند ہو جائے تو اس مقام اور حال کیطرف نہ اشارہ ہو سکتا ہے۔ نہ قصد۔ چھوٹے چھوٹے قطب (اقطاب صغیرہ) ہر غوث کے زمانے میں بکثرت ہوا کرتے ہیں۔ لیکن بڑے قطب بارہ ہوتے ہیں۔ اسیطرح ابدال بھی بہت ہوا کرتے ہیں۔ لیکن عظیم الشان ابدال چالیس ہوتے ہیں جب غوث فوت ہوتا ہے۔ تو اسکی جگہ عمد مقرر ہوتا ہے۔ اسیطرح ابدال۔ نجبا۔ نقبا۔ اخیار۔ اوتاد عمد۔ افراد سے کوئی فوت ہو۔ تو اسکی جگہ وہ نصب کیا جاتا ہے۔ جو مرتبہ میں اسکے قریب ہو۔ اور یہی ترتیب قیامت تک ہوتی رہیگی زمانہ کا آخری غوث امام

مہدی آخر الزمان ہوگا۔ جو نور احمدی سے

فیض یافتہ ہوگا۔۔



وَصَلَ بِمَقَامِ الْفَرْدَانِيَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ فَهٰذَا الْفَرْدُ مُحَقَّقٌ اَيْضًا وَ مُتَصَرِّفٌ اَيْضًا وَاَفْضَلُ مِنْ اَفْرَادِ الَّذِي يَتَرَقَّوْنَ مِنْ مَقَامِ الْاَبْدَالِ وَمِنْ مَقَامِ الْاَخْيَارِ وَوَصَلُوا بِمَقَامِ الْفَرْدَانِيَّةِ وَهُمْ اَدْنٰى مِنْهُ مَرْتَبَةً وَعِلْمًا فَقَالَ الشَّيْخُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَا اَجْرَى الْعَادَةَ فِي الْعِلْمِ اَنْ يَكُوْنَ الْغَوْثُ فِي عَصْرِهٖ مِنَ الْاَعْصَارِ اِلَّا وَاحِدٌ حَتَّى الْقِيَامَةِ وَيُسَمَّى الْغَوْثُ قُطْبَ الْاَقْطَابِ الْعَالَمِ وَغَوْثَ الثَّقَلَيْنِ وَقُطْبَ مَدَارٍ فَاِنْ تَرَقّٰى مِنَ الْغَوْثِيَّةِ وَوَصَلَ بِمَقَامِ الْفَرْدَانِيَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ يُسَمّٰى فِي تِلْكَ الْمَقَامِ بِغَوْثِ الْاَعْظَمِ وَبِعَبْدِ اللّٰهِ فَاِنْ يَتَرَقّٰى مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ ثُمَّ اِنْ يَتَرَقّٰى مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ اَيْضًا وَيُسَمّٰى بِعَبْدِ الْهُوْ فَاِنْ يَتَرَقّٰى مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ اَيْضًا فَلَا اِسْمَ وَلَا رَسْمَ وَلَا اِشَارَةَ فِي هٰذَا الْمَقَامِ وَالْحَالِ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ وَاَمَّا اَقْطَابُ الصَّغَائِرِ فَيَكْثُرُوْنَ فِي الْعَالَمِ بِكُلِّ عَصْرِ الْاَغْوَاثِ وَالْاَقْطَابِ الْكِبَارِ فَاثْنٰى عَشَرَ قُطْبًا فَهٰذَا الْاَبْدَالُ اَيْضًا كَثِيْرُوْنَ وَاَمَّا الْاَبْدَالُ الْعِظَامُ فَاَرْبَعُوْنَ رَجُلًا وَاِذَا تُوُفِّيَ الْغَوْثُ نُصِبَ بِمَكَانِهٖ وَلِيٌّ مِنَ الْعَمِيْدِ وَهٰكَذَا اِذَا تُوُفِّيَ وَلِيٌّ مِنَ الْاَقْطَابِ وَالْاَبْدَالِ وَالنُّجَبَاءِ وَالنُّقَبَاءِ وَالْاَخْيَارِ وَالْاَوْتَادِ وَالْعُمَدِ وَالْاَفْرَادِ نُصِبَ بِمَكَانِهٖ مَنْ كَانَ عِنْدَ مَكَانِهٖ وَمَقَامِهٖ وَيَكُوْنُ هٰذَا التَّرْتِيْبُ حَتَّى الْقِيَامَةِ وَسَيَكُوْنُ الْغَوْثُ مَهْدِيَّ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ مُسْتَفِيْضٌ مِنْ نُوْرِ الْاَحْمَدِيِّ۔

**دستار فضیلت کا عطا ہونا۔** ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث العالم حضرت بہاء الدین رضی اللہ عنہ رونق افروز تھے۔ اور آپ کی دستار مبارک ایک پلنگ کے پائے پر رکھی ہوئی تھی۔ حضرت رکن عالم صاحبؒ کی عمر چھ سال کی تھی۔ کھیلتے ہوئے پلنگ کے پاس آئے۔ اور اپنے جد امجد کی دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ حضرت صدر الملۃ والدین بھی مجلس میں موجود تھے۔ یہ دیکھکر زور سے بولے۔ کہ رکن الدینؒ! کیا کرتا ہے۔ دستار کی بے ادبی نہ کرو۔ حضرت غوث العالمؒ مسکرائے۔ اور فرمایا کہ اُسے کچھ نہ کہو۔ یہ میری دستار کا مالک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہی دستار صندوق میں رکھ لیگئی۔ اور جبدن حضرت رکن الدین ابو الفتح مسند آرائے مشیخت ہو کر سجادہ نشین ہوئے۔ تو آپ نے حضرت شہاب الدینؒ عمر سہروردی والا خرقہ زیب بدن کیا۔ اور جد امجد کی وہی دستار فضیلت سر پر رکھی۔ نکتہ اس میں یہ ہے۔ کہ حضرت رکن عالم صاحب نے جو دستار مبارک اٹھائی تھی۔ وہ صرف طفلانہ خیال اور بازیچہ اطفال نہ تھا۔ بلکہ وہ چشم حقیقت سے دیکھ رہے تھے۔ کہ اس دستار کا مالک میں ہی ہوں۔ اور یہی دستار میرے واسطے باعث افتخار عالم ہوگی۔ مولانا جمالیؒ اپنی کتاب سیر العارفین میں تحریر فرماتے ہیں۔ ؎

جہان معرفت سلطان معنی ۔۔۔ وجودش آئینہ و ستان غنی
دلش اخفاعت اسرار مستور ۔۔۔ ہمیشہ جانش از انوار معمور



بباطن در حقیقت رفتہ بیباک ۔۔۔ بظاہر در شریعت چست و چالاک
بریدہ گردن شیطان خناس ۔۔۔ مریدانش ز تیغ تاب الناس
بجائے فقر از کشف و کرامت ۔۔۔ زدہ بر عرش کرسی استقامت
کہ ذاتش پاک از طامات و شطح ۔۔۔ یگانہ شیخ رکن الدین ابو الفتح
بجائے فقر جز نعمت نبودش ۔۔۔ جمالیؒ ریزہ چین خوان جودش

دیگر مولانا شیخ جمالیؒ لکھتے ہیں۔ کہ شیخ المشائخ حضرت رکن عالمؒ کی ذات ستودہ صفات سے جسقدر فیض مخلوقات کو پہنچا۔ اسکا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ مرادات حاجت روائی کے سبب آپ قبلہ حاجات مشہور ہو گئے تھے۔ اور آپکی مجلس میں بیٹھے ہوئے جو خیال کسی کے دل میں گذرتا تھا۔ فوراً آپکو آگاہی ہو جاتی تھی۔ سبحان اللہ اس سے زیادہ کیا بزرگی ہوگی۔ کہ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت جیسا بزرگ آپکا مرید ہو۔ اور شیخ عثمان سیاح جیسا پاک طینت آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو۔ اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی جیسا جلیل القدر ولی آپ کا خوشہ چین ہو۔ سبحان اللہ جل شانہٗ عز اسمہ من تشاء۔

دیگر۔ لکھا ہے۔ کہ جب حضرت شیخ رکن الدینؒ ملتان سے رونق افروز دہلی ہوئے۔ تو آپ کی کثرت فیض رسانی سے مخلوق کو ہر دن عید اور ہر رات شب برات تھی۔ ایک بار آپ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں تشریف

لاسئے۔ اور تین مرتبہ سلطان قطب الدین کے زمانہ میں تشریف لائے تھے۔ خدا کی شان ہے۔ کہ سلطان علاء الدین جیسا مغرور اور متکبر بادشاہ باوجود شاہی جاہ و جلال سے آپ کے استقبال کو جاتا۔ اور اس ابر رحمت اور دریائے کرامت کو عنایات اعزاز اور اکرام کے ساتھ شہر میں لاتا۔ اور اول روز خیر مقدم اور خوش آمدید کے طور پر دو لاکھ روپیہ شکرانہ کا آپ کی خدمت میں بھیجتا۔ اور وقت رخصت پانچ لاکھ نذر کیا کرتا۔ شیخ ابو الفتح دست بدست اس دولت کثیر کو جیسے پاتے۔ ویسے ہی فقرا پر لٹاتے۔ اور دو تحفہ گردن کے واسطے ایک جبہ تک نہ رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت شیخ نظام الدین صاحب سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ بارہا آپ نے یہ فرمایا۔ کہ میں ملتان سے صرف بوجہ محبت و شوق ملاقات سلطان نظام الدین اولیاء کے دہلی میں آیا کرتا ہوں۔

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ دہلی میں رونق افروز تھے۔ اور جمعہ کے دن نماز ادا کر کے حضرت نظام الملۃ والدین خواجہ نظام الدین کے گھر قدم رنجہ فرمایا۔ اور مجلس منعقد ہوئی۔ اس جلسہ میں اکثر فقرا صاحب کمال اور صاحب حال موجود تھے۔ مولانا علیم الدین صاحب نے جو حضرت غوث عالم کے نبیرہ ہیں سوچا۔ کہ یہ بڑا عمدہ موقعہ ہے۔ گویا قران السعدین کا وقت ہی تھا۔ بہتر ہو گا۔ کہ اس موقعہ پر کسی علمی نکتہ اور طریق سلوک کے اسرار کا ذکر ہو جائے۔ تو بہت خوب ہو۔ چنانچہ انہوں نے اجازت کے طور پر کوئی کلمہ دونوں بزرگوں کی خدمت میں گذارش کیا۔ مناسب ہوا سب سننے پر مولانا علیم الدین صاحب

نے یہ سوال کیا۔ کہ یا حضرات مہربانی بتلایئے تو فرمایئے۔ کہ آنحضرت صلعم کی ہجرت میں کیا مصلحت تھی۔ جو آپ نے اتنی تکلیف فرمائی۔ کہ شہر مکہ کو چھوڑ کر مدینہ عالیہ کیطرف روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ رکن الدین نے فرمایا۔ کہ میرے دل میں تو یہہ وجہ ہویدا ہوتی ہے۔ کہ بعض کمالات جناب رسول مقبول صلعم کی تکمیل ہجرت الی المدینۃ پر موقوف و منحصر تھے۔ اس واسطے مکہ سے مدینہ عالیہ کیطرف جلوہ افروز ہوئے۔ تاکہ وہ کمالات باقیہ بھی حاصل ہو جاویں۔ پھر حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا۔ کہ میری سمجھ میں اس مسئلہ کا مطلب یہ آتا ہے۔ کہ بعض خادمان مدینہ دیرینہ سال بے بضاعت و کم استطاعت تھے۔ اور اسی وجہ سے مکہ معظمہ میں آنے سے معذور تھے۔ وہ کمال دارین سے بتوسل ذات رسول کریم سے مستفیض اور مستفید ہوئے۔ اور تکمیل کمالات ظاہری و باطنی میں کامل ہو کر دنیا اور آخرت میں سرفراز ہوئے۔ پس انکی بے سروسامانی پر اللہ جلشانہ عمّ نوالہ نے نظر توجہ فرما کر اپنے محبوب کو خود انکے پاس بھیجدیا۔ اس تقریر میں عجیب و غریب نکات ہیں۔ اہل بصیرت سے مخفی نہ رہینگے کہ کیا استعارہ ہے۔

دیگر۔ جب دوسری دفعہ حضرت رکن عالم صاحب رح سلطان قطب الدین کے عہد حکومت میں رونق بخش دہلی ہوئے۔ تو آپ کا زیادہ وقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی صحبت و مجلس میں خرچ ہوتا۔ جب آپ بادشاہ کی ملاقات کو تشریف لیجاتے۔ آپ کی تشریف لیجانیکے واسطے تخت

رواں کا انتظام کر دیا جاتا۔ آپ کا ارشاد تھا۔ کہ تخت رواں کو آہستہ آہستہ
لے چلو۔ تاکہ اہلِ حاجت اپنی اپنی عرضدائیں و حوائج کا اظہار کرتے جاویں۔
جب عوام میں غلغلہ ہوتا۔ کہ آپکی سواری شاہی محل سرائے کو جا رہی ہے۔ تو
سب لوگ حاجت والے حاضر ہو کر اپنے اپنے عرض معروض کرتے اور حضرت
کا معمول تھا۔ کہ جب بادشاہ سلامت استقبال کو تشریف لاتے اور سلسلہ
گفتگو کا شروع ہوتا۔ تو آپ سب سے پہلے رعایا کی درخواستیں پیش کرتے۔
اور ان کے حسب مطالب احکام لکھا کر پھر بادشاہ سے سلسلہ گفتگو شروع
کرتے۔ اسطرح آپکے قیام سے خلق خدا کی اسقدر حاجت روائی ہو جاتی۔ کہ جسکا
کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت نظام الملۃ والدین آپ کی ملاقات سے
از بس مسرور ہوتے۔ اور کئی کئی دنوں سے گذر کر مہینوں اپنے پاس ٹھیرائے
رکھتے۔ سچ کہا ہے۔ ولی را ولی میشناسد۔

دیگر نقل ہے۔ کہ ایک روز حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ
کا عرس تھا۔ اور حضرت شیخ رکن الدینؒ بھی رونق افروز تھے۔ قوالوں
نے گانا شروع کیا۔ حضرت نظام الملۃ والدین شیخ نظام الدین اولیاؒ کو وجد طاری
ہوا۔ اور آپ بیخود ہو کر کھڑے ہونے لگے۔ مگر شیخ ابو الفتح حضرت رکن الدین
صاحب نے آپکا دامن پکڑ لیا۔ اور آپ کو بٹھا دیا۔ پھر دوبارہ وجد کی کیفیت
ہوئی۔ اور حضرت نظام الدینؒ صاحب اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ ۳۱ مرتبہ آپ نے
[illegible] دامن [illegible] بلکہ دست بستہ مؤدب ہو کر دیگر مشائخ [illegible] آپ کھڑے



ہو گئے۔ حضرت مولانا علم الدینؒ علامہ نے عرض کیا۔ کہ یا حضرت اسکا سبب
نہ معلوم ہوا۔ کہ اول مرتبہ جناب شیخ نظام الدینؒ کو وجد آیا۔ تو آپ نے انہیں
کھڑا ہونے سے روک لیا۔ پھر جب وجد مکرر ہوا۔ تو آپ نے منع نہ فرمایا۔ آخر اسکی
کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اول مرتبہ شیخ کی رسائی عالم ملکوت
تک ہوئی تھی۔ میرا گذر وہاں تک ممکن تھا۔ لہذا وہاں تک میرا ہاتھ پہنچ گیا لیکن
دوسری مرتبہ جب انکو وجد طاری ہوا۔ تو رسائی انکی عالم جبروت میں ہوئی
میں وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مزاحم نہ ہوا۔

دیگر۔ مولانا ضیاء الدینؒ سے منقول ہے۔ کہ بعد وفات حضرت شیخ
نظام الدین اولیا قدس سرہ کے حضرت شیخ المشائخ رکن عالم صاحبؒ
انکی تعزیت اور زیارت مزار کے واسطے دہلی میں تشریف لائے۔ اس زمانہ میں
سلطان غیاث الدین تغلق شاہ اپنے دہلی کیطرف مراجعت فرمائے
ہوئے تھا۔ شیخ رکن عالم صاحب بوجہ اخلاص و محبت مابینی کے دہلی سے کچھ
فاصلہ پر رونق افروز ہوئے۔ دہلی سے دو کوس کے فاصلے پر بادشاہ سلطان محمود
نے ایک نئی عمارت عالیشان تعمیر کی تھی۔ چنانچہ اسی عمارت میں بادشاہ نے
نزول اجلال فرمایا۔ حضرت شیخ بھی وہیں جلوہ افروز تھے۔ جب دسترخوان
بچھایا گیا۔ سلطان نے چاہا۔ کہ بعد فراغت طعام تغلق آباد کو جاوے۔ لیکن
شیخ رکن الدینؒ نے عین اثنائے طعام میں فرمایا۔ کہ اس عمارت سے
بہت جلد علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ اسواسطے کہ یہ عمارت نئی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا

کہ کہاں تک گھر باہر آئینگے۔ دوبارہ حضرت نے فرمایا۔ کہ خیر اسی میں ہے
کہ بہت جلد اس مکان سے باہر آنا چاہئے۔ یہ فرما کر شیخ بغیر ہاتھ دھوئے
اس عمارت سے باہر آ گئے۔ اور آپ ابھی دہلی میں نہ پہنچے تھے۔ کہ بادشاہ
معہ سب ساتھیوں کے ہلاک ہو گیا۔

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ عید الفطر کے روز علی الصباح اوپر مکان
کے غسل کر رہے تھے۔ کیونکہ عید کے دن نہانا اور نئے کپڑے پہننا سنت
نبوی ہے پرنالہ سے پانی نیچے گر رہا تھا۔ حضرت بخاریؒ کو اس امر کی
خبر ہو گئی۔ آپ آئے۔ اور اس پانی کو سر پر لینا شروع کیا۔ اور جب نہانے
آپ کو بھی اطلاع پہنچی۔ کہ سید صاحب اس طرح سے بوجہ حسن اعتقاد و خلوص
نہا رہے ہیں۔ فوراً طلب فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ اے سید۔ یہ کیا کیا۔ اور
نعمت سمجھتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ حضرت جلال الدینؒ نے آداب بجا کر
عرض کیا۔ کہ یا شیخنا! یا مخدومنا! آج عید کا دن ہے اور یہ خاکسار
اس فیض بخشش سے عیدی طلب کرتا ہے۔ اور یہ جسارت محض اس عنایت و مہربانی
کے سبب ہے۔ جو حضور کو اس ناچیز خادم پر ہے۔ آپ نے سید جلال الدینؒ کو
بغل میں لے لیا۔ اور فرمایا۔ کہ کیا آپ مخدوم جہانیاںؒ ہونا چاہتے
ہیں۔ سید جلال الدین بخاریؒ نے سر زمین پر رکھا۔ اور اپنے پیر طریقت کی
اس عنایت سے از بس مسرور ہوئے۔ خدا کی قدرت کہ حضرت رکن عالم صاحب
کی زبان مبارک میں کیا تاثیر تھی۔ کہ جب حضرت سید صاحب وہاں سے



رخصت ہوئے۔ یہی آواز سنائی دیتی تھی۔ کہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ
آ رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ کا یہی لقب مشہور ہو گیا۔ اور بہت سے لوگوں
نے آپ کو مبارکباد دی۔ اور اس وقت تک حضرت مخدوم جہانیاںؒ
کی یہ شہرت ہے۔ کہ ہر ایک ضلع میں آپ کا نام روشن ہے۔ اور کوئی نہ کوئی
زیارتگاہ آپکی یادگار میں موجود ہے۔

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ دہلی کے علماء و فقہاء نے حضرت شیخ نظام الحق
والدین قدس سرہ کے برخلاف ایک بڑی سازش اور کمیٹی کی تھی۔ اور فقہاء نے
آپ پر بدعتی اور غیر مشروع ہونے کا الزام لگایا تھا۔ اور آپکے واسطے شرعی تعزیر
کی تجویز ہو رہی تھی۔ کہ عین انہی ایام میں حضرت شیخ المشائخ ابو الفتح حضرت
رکن عالم صاحب رونق بخش شہر دہلی ہوئے۔ دیکھا کہ ایسے بڑے کامل
شخص کے برخلاف اسقدر جمیعت علماء دہلی کی ہو رہی ہے۔ اور قریب ہے۔ کہ
نہ دہلی رہے۔ اور نہ اہل دہلی۔ الغرض آپ کے قدم قدوم سے وہ تمام تنازع و فساد
جو ہنگامہ کی نوبت تک پہنچ چکا تھا۔ فرو ہو گیا۔ اور علماء و فقہاء کو حضرت شیخ
نظام الدین اولیاؒ سے نہ صرف صلح بلکہ معافی مانگنی پڑی۔ اور وہ
لوگ آپکی ایذا رسانی سے باز آ گئے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
نے احیاء العلوم میں بعض عارفوں سے نقل کیا ہے۔ کہ ابدال جو لوگوں کی
نظر سے پنہاں ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ابدالوں کو علماء کے دیکھنے کی طاقت
نہیں ہے۔ کیونکہ علماء نفس الامر میں خود جاہل ہیں۔ مگر جاہلوں کے نزدیک وہ عالم

ہیں۔ مراد ان عالموں سے علمائے بدکار ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔
اِتَّقُوْا مِنْ عُلَمَاءِ السُّوْءِ یعنی بدکار علمائے سے بچو۔ اور قوت القلوب میں ہے۔
یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ عُلَمَاءُ یُغْلَقُ عَلَیْہِمْ بَابُ الْعَمَلِ وَیُفْتَحُ بَابُ الْجَدَلِ
یعنی اخیر زمانہ میں ایسے عالم پیدا ہونگے۔ کہ انکے واسطے باب عمل تو بند ہوجائیگا
یعنی عبادت و اتقا سے تو وہ دور رہینگے۔ مگر باب جدل انکے واسطے کھل جائیگا
یعنی فتنہ و فساد اور ایک دوسرے کی تکفیر اور اپنی لن ترانی اور بیان کرینگے
جیسا کہ آنکھوں سے آجکل ہم عالم دیکھ جاتے ہیں [illegible] اللہ [illegible] رسول [illegible]
پر رحمت کرے۔

دیگر۔ جامع العلوم ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حسینی البخاری رح
میں لکھا ہے۔ کہ ایک درویش مسافر بندگی حضرت قطب العالم حضرت شیخ
رکن الدین ابو الفتح قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جمال ظاہری
و کمال باطنی دیکھ کر از بس حیران ہوگیا۔ کہ یہ نور الٰہی چودھویں رات کا
چاند ہے۔ جو آپکی پیشانی میں جلوہ افگن ہے۔ الغرض وہ جوان آپکی قد رعنا
صورت زیبا اور وجیہ چہرہ کو دیکھکر دل میں کہنے لگا۔ کہ یہ صفائی اور
خوبی اور خوبصورتی سوائے غذائے لطیف کے نہیں ہوسکتی۔ پس اس درویش
نے پختہ ارادہ کرلیا۔ کہ اگر مجھے عوام کا کھانا دیا گیا۔ تو میں قبول نکرونگا۔ اور
خاص الخاص طعام جو حضرت مخدوم العالم کے واسطے طیار ہوتا ہے۔ وہی قبول
کرونگا۔ الغرض جب شام ہوچکی۔ اور تمام مہمانوں اور درویشوں کے واسطے کھانا



آیا۔ اور سب ایک دسترخوان پر کھانے لگے۔ اس درویش نے کھانے سے ہاتھ اٹھایا
اور کہا۔ کہ میں تو وہی خاص طعام قبول کرونگا۔ جو حضرت قطب العالم کے واسطے
مطبخ خاص میں طیار ہوا ہے۔ ہرچند خادموں اور ملازموں نے سمجھایا۔ کہ
وہ صرف حضرت مخدوم کیواسطے تیار ہوتا ہے۔ اور وہ تمہارے کھانیکے قابل نہیں
ہے۔ مگر اس بندہ خدا نے نہ مانا۔ اور حضرت رکن عالم صاحب نے اس
درویش کے مطلب کو سمجھکر اپنے پاس کے دسترخوان سے خاص کھانا بھیجا
وہ درویش حیران سا رہ گیا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ نان جو بے نمک اور سبزی
تلخ طیار کرکے لائی ہوئی ہے۔ از حد منفعل ہوا۔ اور شرم کے مارے سر اوپر نہ
اٹھا سکتا تھا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے۔ اور اپنے اپنے خوابگاہ پر چلے گئے
تو حضرت قطب العالم نے اس درویش کو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔ اور نہایت
محبت سے سمجھایا۔ کہ اے درویش سالک سنو۔ یہ ہماری شکل و شباہت
لطیف و مزیدار خوراک کے کھانے سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس روحانی غذا کے
سبب سے۔ جو اللہ تعالے کے کرم و فضل سے عطا ہوئی ہے۔ تحفۃ القادریہ
شرح رسالہ حضرت غوث الاعظم شاہ محی الدین عبد القادر الحسنی
الحسینی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں منقول ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْغَوْثُ
الْاَعْظَمُ یَا غَوْثَ الْاَعْظَمِ لَا تَاْکُلْ طَعَامًا وَّلَا تَشْرَبْ شَرَابًا
وَلَا تَنَمْ نَوْمَۃً اِلَّا عِنْدِیْ بِقَلْبٍ حَاضِرٍ وَّعَیْنٍ نَاظِرٍ فَقَالَ
الْغَوْثُ الْاَعْظَمُ فَمَا اَکَلْتُ طَعَامًا وَّمَا شَرِبْتُ شَرْبَۃً وَّمَا

نمت نومۃ الا عند ربی بقلب حاضر وناظر۔ ترجمہ فرمایا ہے۔ اللہ
تبارک وتعالےٰ نے اے غوث الاعظم رہ دنیا کا طعام نہ کہا۔ اور نہ پانی پی اور
نہ نیند کر۔ مگر تیرے سب کام قلب حاضر۔ اور عین ناظر۔ میرے حضور کئے جاویں۔
پس فرمایا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے۔ کہ میں نے طعام کہانیکے وقت اور پانی
پینے کے وقت اور سوتے وقت بہی اپنے رب کو نہیں بھلایا۔ یا یوں کہنا چاہیے۔
میرا کہانا پینا ہونا سب اسکے لئے ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے اپنے
مالک کو پالیا ہے۔ اور اپنے آپ کو حیوانوں کے سلسلہ سے نکالا۔ اور بحر وحدانیت
میں غوطہ لگایا۔ اور مرتبہ ناسوتی سے مرتبہ النبی اور اس سے مرتبہ ملکی میں پہنچکر
عالم وحدت سے آشنا ہوئے ہیں۔ اور اس بے نیاز مالک سے اُنس اختیار
کیا ہے۔ اور اس مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ جسکی بابت فرمایا ہے۔ رسول خدا صلعم
نے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ولا ینام
قلبی۔ کہ میں نے اپنے پروردگار کے پاس رات گذاری۔ اور اس نے مجھے طعام
معرفت کھلایا۔ اور شراب عرفاں پلایا۔ اور لطف یہ ہے کہ میرا دل ہر وقت بیدار
ہے۔ اور کبھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہے۔ ایسے باکمال جب یہہ مرتبہ حاصل کر لیتے
ہیں۔ تو اُن کا کہانا پینا۔ سونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا سب خداوند کریم کے آگے ہوتا ہے۔
اور جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ خدا کرتا ہے۔ منصور انا الحق کا نعرہ نہ لگاتا تھا۔
بلکہ وہ مالک ہی انا الحق پکار رہا تھا۔ جیسا کہ شیخ ابو یزید بسطامی رض نے فرمایا
کہ مجھے تیس سال ہو گئے ہیں۔ کہ اپنے پروردگار سے باتیں کرتا ہوں۔ اور جواب



سنتا ہوں۔ مگر لوگ کہتے ہیں۔ کہ گویا میں ان سے باتیں کرتا ہوں۔ اسی طرح
حضرت فخر الاولیاء شیخ شبلی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔ انا اقول
وانا اسمع وھل فی الدارین غیری۔ کہ میں بولتا ہوں۔ اور سنتا ہوں۔
اور دارین میں میرے سوائے کوئی نہیں ہے۔ اور شیخ ابو طالب مکی نے فرمایا
ہے۔ لا فرق بینی وبین ربی الا ان تقدمت بالعبودیت یہہ
ہمہ اوست کا مضمون ہے۔ حضرت قطب العالم شاہ رکن عالم رح نے اس درویش
کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس درویش صفا کیش کو چھاتی سے لگا لیا۔ بمجرد لگنے سینہ مبارک
کے وہ درویش انواع واقسام کی نعمتوں سے فیضیاب ہوا۔ اور تلافی مافات
کے واسطے زار زار رونے لگا۔ اور اپنے قصور کے اعتراف اور اقرار کے بعد
قدموں پر گر پڑا۔ حضرت قطب العالم نے اُسے صفائی قلب اور مجاہدہ وریاضت
کی تعلیم دی۔ اور وہ درویش تہوڑی مدت میں آپ کی صحبت کی برکت سے
واصلان حق میں داخل ہو گیا۔

دیگر۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگرد رح نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت
قطب العالم شیخ رکن الدین ابو الفتح رح فیض اللہ آتش عشق اور محبت حقیقی
وخوف وخشیت ایزدی سے اسقدر حرارت رکھتے تھے۔ گویا آپ محرقہ ہے
اور یہ حرارت برابر رہا کرتی تہی۔ اور یہہ گرمی کبہی مزاج اقدس سے علیحدہ
نہ ہوئی۔ تحفۃ القادریہ شرح رسالہ حضرت غوث الاعظم رض قال اللہ
تعالیٰ لغوث الاعظم یا غوث الاعظم اذا رأیت المحترق بنار الفقر

وَالْمُنْکَسِرَۃِ بِکَسْرَۃِ الْفَاقَۃِ فَتَقَرَّبْ اِلَیْہِ لَاحِجَابَ وَبَیْنَہٗ ترجمہ فرمایا اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظمؓ سے کہ جب آپ کسی کو آتش فقر سے سوختہ اور شکستگی فاقہ سے شکستہ دیکھیں پس اس سے نزدیکی اختیار کرو۔ کیونکہ اس سوختہ و شکستہ آدمی اور میرے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ شعر

شنیدم کہ بیچارگی مے خرد۔ یعنی انسان جسوقت اپنی ریاضت و مجاہدہ سے نفس کو قابو میں کر لیوے۔ یا نفس امارہ سے مجاہدہ۔ مباحثہ۔ محاربہ۔ مجادلہ سے فتح کرکے نفس لوامہ تک اور اسے کم کھانے کم بولنے اور کم آرام دینے سے نفس ملہمہ تک پہونچے۔ اور نفس ملہمہ کو خلوت و جلوت و ریاضت سے مشرف کرکے نفس مطمئنہ کے درجے پر پہنچ جاوے اور جسپر خطاب مولا پاک اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً صادق آتا ہے۔ اور پھر وہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی ذیل میں آجاتا ہے۔ اور وہ اَلْاٰنَ فِی الْاَزَلِ کَمَا کَانَ فِی الْاَبَدِ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ پس اسکے اور باریتعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ اور جو کوئی ہستی سے گذر کر مقام نیستی پہنچ جاوے۔ اور ہستی میں ہی نیستی میں داخل ہو جاوے۔ پس اُسے کون سا حجاب ہیگا۔ ؎

ما حجاب خویم در ہمہ حال
کے بود کہ ایں حجاب برخیزد

چوں حجاب صفات فانی شد
قطرہ با بحر ہم در آمیزد

دیگر۔ جامع العلوم ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں میں درج ہے۔ کہ حضرت قطب العالم شاہ رکن عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ سالک کی غذا



مقدار میں تھوڑی اور تاثیر میں زیادہ ہونی چاہئے۔ تاکہ ہر وقت غذا کے بکھیڑے میں نہ رہے۔ اسکے بعد مخدوم جہانیاں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مرشدی شاہ رکن عالم صاحبؒ کے واسطے آخیر عمر میں باورچی جو غذا تیار کرتے تھے۔ وہ قلیل الکمیت یعنی مقدار میں کم اور فائدہ میں زیادہ ہوا کرتی تھی۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپکے واسطے شیر۔ روغن زرد۔ چند میوؤں کو بھونکر غذا ایک خلولہ کے طور پر لائی گئی۔ ذرا سی آپ نے تناول فرمائی۔ اور کچھ حصہ اس ارادتمند کو عطا کیا۔ بمجرد کھانیکے مجھ میں اسقدر توانائی آگئی۔ کہ تین یوم تک پھر غذا کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور عبادت و مجاہدہ میں از حد سرور حاصل ہوا۔ اسکے چکھنے سے اشتہا کافور ہو گئی۔ اور چشم دل روشن ہو گئی۔ میں نے ایک وضو سے بہت سی نمازیں پڑھیں۔

دیگر۔ ایک ہندو عورت کا ذکر ہے۔ کہ اسکا بیٹا تجارت وغیرہ کیواسطے خراسان کی طرف گیا تھا۔ اور بہت عرصہ گذر گیا تھا۔ کہ اسکی کوئی خبر اُس بڑھیا کے پاس نہ آئی تھی۔ اور اُسے کوئی علم نہ تھا۔ کہ وہ زندہ ہے۔ یا فوت ہو گیا ہے۔ آتش ہجر اسکے سینہ میں مشتعل تھی۔ اور عنان صبر و شکیبائی ہاتھ سے جا چکی تھی۔ کسی نے اُسے کہا۔ کہ کیوں اسقدر گریہ وزاری کرتی ہے۔ اور لڑکے کے فراق میں پروانہ کی طرح جل رہی ہے۔ تو حضرت قبلہ قطب العالم شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں کیوں حاضر نہیں ہوتی۔ اور اُن سے دُعا طلب کرنیکے واسطے کیوں نہیں جاتی۔ مصیبت زدہ عورت نے نہایت صدق دل سے آپکی خدمت بابرکت میں

جانیکا ارادہ کیا۔ خدا کی قدرت۔ کہ خود حضرت رکن عالم صاحب کا گذر اسی کوچہ سے ہوا۔ اس نے اپنی گذارش کا رقعہ پہلے سے لکھا یا ہوا تھا۔ جب آپکا تخت رواں قریب سے گذرا۔ تو بڑھیا نے اپنا التماس نامہ پیش کیا۔ جب آپکی نظر فیض اثر اس عورت پر پڑی حکم دیا۔ کہ سواری کو روک لو۔ اور خود بدولت اسی جگہ اُتر پڑے۔ اور ایک جگہ بیٹھکر عالم مراقبہ میں سر جھکایا۔ اور اس بڑھیا عورت کو یہ مژدہ جاں بخش سنایا۔ کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد تیرا بیٹا تجھ سے ملا چاہتا ہے جب بڑھیا عورت اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔ کیا دیکھتی ہے۔ کہ دور سے ایک لڑکا دوڑا ہوا آتا ہے۔ اور اسکے ہاتھ میں ایک چمچہ ہے۔ سر اور پاؤں سے ننگا ہے۔ غور سے دیکھا۔ تو وہ اسکا بیٹا تھا۔ جسکے واسطے وہ زار زار رویا کرتی تھی۔ جب لڑکے نے پہچانا۔ کہ یہ اسکی ماں ہے۔ فرطِ خوشی سے بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا۔ اور اسکی ماں کی جان میں جان آئی۔ تو ماں نے بڑے پیار سے پوچھا۔ کہ تجھ پر کیا آفت گذری۔ کہ اسقدر عرصہ گذر گیا۔ اور تو خراسان سے واپس نہ آیا۔ میں تو تیرے فراق میں ماہی بے آب کیطرح تڑپ رہی تھی۔ جلد مجھے اپنی کیفیت بیان کر کہ کیوں اسطرح ننگا دھڑنگا ہے۔ اے میرے بیٹے قربان جاؤں۔ کیا تیرے وہ کپڑے جو میں نے رات کو سی کر دیئے تھے۔ چوروں نے لے لئے۔ یا وہ پھٹ گئے۔ لڑکا بولا اماں جان! میں حیران اور سرگردان ہوں۔ کہ ابھی تو میں خراسان میں کوٹھڑی کے اندر بیٹھا ہانڈی پکا رہا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں چمچہ تھا۔ دفعتاً ایک ہاتھ ظاہر ہوئی۔ اور اس نے سب روٹیاں منہ



میں ڈالیں۔ اور ایک طرف بھاگی۔ میرے پاس اسکے مارنے کیواسطے کوئی لکڑی نہ تھی۔ اس چمچہ کو لیکر غصّہ کے مارے اسکے پیچھے دوڑا۔ باہر نکلا تو دوڑا اس گلی میں آ نکلا۔ اور تمہیں دیکھکر حیران ہوگیا۔ اور اس عجیب معاملہ سے مجھے حیرت کے مارے بیہوشی طاری ہوگئی۔ ماں نے تسلّی دی۔ کہ یہ سب قطب العالم شاہ رکن عالم صاحب کی کرامات ہے۔ ابھی میں انکے دربار داد خواہ تھی۔ کہ میرا بیٹا مجھے ملایا جاوے۔ دوسرے دن وہ عورت اور اسکا بیٹا دونو حضرت قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپکے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ دیگر۔ شہر ملتان میں دو ہندو عورتیں جو شیر فروش تھیں اور ایک دوسرے کی بہنیں بنی ہوئی تھیں ایک عورت علے الدّوام حضرت قطب العالم کے واسطے دودھ پہنچایا کرتی تھی۔ ایک دن آپ نے توجہ فرمائی۔ اور وہ ہندو عورت دین اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئی۔ آپ نے اُسے علوم سلوک کی تعلیم فرمائی اور وہ ہندوؤں کے لباس میں ہی ایک خدا رسیدہ عورت ہوگئی۔ مگر اسکا یہ راز اسکی بہن کو بھی معلوم نہ تھا۔ جب وہ عورت فوت ہوگئی۔ اور اسکے رشتہ دار اُسے ایک لکڑی کے تختہ پر اُٹھا کر مرگھٹ کیطرف لے چلے۔ تو اس واقعہ کی خبر از روئے کشف آپ کو پہنچ گئی۔ آپ فوراً اسوار ہوئے۔ اور سامنے سے اس عورت کی نعش دیکھی۔ پوچھا یہ کس کی میّت ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ قبلہ یہ وہی ہندو شیر فروش عورت ہے۔ جو بلا ناغہ حضور پر نور کے واسطے دودھ لایا کرتی تھی۔ اب اسے جلانیکے واسطے مرگھٹ کو لئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ عورت تو

دین اسلام سے مشرف ہو چکی ہے۔ اسے نہ جلایا جاوے۔ ہندوؤں نے کہا۔ کہ یہ ہماری رشتہ دار ہے۔ ہم تو ضرور اسے جلائینگے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ اپنی زبان سے دین اسلام کا اعتراف کرے۔ تو اسوقت تم اسے چھوڑ دوگے۔ انہوں نے کہا۔ کہ کیا مضائقہ ہے۔ آپ نے میت کیطرف توجہ فرما کر پوچھا۔ کہ اے بی بی مرحومہ اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کر۔ تاکہ ہندوؤں کو کوئی اعتراض باقی نہ رہے۔ میت اُٹھ بیٹھی۔ اور بلند آواز سے کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی کلمہ شہادت پڑھا۔ اور ہندو میت چھوڑ کر چلے گئے۔ جب اسکی بہن نے یہ ماجرا سنا۔ وہ بھی دوڑی ہوئی آئی۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے بھی دین اسلام کی تلقین فرمائیے۔ آپ کی توجہ باطنی سے وہ بھی کاملہ ہوگئی۔ ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — سنگ را دلی کنند کسی را چہ کنند

کہتے ہیں۔ کہ تھوڑی سی دیر کے بعد اسکا بھی انتقال ہوگیا۔ دونو کا ایک ہی مقام پر جنازہ پڑھا گیا۔ دونو کا مزار محلہ کمانگراں میں ہے۔

دیگر۔ جامع العلوم ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں میں لکھا ہے۔ شَرَائِطُ الْمَشِیْخَةِ ثَلٰثَةٌ وَاِنْ لَمْ تَکُنْ لَا تَصِحُّ الْمَشِیْخَةُ اَحَدُهَا اَنْ یَکُوْنَ الشَّیْخُ عَالِمًا بِالْعُلُوْمِ الثَّلٰثَةِ بِعِلْمِ الشَّرِیْعَةِ وَالطَّرِیْقَةِ وَالْحَقِیْقَةِ وَالثَّانِیْ یَقْبَلُهٗ بَعْضُ عُلَمَاءِ زَمَانِهٖ وَیَتَعَلَّقُوْنَهٗ وَیَعْتَقِدُوْنَهٗ وَیُرِیْدُوْنَهٗ وَالثَّالِثُ اَنْ لَا یَکُوْنَ لَهٗ مِنَ الْمَطَالِبِ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا سِوَی اللّٰهِ

ترجمہ۔ شیخت کی تین شرطیں ہیں۔ اور اگر یہ شرائط پوری نہوں۔ تو وہ شیخ



نہیں ہے۔ **اوّلاً** شیخ عالم ہو تین علوم کا علم **شریعت**۔ علم طریقت۔ علم **حقیقت** کا۔ **دوم** اسکے زمانہ کے اکثر علماء اسکے معتقد ہوں۔ اور اس پر پورا اعتقاد و تعلق اور ارادت ہو۔

**تیسری** یہ بات ہے۔ کہ اسکا دنیا و مافیہا سے بلکہ آخرت سے کوئی تعلق نہ ہو اور ماسوی اللہ کے اسکا کسی سے دہیان نہ ہو۔

**دیگر**۔ حضرت غوث زماں شیخ بہاء الدین رح کی جسقدر توجہ اور عنایت اپنے پوتے شاہ رکن عالم کیطرف تھی۔ اسکا اندازہ بہت سے حکایات سے ہوسکتا ہے۔ بلکہ حضرت غوث العالم شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین رح فخر کرتے تھے۔ کہ ہمارے خاندان میں ایک ایسا باکمال بزرگ پیدا ہوا ہے۔ جو نعمت باطنی کا وارث اور مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔ مندرجہ ذیل حکایات سے بھی معلوم ہوگا۔ کہ حضرت غوث زماں کی شاہ رکن عالم صاحب پر کسقدر مہربانی اور عنایت تھی۔

**روایت** ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت غوث عالم مکاشفہ میں تھے۔ اور احوال عالم کے علم و اطلاع کے بعد بارگاہ ذوالجلال کا اسقدر رعب اور خوف آپ پر چھایا۔ کہ حجرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور پروردگار کے سجدہ میں توبہ استغفار میں مصروف ہوئے۔ اور اس سجدہ کی حالت میں اسقدر گریہ وزاری کی۔ کہ جائے نماز آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور جب آنسو ختم ہو چکے۔ تو لہو جاری ہوگیا کئی دن اور کئی راتیں اسی حالت میں گذر گئیں۔ جو خادم دروازہ پر جاکر آواز

دیتا۔ ہرگز جواب نہ ملتا تھا۔ ہائے ہائے کی آواز آرہی تھی۔ اور زار زار رونے کی دردناک پکار سے لوگوں کے دل پھٹے جاتے تھے۔ اس واقعہ سے تمام خاندان۔ خصوصاً فرزندوں۔ مریدوں۔ غلاموں کو ازبس حیرت ہوئی کہ اسقدر گریہ وزاری کا کیا موجب ہوگا۔ آخر اتفاق کرکے بہت سے غلام دروازہ **حجرہ** پر حاضر ہوئے۔ اور دروازہ کھولنے کے واسطے ہرچند الحاح وزاری کی۔ مگر کسی کا عرض نہ سنا گیا۔ آخر یہ صلاح قرار پائی۔ کہ چونکہ آپ اپنے پوتے پر نہایت شفقت اور عنایت کی نظر رکھتے ہیں۔ انکو ہی خدمت میں بھیجنا چاہیے۔ شاید حضرت رکن عالم صاحب کی باسخاطر حجرہ کا دروازہ کھولیں۔ سب حضرت قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا۔ حضرت رکن عالم صاحب دروازہ پر آئے۔ اور دو تین دفعہ زور سے پکارا۔ آواز آئی۔ کہ کون ہے۔ آپ نے نہایت انکسار سے عرض کیا۔ کہ حضور کا غلام رکن الدین ہے۔ آپ فرطِ محبت سے اُٹھے۔ اور حجرہ کا دروازہ کھولا۔ شیخ **رکن الدین ابوالفتح** رح اندر داخل ہوئے۔ اور ادب سے دوزانو ہوکر آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مصلہ خون سے تر بتر ہے۔ اور آنکھیں سرخ ہوکر سوجی ہوئی ہیں۔ اور چہرہ مبارک کثرت مجاہدہ سے بالکل بدل گیا ہے۔ اور جسم مبارک بہت لاغر ہوگیا ہے۔ بموجب آیہ پاک کما قال اللہ تعالیٰ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ لَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ بَكٰى



مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ الیٰ آخر الحدیث ترجمہ وہ شخص جو خوف وخشیت ایزدی سے روتا ہے۔ ہرگز آگ میں نہ ڈالا جائیگا جیسا کہ شیر نکلا ہوا پستان میں واپس نہیں جاسکتا ہے۔ یعنی جیسا اسکا جانا ممکن نہیں۔ اسی طرح اُس شخص کا جانا دوزخ میں غیر ممکن ہے۔

**القصہ** جب حضرت شاہ **رکن عالم** کچھ دیر آپ کی خدمت میں خاموش بیٹھے رہے۔ اور اپنے جد امجد کو مہربان پاکر پوچھا۔ کہ یا مخدومی جدی اس واقعہ کا سبب اس بندہ ناچیز پر ظاہر فرماویں۔ تاکہ تشفی خاطر ہووے آپ نے فرمایا رح۔ کہ اے رکن الدین! کچھ نہ پوچھ۔ کہ یہ معاملہ ظاہر وافشا کرنے کے قابل نہیں ہے شیخ **رکن الدین** رح خاموش ہوگئے۔ مگر پھر زیادہ مہربان پاکر عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے میرے بیٹے تیری خاطر عزیز ہے۔ سنو اور گوش دل سے سنو۔ اور قہر قہار سے ڈرو اور نسب پر ہرگز اعتبار نہ کرو۔ قال اللہ تعالیٰ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ اور اسیطرح اپنی طاعات اور عبادت پر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خداوند کریم بے نیاز اور اسکی سرکار کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ کہ وہ اگر صلائے کرم دیوے۔ تو فاسق وفاجر کو بھی بخشدیوے۔ اور اگر تیغ استغنا کی ندا دیوے۔ تو زاہد وعارف کو دوزخ میں ڈال دیوے۔ کیا عزازیل نے تھوڑی **عبادت** کی تھی۔ وہ تو معلم الملکوت تھا۔ مگر اسکا کیا حال ہوا اسے

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنیماں
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

الغرض آپ نے اس سلسلہ کو منقطع کر کے فرمایا۔ کہ برخوردار رکن الدین!
میں نے عالم مکاشفہ میں دیکھا۔ کہ ایک شخص بہاء الدین نامی بڑا زاہد اور عابد تھا
زہد اور اتقا میں صاحب کمال اور علم و عمل میں یگانۂ روزگار تھا۔ اسکا انتقال
ہو گیا۔ اسکی عبادت اور اطاعت کسی کام نہ آئی۔ اور اس کا زہد و ورع بیکار گیا
تمام اعمال اسکے منہ پر مارے گئے۔ اور اسکا ایمان سلب کر لیا گیا۔ یہ امر دیکھ
کر اسقدر خوف میرے دل پر غالب آیا۔ کہ ہرگز تسلی خاطر نہ ہوتی تھی۔ کہ خدا جانے
اس فقیر بہاء الدین سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ روز میثاق میں
جب کل ارواح خداوند کریم کے حضور میں پیش ہوئیں۔ تو آپ نے جلال سے
فرمایا۔ کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ جواب آیا۔ بَلٰی۔ اور حکم ہوا۔ کہ میں تمہارا
معبود ہوں۔ ہماری درگاہ میں سجدہ کرو۔ صفِ اوّل میں انبیاء
علیہم السلام تھے۔ صفِ دوم میں غوث۔ قطب اولیائے عظام
صفِ سوم میں ابدال۔ عمدہ۔ اولیاء۔ عارف۔ سالک تھے اسکے
بعد عوام کا سلسلہ تھا۔ پہلا حکم ملنے پر اکثروں نے سجدہ کیا۔ اور بعض نے
نہ کیا۔ دوبارہ حکم ملنے پر پھر کئی لوگوں نے سجدہ کیا۔ اور جو پہلے لوگ بھی شریک
تھے۔ یہ سب فرقہ مخلصین کا ہے۔ کہ اول مسعود۔ اور آخر محمود ہوئے۔ انکے واسطے
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ لیکن ان میں ایسے بھی ہونگے



کہ سجدہ نہ کرینگے۔ شقی ہونگے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ کے مصداق ہونگے
واللہ اعلم یہ ناچیز کس گروہ میں ہے۔ حضرت نے کہا۔ یا مخدومی حاجی!
آپ اس بات سے تسلی اور تشفی فرماویں کیونکہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ
آپکی روح مبارک اس مخلصین کے گروہ میں سے ہے۔ جنہوں نے ہر دو دفعہ اخلاص
دل سے سجدہ کیا۔ اور اپنے مالک حقیقی کو وحدانیت اور یگانگت میں پہچانا۔
مجھے بخوبی یاد ہے۔ کہ آپ کی روح پہلی صف میں تھی۔ میری ٹانگ پر جو یہ لنگ
ہونیکا اثر ہے۔ اسی دن سے ہے۔ اور مجھے یہ واقعہ بخوبی یاد ہے۔ کہ میری روح
صف اقطاب میں تھی۔ میں نے چاہا۔ کہ صف انبیاء علیہم السلام میں
جا کر کھڑا ہوں۔ حضرت جبرائیل کو حکم ہوا۔ کہ رکن الدین کو اس صف سے روک
دو۔ حضرت جبرئیل نے ایک پر لگایا۔ اسدن سے میرے پاؤں میں آثار لنگ
ظاہر ہے۔ پس میں صف اقطاب میں واپس آیا۔ اور آپکی روح مبارک
کو دیکھا۔ کہ اغواث کی صف میں ہے۔ حضرت رکن عالم صاحب کے کلام
معجز بیان سے حضرت مخدوم العالم کی تشفی ہوئی۔ اور شکریہ کا دوگانہ
پڑھا۔ اور حجرہ کا دروازہ کھولا۔

## حضرت قطب العالم شیخ رکن الدین کی وفات

آج میرا قلم اس واقعہ روح فرسا اور سانحہ جگر گداز کے لکھنے سے غش ہوا جاتا
ہے۔ اور صریر صدائے الامان سناتا ہے۔ وہ دنیا کا آفتاب ہدایات وہ

ماہتاب ولایت آج آنکھوں سے اوجھل ہو رہا ہے۔ جسکے دروازہ کی خاک خاکِ شفا سے بڑھکر تھی۔ اور جسکی نظرِ شفقت اثر ایک دم میں وہ اثر دکھاتی رہتی۔ جو پانی ماہی بے آب کے ساتھ اور آبِ حیات بیمار کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ مسیحائے زماں تھے۔ کہ جنکے تعلق سے ہزاروں مردہ دل زندہ دل ہو کر نکلے۔ وہ چشمۂ آبِ حیات تھے۔ کہ ہزاروں تشنگانِ طریقت کو آبِ رحمت سے شاداب کیا۔ وہ بادِ صبا تھے۔ کہ ہزاروں اُجڑے ہوئے باغوں کو نمونہ بہشت جنت بنا دیا۔ وہ ایک نورانی چراغ تھے۔ کہ اپنے نورِ فیض ظہور کے پرتو سے ایک عالم کو نورانی کر رکھا تھا۔ وہ ایک پہلو سے شہنشاہ تھے۔ کہ بڑے بڑے سلاطین انکی قدمبوسی اور خاک بوسی کو اپنا افتخار تصور کرتے تھے وہ ایک پہلو سے گوشہ نشین درویش صفا کیش تھے۔ کہ علائق زمانہ سے بالکل آزاد اور امورِ دنیا سے بالکل متنفر اور دنیا داروں سے کنارہ کش تھے۔ کبھی وہ تختِ رواں پر سوار ہیں۔ اور بادشاہ دہلی استقبال کو حاضر ہے۔ فوج و سپاہ امیر و وزیر سب صف بستہ مؤدب کھڑے ہیں۔ کبھی وہ ایک حجرہ میں دروازہ بند کئے یادِ الٰہی میں ایسے سرگرم ہیں۔ کہ دنیا و مافیہا سے کوئی تعلق نہیں۔ آج وہ اس دنیائے دنی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے حضور تشریف لیگئے۔ کہا ہے۔ کہ اولیائے اللہ کا انتقال صرف ایک پردہ مستمعی ہے۔ ورنہ وہ اسیطرح دیکھتے بھالتے۔ سنتے اور امداد کرتے ہیں انکی وفات عوام کے دل اور آنکھوں پر ایک پردہ ہے۔ اور بعد وفات



وہ ایسے مقام پر ہوتے ہیں۔ کہ وہ تو عوام الناس کو دیکھتے۔ اور انکی باتیں سنتے ہیں۔ مگر عوام نہ انکو دیکھ سکتے ہیں۔ نہ انکا کلام سُن سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ دوسرے مقام پر أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

تیسرے۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ترجمہ جو لوگ (اولیاء اللہ) راہِ خدا پر مارے جاتے ہیں۔ اور فوت ہوتے ہیں۔ یہ نہ سمجھو۔ کہ وہ مردہ ہیں۔ نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم انکو نہیں دیکھ سکتے۔

(۲) خبردار اے لوگو سنو۔ کہ اولیا اللہ کو کوئی خوف طاری نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ غمناک ہوتے ہیں۔

(۳) جو لوگ ایمان لائے۔ اور کام اچھے کئے۔ اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں عمر گذاری۔ انکو حیات دنیا اور آخرت میں خوشخبری اور بشارت ہے۔ خدا کی باتیں اور احکام تبدیل نہیں ہوتے اور یہی بڑی مہربانی اللہ پاک کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ۔ یعنی جب تم کسی امر میں حیران و پریشان ہونے لگو۔ تو اہل قبور سے استعانت طلب کرو۔ رسالہ غریب میں لکھا ہے کہ

حیات عوام کو حیات صغریٰ کہتے ہیں۔ یہ روح کی عام موجودگی کا نام ہے۔ یعنی جب تک روح زمین میں موجود ہے۔ آدمی زندہ ہے۔ جب روح پرواز کر گئی تو پھر مردہ ہے۔ اور حیات خاص حق تعالیٰ سے وصل پانیکا نام ہے۔ اور اسکا نام حیات کبریٰ رکھا گیا۔ تن کی زندگی جان کی موجودگی پر ہے۔ اور دل کی زندگی قرب الی اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ کہ قِیْلَ اَحِبَّاؤُہٗ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔

یعنی جو محبوب خدا اور اسکے حبیب ہیں۔ انپر موت عاید نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ایک مکان سے دوسرے مکان کو نقل کرتے ہیں۔ اور جہام عالم کے سر انجام اور مقاصد و مطالب بر لانے کیطرف موافق حین حیات اپنی کے متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ کلام نبویؐ سے ظاہر ہوتا ہے۔

**اولیائے اللہ کی وفات۔** مَوْتٌ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔ یعنی موت صوری سبب ہے۔ محبوب حقیقی سے وصل پانے کا۔ اور مقصود اصلی کیطرف جانیکا راہ مستقیم ہے رسالہ [illegible] میں ہے۔ موت مجازی یہ ہے۔ کہ جب تک آپکو نہیں مارتا۔ خداوند کریم کے حضور زندہ نہیں ہوتا۔ اور موت حقیقی اسکا نام ہے۔ کہ معشوق کے سوا جو کچھ ہے سب سے بیزار اور مردہ ہوا ہے۔ ؎

زلب تن بجز دوست [illegible] مردان است
[illegible] از جانان خود جان کسندان است

اولیاء اللہ کی وفات [illegible]



رسالہ محقق میں ہے۔ مَوْتُ الضَّرُوْرِیْ یَخْرُجُ الرُّوْحُ مِنَ الْجَسَدِ وَمَوْتُ الْاِخْتِیَارِیْ بِفَنَاءِ الْبَشَرِیَّۃِ مَعَ بَقَاءِ الرُّوْحِ فِی الْبَدَنِ۔ کہ موت ضروری میں تو انسان کا روح بدن سے نکل جاتا ہے۔ اور موت اختیاری (اولیاء اللہ کی موت) میں صرف بشریت فنا ہو جاتی ہے۔ مگر روح بدن میں بدستور رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ استعانت اولیاء اللہ بعد وفات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ رسالہ مختصر احیاء العلوم امام محمد غزالی رح میں منقول ہے۔ کہ عوام زوال جان سے مرجاتے ہیں۔ اور خاص زندہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ دار فنا میں حیات محال ہے۔ اور دار البقا میں فنا محال ہے پس مومن کو چاہیے۔ کہ ہمیشہ منتظر موت رہے۔ لَا رَاحَۃَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ دُوْنِ لِقَاءِ اللّٰہِ وَالْمَوْتُ مَوْعِدُ اللِّقَاءِ۔ یعنی مومن کو سوائے دیدار اللہ کے کبھی راحت نہ ہوگی۔ اور یہ موت دیدار الٰہی کا وعدہ ہے۔ کہ یہ نعمت اسوقت حاصل ہوگی۔ جب موت مومن کی ہوگی۔ **قول محقق** یہ ہے۔ کہ صاحب صدق کبھی موت سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اگر جامہ کہنہ تن سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔ تو کچھ خوف کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی جگہ خلعت ابدی پہنایا جاویگا۔ ؎

قبائی زندہ تن را چو پارہ پارہ کنند　　شوند مشرف تشریف خلعت ابدی

الغرض جب اس قادر مطلق کا پیغام حضرت قطب العالم شاہ رکن عالم رح کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے نہایت شوق اور خوشی سے پیام اجل کو لبیک کہا۔

اور جمعہ کی رات بتاریخ ۷ جمادی الاول ۸۴۷ھ کو اس دارِ ناپائدار سے کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایک علامہ نے ملتانی زبان میں تاریخ اسطرح لکھی ہے۔ ؎

شب جمعے ستتریاں ستت ماہ جمادی الاولے

چاوتاں سنیاں یکہن جاودوں لیپیاشاہ جلولاؒ

آپؒ کو پہلے اپنے جدِّ امجد حضرت غوث بہاء الدینؒ کے روضہ مبارک میں پائنتی کیطرف رکھا گیا۔ مگر بادشاہِ وقت محمدؒ بن تغلق کو حضرت غوث سے ارشاد ہوا۔ کہ حضرت قطب العالم کو پائنتی کیطرف دفن نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ بے ادبی ہوتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ کے واسطے قلعہ کے شمالی دروازہ کے پاس ایک عالیشان روضہ تعمیر کرایا۔ جسکی مضبوطی اور پختگی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور حضرت غوث کا روضہ خود اپنی لاگت سے بنایا گیا تھا۔ اور خود بدولت چالیس سال تک اس میں فنِ حدیث کی تعلیم کرتے رہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اس روضہ کی کیا برکت ہے۔ لکھا ہے کہ جس مکان میں حدیث شریف پڑھائی جاتی ہے۔ جو آدمی اس مکان کے اندر داخل ہو۔ اسپر آتشِ دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔ تو اب اس روضہ کا کیا شان ہے۔ جس میں حضرت غوث العالم چالیس سال تک علمِ حدیث کی تعلیم کرتے رہے۔

دیگر کتاب مرآۃ المناقب کے مؤلف لکھتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ ملتان



شریف میں بہت مشہور ہے۔ خود مؤلف نے بھی ۱۲۸۳ھ میں شیخنا و مخدومنا حضرت شیخ الاسلام غوث الملک مخدوم شیخ بہاء الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ کہ مولوی عبدالمالک مفتی شہر ملتان ابتداء عمر میں بہت غبی اور کند ذہن تھا۔ اسے علم کا شوق نہایت تھا۔ مگر بیچارہ صبح کو جو سبق پڑھتا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد فراموش ہو جاتا۔ اور ہمیشہ غم و غصہ میں رہتا تھا۔ چونکہ حضرت غوث بہاء الدینؒ کے سلسلہ بیعت میں تھا۔ اسواسطے ہمیشہ مزار پاک حضرت غوث عالم پر چراغ جلا کر مطالعہ کتب میں مصروف رہتا۔ اور حضرت قطب العالم کی زیارت سے مشرف ہوتا۔ ایک رات معمول کے مطابق چراغ روشن کرکے حضرت غوث العالم کی قبر کے سرہانے اپنے مطالعہ میں مصروف تھا۔ کہ نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت رکن عالم صاحب ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔ اور آپکے ہاتھ میں ایک پیالہ ہے۔ جسمیں شہد و مکھن ملا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ عبدالمالک تو کیا چاہتا ہے۔ اور تیری کونسی حاجت ہے۔ عبدالمالک نے عالمِ رویا میں عرض کیا۔ کہ قبلہ یہ فقیر از حد کند ذہن اور غبی ہے۔ ابجد اس نقص کے سخت تکلیف اُٹھاتا ہے۔ پڑھا ہوا کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ آپ دعا فرمائیں۔ کہ خداوند کریم نعمتِ علم سے مالا مال کرے۔ کیونکہ مجھے از حد شوق ہے۔ آپ نے شفقت سے فرمایا۔ کہ ادھر آ۔ اور آپ نے وہ مکھن ملا ہوا پیالہ میں سے انگشتِ شہادت کو ڈالا۔ اور انگلی سے شہد لگا کر مجھے چٹا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ کتاب کھول اور جو سبق کہ پڑھا ہے۔ اسکو پڑھ۔ میں نے اپنی

کتاب کھولی اور سبق پڑھنا شروع کیا۔ کہا یہ ایک لفظ مشکل آیا۔ وہاں میری زبان بند ہوگئی۔ آپ نے فوراً انگلی رکھی۔ کہ یہاں سے پڑھ اور زبان مبارک سے وہ لفظ پڑھا۔ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ اور اسی اثنا میں میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ابھی تک میرے منہ میں شہد کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب کو کھولا تو اس میں بھی اسی مقام پر شہد کا نشان لگا ہوا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ اور خدا کی قدرت سے تھوڑی سی کوشش سے علم کی تحصیل کر لی اس کے بعد مراۃ المناقب کے مولف لکھتے ہیں کہ مولانا عبد الملک نے یہاں تک استعداد بہم پہنچائی۔ کہ شہر ملتان کا مفتی مقرر ہوا۔ اور یہ سب فیض حضرت شاہ رکن الدین کی دعا کا نتیجہ تھا۔

دیگر۔ اسی قسم کی دوسری حکایت میاں جعفر عرف بوبک کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ آپ کی دعا سے علم و فضیلت میں یکتا ہوگیا۔ اور مخدوم جعفر کے نام سے ملقب ہوا۔

دیگر۔ حافظ داؤد نام ایک شخص حضرت قطب عالم کا مرید تھا۔ اور صوم و صلوٰۃ درود و وظائف کا از حد پابند تھا۔ احکام شرعیہ کے بجا لانے میں صدق دل سے حاضر رہتا۔ اور اسکا روزانہ یہ دستور تھا۔ کہ سویرے اٹھ کر زیارات روضہ پیر و مرشد سے مشرف ہوتا۔ پیشہ تجارت کا کیا کرتا۔ اور کبھی اسکو اپنی تجارت میں نقصان نہ ہوتا تھا۔ اسکا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ روضہ میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں عرصہ سے شوق تھا۔ کہ حج بیت اللہ سے مشرف



ہو کر افتخار حاصل کروں۔ اور سامان اور زادِ راہ میں نے تیار کر رکھا تھا۔ رات کو خواب میں حضرت قطب العالم کی زیارت ہوئی۔ اور انہوں نے بیت اللہ شریف کی زیارت کرا دی۔ اسی طرح پر کہ بائیں ہاتھ کو میرے شانہ پر رکھا اور دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ ادھر دیکھئے۔ سامنے دیکھا۔ تو بیت اللہ شریف نظر آتا تھا۔

دیگر۔ مراۃ المناقب بروایت حضرت عنایت شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جنکا مقبرہ خرم دروازہ شہر ملتان کے قریب ہے۔ عنایت شاہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنی حین حیات میں ایک قطعہ زمین کا خرید کیا تھا۔ اور میرا ارادہ تھا۔ کہ اسجگہ ایک مسجد معہ حوض اور مقبرہ کے تعمیر کرادوں۔ مگر استطاعت نہ رکھتا تھا۔ اور اس مطلب کے حصول کے واسطے حضرت غوث الاعظم شاہ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح سے استمداد و طلب کرتا۔ اور عرصہ سے یہی فکر دامنگیر تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ میں خواب میں تھا۔ کہ حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر حضرت شاہ عبد القادر صاحب گیلانی رضی اللہ عنہ ملتان میں رونق افروز ہوئے ہیں۔ اور میں جا کر قدمبوس ہوا۔ آپ نے فرمایا یَا وَلَدِی میں تمہارا کام کرنے کے لئے اسجگہ تک آیا ہوں۔ یہ فرمایا۔ اور مجھے اپنی سواری کے ساتھ لیا۔ اسوقت حضرت غوث العالم غوث بہاء الدین اور حضرت شیخ صدر الدین اور حضرت قطب العالم شیخ رکن الدین صاحب آکر ملاقی ہوئے۔ آپ تخت رواں سے اترے۔ اور ایک مجلس منعقد ہوئی۔

آپ نے فرمایا۔ کہ سید عنایت شاہ کا جو ہمارا فرزند ہے۔ کام سرانجام
کرنیکے لئے اسجگہ آئے ہیں۔ بعد ازاں مجھ غلام کو طلب فرمایا۔ میں دست
بستہ خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مطلب عرض کیا۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے
میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت قطب العالم شیخ رکن الدین رض ابو الفتح نفیس اللہ کے ہاتھ
میں دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میرے اس فرزند کا کام آپکے ذمہ ہے۔ پھر شاہ
رکن العالم صاحب میرے ساتھ تشریف لائے۔ اور اس قطعہ زمین پر نشان
لگایا۔ کہ یہاں مسجد طیار ہونی چاہیئے۔ اور اسجگہ حوض وغیرہ وغیرہ۔ پھر ہم دونوں
حضرت غوث الاعظم رض کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے میری تسلی فرمائی
اور تشریف لے گئے۔ جب میں صبح کو خواب سے بیدار ہوا۔ تو جا کر دیکھا۔ کہ اس زمین
پر نشان لگا ہے۔ میں نے معمار منگا کر متوکل علی اللہ ہو کر عمارت کی بنیاد رکھ دی
اور کام جاری ہو گیا۔ صبح کو ایک شخص میرا پتہ پوچھتا ہوا آیا۔ کہ سید عنایت اللہ شاہ
کہاں ہے۔ اور پانسو روپیہ کا توڑا میرے ہاتھ میں دیا۔ کہ یہ میں حضرت رکن الدین رح
کے لئے لایا تھا۔ انہوں نے خواب میں بشارت دی۔ کہ یہ نذر شاہ عنایت اللہ
کو پہنچائی جاوے۔ اب آپ قبول فرمائیے۔ شکر ہے کہ امانت سلامت پہنچ گئی۔
سید عنایت اللہ شاہ کہتے ہیں۔ کہ اسطرح پر تمام خانقاہ کا خرچ باہر سے
آتا تھا۔ اور سب کچھ حسب مطلب تیار ہو گیا۔

**دیگر** کتاب مرآۃ المناقب میں ایک حکایت اسطرح پر لکھی ہے۔ کہ ایک
افغان باشندہ ملتان دار الامن و الامان سوداگر اسپاں تھا۔ اور حضرت



غوث العالم کے سلسلہ بیعت میں تھا۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ وہ نہایت
عمدہ گھوڑے گھوڑیاں لیکر اودے پور کی ریاست میں پہنچا۔ اسجگہ کا راجہ اعلےٰ
درجہ کی گھوڑیاں دیکھکر فریفتہ ہو گیا۔ افغان سوداگر سے جو قیمت مقرر
کی۔ اسکو دینے کے واسطے مستعد ہوا۔ مگر چند روز بعد جب راجہ نے حساب
کیا۔ کہ بہت سا روپیہ خزانہ سے نکل جائیگا۔ اسواسطے ارادہ بد اسکے دل میں پیدا
ہوا۔ کہ اپنے نوکروں کی معرفت اس سوداگر کو قتل کرا دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس
نے یہی مشورہ کیا۔ اور کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اور تجویز یہ قرار پائی۔ کہ یہ
افغان روز مرہ ایک۔ ندی کے کنارے علی الصباح نماز پڑھنے کو جاتا ہے اُسے
اسوقت قتل کر دینا چاہیئے۔ راجہ کے کارندے اسی بات پر تیار ہوئے۔ جب
صبح کے وقت حسب معمول وہ افغان شہر کے باہر نکلا۔ تو اُسے ایک درویش
صفا کیش جسکی ریش مبارک سفید تھی۔ نظر آیا۔ اُس نے کہا۔ کہ میاں کہاں جاتا ہو
افغان نے کہا۔ کہ چشمہ کے کنارے نماز ادا کرونگا۔ بزرگ نے کہا۔ کہ تو واپس
شہر کو جا۔ افغان بولا۔ کہ آپ کون ہیں۔ جو نماز فریضہ خدا سے منع کرتے ہیں
اس بزرگ نے جواب دیا۔ کہ میں نماز سے تو منع نہیں کرتا۔ تیری خیریت اسی
میں ہے۔ کہ تو گھر جا کر نماز پڑھ ہے۔ کیونکہ راجہ سے جو تو نے گھوڑوں کا روپیہ
لیا ہے۔ اسکے دل میں ارادہ تیرے قتل کر دینے کا ہے۔ اور اسکے سپاہی ندی
کے کنارے گھاٹ میں بیٹھے ہیں۔ اسکے بعد اس بزرگ نے پوچھا۔ کہ مجھے بھی
پہچانتا ہے۔ میں کون ہوں۔ افغان نے کہا۔ کہ میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا

بزرگ نے فرمایا۔ کہ میرا نام رکن الدین ہے۔ اور میں ملتان سے فقط تیری امداد کو آیا ہوں۔ افغان نے آپکے قدم چومے۔ اور گھر آکر نماز پڑھی۔ راجہ کے سپاہی انتظار کرکے واپس گئے۔ اور تمام ماجرا آکر بیان کیا۔ ادھر افغان نے قاصد بھیجا۔ کہ تمہاری بدنیتی کی اطلاع مجھے میرے مرشد حضرت قطب العالم شاہ رکن الدین صاحب نے دیدی۔ بہتر ہوگا۔ کہ میرا روپیہ مکان پر بھیجدیا جاوے۔ راجہ از حد منفعل ہوا۔ اور تعجب کیا۔ کہ واقعی اسکا پیر کامل ہے۔ فوراً اسکا روپیہ بھجوادیا۔ اسطرح سے وہ افغان اپنے دشمن کی شر سے محفوظ رہا۔

# حکمت کے موتی

## حضرت قطب عالم شاہ رکن عالم صاحب رح کی قیمتی نصائح

مجمع الاخبار میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے صورت و صفت کا۔ اور حکم صفت پر لگایا جاتا ہے۔ نہ صورت پر۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔ اور قیامت میں اسی کے مطابق حشر ہوگا۔ چنانچہ بلعم باعور[1] کو باوجود استدر اطاعت و ریاضت کے

[1] بلعم باعور ایک شخص کا نام ہے۔ جو حضرت موسی علیہ السلام کے عہد میں بڑا عابد تھا۔ اور بڑا اہل ریاضت سے مستجاب تحلیل ہوگیا تھا۔ کہ شاگرد پوٹلی میں باندھ کر بغل میں مار کر پہاڑ پر لے جاتے تھے۔ کبھی کندھے پر ڈال لیتے تھے۔ اور جہاں چاہتے تھے لیجاتے تھے۔ انشاء اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔ ع
حاسد تو ہے کیا چیز کرے قصد جو انشاء + تو توڑ دے جیسے بلعم باعور کی گردن۔
شاید بلعم باعور میں کوئی بڑا عیب ہوگا۔ کہ قیامت میں سگ بنایا جاوے گا۔ ۱۲



سگ کی شکل میں حشر کریگا۔ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ۔ اور اسیطرح پر جو شخص ظالم اور ستمگار ہے۔ وہ اپنی شکل بھیڑیئے کیطرح دیکھے گا۔ اور صاحب کبر پلنگ کی شکل میں ہوگا۔ و صاحب بخل اور حریص خنزیر کی صورت پر ہوگا۔ فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ کا مطلب یہی ہے۔ اور جب تک اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے۔ اور صفائی قلب کیطرف توجہ نہ کرے۔ وہ بہائم کی جماعت میں داخل رہتا ہے۔ اور سباع کی خصلتیں اس میں موجود رہتی ہیں۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ۔ اور تزکیہ نفس بغیر التجاء و استقامت کے حاصل نہیں ہوتا۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یعنی جب تک اسکا فضل اور الٰہی رحمت دستگیری نہ کرے۔ تزکیہ نفس کا حاصل نہیں ہوتا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا۔ اور اس فضل و رحمت کی نشانی یہ ہے۔ کہ اپنے عیوب پر واقف اور بینا کرتا ہے۔ اور انوار رحمت اسکے صفحہ دل پر جلوہ افگن ہوتے ہیں۔ جس سے وہ دنیا اور اسکی اشیاء کو بالکل خاک سمجھتا ہے۔ اور اہل دنیا کی محبت اسکے دل سے کافور ہوجاتی ہے۔ جب یہ حالت اسکے احاطہ دل پر قبضہ جماتی ہے۔ تو اوصاف بہیمی سے جس میں اہل دنیا گرفتار ہیں سخت نفرت ہوتی ہے۔ اور اسکے دل میں یہ خواہش پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ ان صفات ذمیمہ مثلاً کبر، بخل، حرص، ظلم، غضب کی بجائے عفو، حلم، تواضع، سخاوت، بردباری کی صفات ملکیہ پیدا ہوں۔ اور یہی خواہشات ابھی ابتدائی سلوک

کی ہیں۔ اور جو طالبان حق ہیں۔ وہ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے مصداق ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک کی فہم انکے مراتب تک نہیں پہنچ سکتی۔ ع

عہدیست مرمرا کہ نجویم بجز تو دوست
شرطیست مرمرا کہ نخواہم بجز تو ہیچ

دیگر۔ مجمع الاخبار میں ہے۔ کہ حضرت شاہ رکن عالم صاحب نے اپنے بعض مریدوں کو لکھ بھیجا۔ کہ ایکدن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کہ میں نے دنیا میں نہ تو کسی سے نیکی کی ہے۔ نہ کسی سے بدی کی ہے۔ حاضرین متعجب ہو گئے۔ اور پوچھا۔ کہ یا امیر المومنین ہم نے تسلیم کیا۔ کہ آپ نے بوجہ اخلاق محمدی کسی سے بدی نہ کی ہو گی۔ مگر یہ کیا بات ہے۔ کہ حضور سے نیکی بھی نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نہیں سمجھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْہَا۔ پس جو نیکی یا بدی مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ وہ میں نے اپنے آپ سے کی ہے۔ نہ کسی غیر سے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ صلاح ایں کس صلاح او بس است ع

چوں میدانی ہر آئینہ کار ہر درد آخر ہمہ حال نکو کاری بہ

فرمایا۔ کہ دانا آدمی کے واسطے یہی نصیحت کافی ہے۔

دیگر۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نفس کشی کا یہ مطلب ہے۔ کہ انسان اپنے اعضا پر ایسا قابو رکھے۔ کہ مناہی و مکارہ شرعی کا قولاً فعلاً استعمال نکرے اور بیہودہ مجلس سے پرہیز کرے۔ کیونکہ ایسا انسان اپنے خالق سے دور ہو جاتا ہے۔



صحبت بطالان سے پرہیز کرے۔ اور جو کوئی طالب حق نہیں وہ بطال ہے۔ اور نیز مجمع الاخبار میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ سلطان شہید غیاث الدین تغلق نے مولانا ظہیر الدین سے دریافت کیا۔ کہ کیا کبھی آپ کو حضرت رکن العالم والدین رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مولانا نے کہا۔ کہ ایک دن جمعہ کا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ لوگوں نے آپکی قدمبوسی کے لئے ہجوم کیا ہوا ہے۔ ایک جاتا ہے۔ تو دوسرا آتا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ اس شیخ کو عمل تسخیر آتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اسکے پاس اسقدر ہجوم لوگوں کا ہوتا ہے۔ ورنہ بھلا میں تھوڑا دانشمند ہوں۔ میرے پاس کوئی بھی نہیں آتا۔ اچھا کل میں آپ کی خدمت میں جاؤنگا۔ اور سوال کرونگا مضمضہ واستنشاق یعنی منہ میں پانی ڈالنا۔ اور ناک میں پانی ڈالنا کیوں سنت میں داخل ہے۔ حالانکہ خداوند کریم نے تو فرمایا۔ فَاغْسِلُوْا وُجُوْہَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ الی آخرہ کہ منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو دو۔ اور سر کا مسح کرو۔ جب میں رات کو سویا۔ تو دیکھا۔ حضرت رکن عالم صاحب میرے منہ میں حلوہ ڈال رہے ہیں۔ اور جب صبح کو اُٹھا۔ تو ابھی اسکی چاشنی اور مٹھاس میرے منہ میں آتی تھی۔ میں نے سوچا کہ لوگ اسکو کرامت کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ معلم الملکوت کی کارستانی ہے۔ لوگوں کو بھی گمراہی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ الغرض میں منہ ہاتھ دھو کر حضرت رکن العالم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔

آئیے آئینے میں تمہارا انتظار تھا۔ بعد ازاں آپ نے مسائل گفتگو
شروع کیا۔ کہ جنابت دو قسم کی ہوتی ہے۔ جنابت دل و جنابت
تن۔ موخر الذکر جنابت تو عورت کے پاس جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور
جنابت دل ناہموار کی صحبت سے ہو جاتی ہے۔ اور تن کی پلیدی تو
پانی سے جاتی رہتی ہے۔ اور دل کی پلیدی آب دیدہ سے محو ہوتی ہے۔
اسکے بعد فرمایا۔ کہ پانی میں تین صفات ہونی چاہئیں تاکہ وہ طہارت
کرے۔ اور پلیدی کو زائل کر دے۔ اور وہ تین صفتیں یہ ہیں۔
رنگ۔ بو۔ مزہ۔ اور اسی وجہ سے شرع میں ان تین صفات کے دریافت
کرنے کے واسطے شارع اسلام نے منہ میں پانی ڈالنا اور ناک
میں پانی دینا سنت میں داخل کیا ہے۔

**مولٰنا** نے جب یہ بات حضرت کی استماع فرمائی۔ تو پانی
پانی ہو گیا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ شیطان جس طرح
نبی کی شکل میں متشکل نہیں ہو سکتا۔ شیخ کامل کی شکل بھی نہیں
بن سکتا۔ اسکے بعد فرمایا کہ مولٰنا (ظہیر الدین)
علوم ظاہری میں عالم زمانہ ہے۔ مگر علوم باطنی میں ایک
طفل نادان ہے۔ مولٰنا صاحب حیران رہ گئے۔ اور بادشاہ کی
خدمت میں عرض کیا۔ کہ اولیاء سے جو تحریر میں نے لکھا ہے اس
کو یقین آ گیا ہے۔ کہ واقعی شاہ رکن الدین صاحب کامل



اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ یہ بھی روایت ہے۔ کہ جب حضرت
نظام الحق والدین رح کا وصال ہوا۔ تو حضرت شیخ رکن الدین رح
صاحب دہلی میں تھے۔ اور آپ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔
اور فرمایا۔ کہ حضرت نظام الدین رح صاحب نے مجھے تین
سال جو دہلی میں ٹھیرایا۔ یہی مقصد
تھا۔ کہ میں یہ سعادت
حاصل کروں۔

## قصیدہ عربیہ مع ترجمہ

حضرت شیخ قطب العالم ابو الفتح رکن الدین رح کی تصنیف سے ایک عربی قصیدہ تبرکات کے طور پر راقم آثم کے کتب خانہ میں چلا آتا ہے۔ اور اسکے خواص و اسناد بیشمار ہیں جو راقم کو معلوم اور نیز تجربہ میں آچکے ہیں۔ ارادہ تھا کہ انوار غوثیہ میں اس قصیدہ کو معہ جملہ خواص و اسناد درج کیا جائے۔ مگر چونکہ کتاب ہر کہ ومہ اہل و نااہل کے ہاتھ میں جائیگی۔ اسواسطے خیال آیا۔ کہ صرف طالبین اور معتقدین ہی اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ لہذا بنظر احتیاط اسناد درج نہیں کی گئیں۔ البتہ قصیدہ کا ترجمہ ساتھ کر دیا گیا ہے۔ تاکہ عام اردو خواں ناظرین بھی اسکا مطلب آسانی سے سمجھ سکیں۔ ہاں اگر کسی صاحب کو اسناد و خواص اور دیگر امورات کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو۔ تو فی سبیل اللہ اسناد وغیرہ بذریعہ خط لکھکر بھیجدیجائیگی۔ اگرچہ مدت دراز گذر چکی ہے۔ مگر تجربہ سے بخوبی معلوم ہوگا۔ کہ بزرگوں کے کلام میں کیا کچھ تاثیر ہوتی ہے۔ کچھ اس خاکسار کو قدرتی طور پر شوق پیدا ہوگیا ہے۔ کہ اپنے باکمال بزرگوں کے ملفوظات اور حالات شائع کرکے سعادت حاصل کروں۔ ورنہ عام کا تو کیا ذکر ہے۔ خواص کے روبرو بھی ایسے متبرک اور نایاب کلام کو ظاہر کرنا فی زمانا غیر مناسب سمجھا جاتا ہے۔ مگر راقم آثم کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ اعلائے کلمۃ الحق اور نسخہ فیض کے ظاہر کرنے میں جس میں معتقدین اور پیر برادران کا بھلا ہو۔ کبھی بخل نہ کرنا چاہیئے۔

**یا الٰہی!** یہ فیض کا چشمہ خود تو نے محض اپنی رحمت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس خاندان میں جاری فرمایا ہے۔ قیامت تک اس چشمہ کو برقرار رکھیو۔ اور اس کے فیض سے جملہ تشنگان و طالبین کو مستفیض فرمائیو۔ وہ قصیدہ عالیہ درج ذیل ہے۔



زاد اشتیاقی لجیران بذی سلم | وھام قلبی لذکر البان والعلم

میرا شوق بڑھتا جاتا ہے ذی سلم (مدینہ) کے ہمسایوں کی طرف جو ذی سلم میں ہیں | اور میرا دل بان اور علم کے یاد کرنے سے حیران اور سرگرداں ہے

وارض طیبۃ قد زاد الغرام بھا | شوقا الی صاحب الآیات والحکم

اور طیبہ (مدینہ منورہ) کی زمین کی محبت بہت بڑھ گئی | اسلئے کہ مجھ کو بہت شوق ہوا صاحب آیات و حکم کی طرف

محمد خیر خلق اللہ کلھم | شفیعنا خیر من فی العالمین سمی

وہ محمد ہیں جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں | وہ ہمارے شفیع ہیں اور سب لوگوں سے بہتر ہیں جو جہان میں ہیں

محمد کامل الاوصاف مرتفعا | محمد قد علا [illegible] اعلی الامم

وہ محمد ہیں جو کامل صفتوں والے بلند مرتبہ والے ہیں | وہ محمد ہیں جن کی قدر سب سے بلند ہے [illegible]

محمد جاءنا بالحق [illegible] | ان لیس [illegible] الا باری النسم

وہ محمد ہیں جو ہمارے پاس حق لیکر آئے [illegible] | [illegible] کے سوا جو روح کو پیدا کرنے والا ہے

وھو الشفیع اذا طال الوقوف غدا | یوم القیامۃ یوم الکرب والندم

اور وہ شفاعت کرنے والے ہیں جب کل قیامت کو کھڑا رہنا دراز ہوگا | یعنی قیامت کے دن [illegible] اور ندامت کا دن ہے

من مثلہ بضیاء النور یعرفہ | لذا الالہ [illegible] مع القلم

آپکے مانند کون ہے جو نور کی چمک سے پہچانا جاتا ہو | اسی طرح لوح اور قلم ان کی شناخت رکھتے ہیں

والشمس والبدر [illegible] انوار طلعتہ | [illegible] لخیر الوری عن جملۃ [illegible]

اور آفتاب اور چاند آپکے چہرہ کے انوار سے [illegible] | [illegible] خیر الوری کی [illegible] سب میں سے [illegible]

والعرش [illegible] والکرسی [illegible] | [illegible]

اور عرش نے اقرار کیا اور کرسی [illegible] | [illegible]

محمدٌ نبع الماءُ من أناملهٖ ۔۔۔ محمدٌ ریقهٗ یشفی من السقمِ

وہ محمد ہیں جن کے پوروں سے پانی جاری ہوا ۔۔۔ وہ محمد ہیں جن کا تھوک بیماری کی شفا ہے

محمدٌ بشجرۃٍ جاء البعیر لهٗ ۔۔۔ مسلماً قبّل الکفین والقدمِ

وہ محمد ہیں اونٹ جن کی خاطر حاضر آیا۔ ۔۔۔ سلام کرتے ہوئے چومتے ہوئے ہاتھ پاؤں۔

لولاہُ ما کان لا شمسٌ ولا قمرٌ ۔۔۔ ولا نهارٌ ولا لیلٌ لمحتلمِ

اگر وہ نہ ہوتے ۔ تو نہ سورج ہوتا نہ چاند۔ ۔۔۔ اور نہ دن اور نہ رات احتلام والے کے لئے

لولاہُ ما کان لا فرضٌ ولا سننٌ ۔۔۔ ولا صیامٌ ولا حجٌّ الی الحرمِ

اگر وہ نہ ہوتے تو نہ فرض ہوتے اور نہ سنتیں ہوتیں ۔۔۔ اور نہ روزے ہوتے اور نہ حج حرم کی طرف

لولاہُ ما کانت الدنیا بأجمعها ۔۔۔ ولا نباتٌ ولا شیءٌ من النعمِ

اگر وہ نہ ہوتے ۔ تو ساری دنیا نہ ہوتی ۔۔۔ اور نہ کوئی سبزی ہوتی ۔ اور نہ کوئی نعمت

عسیٰ بفضلک ان تنجینا من الجحیم ۔۔۔ خیر البریۃ یا ذا الجود والکرمِ

امید ہے تیرے فضل سے کہ تو بچا دے ہم کو روز جہنم ۔۔۔ خیر الانام کے اے سخاوت اور کرم والے

واجعل صلاتک یا مولای دائمۃً ۔۔۔ علی الحبیب ودام الاشهر الحرمِ

اور اپنی رحمت رکھ اے میرے اللہ ہمیشہ ۔۔۔ دوست پر جب تک حرمت کے مہینے رہیں۔

ثم الصلوٰۃ علی النبی من مضرٍ ۔۔۔ خیر البریۃ من بادٍ ومبتسمِ

پھر پھر رحمت ہو اوپر نبی مضر سے چنے گئے ۔۔۔ جو ساری مخلوق میں بہتر ہیں [illegible]

وآلهِ الغرِّ والاصحاب قاطبۃً ۔۔۔ یا نسمۃ البارق البادی علی الحرمِ

اور ان کی آل کرام اور سب صحابہ پر ۔۔۔ جب تک نسیم خیر دل پر چمکتا رہے۔

# خاتمہ کتاب و عرضِ حالِ مؤلفِ انوارِ غوثیہ مشتمل بر قطعہ تاریخِ و دعائے مغفرت بدرگاہِ الٰہی جل جلالہٗ

می‌کنم از صدقِ دل صد شکرِ ذاتِ کبریا — مدعائے دل شد و حاصل بتائیدِ خدا
ہم ثنائے شاہ کایں خیال اندر دلم جاگیر شد — کز سرِ صدق و صفا حالاتِ آں غوث الوریٰ
جمع سازم از کتبہائے قدیم و معتبر — آنچہ محفوظ اند اندر خانداں از ابتدا
حسبِ قولِ قائلِ من جد وجد ایں فقیر — کامیابی یافت آخر از طفیلِ انبیاء
نصرت و تائیدِ حق بس شاملِ حالم شدہ — گشت ہر یک عقیدہ تالیفِ ملفوظاتِ او
باوجودِ کثرتِ شغل اندر ایامِ قلیل — ختم شد با حسن و خوبی ایں کتابِ دلربا
سعیِ من مشکور شد از یمنِ روحِ غوثِ پاک — بہرِ ہر یک مستفاد آمد مفید و رہنما
چونکہ بر من خدمتِ سجادگیِ غوثِ پاک — ہست لازم و اور اشد بلد ہر صبح و مسا
بر من مخدوم ہم ایں خدمت لائق خوبتر بود — از محبت تالیفِ ملفوظات شد از من ادا
جملہ ملفوظاتِ جدِ خویش غوث العالمین — منسلک کردم بایں اوراق حسبِ مدعا
ہم ز ملفوظاتِ ابن الغوث عارف صدر دین — جمع کردم چند حالات بہ رایت اختصار
ابن الابن غوث شد حضرت قطبِ عالم رکن دین — آنکہ عالی مرتبت آمد بخیلِ اصفیاء
شد مزین نیز ایں ملفوظ از حالاتِ آں — سلسلہ وار آمدہ ہم حالِ اکثر اولیاء
نیز حالِ جدۂ خود پاکدامن صاحبہ — درج کردم حسبِ موقع ذکرِ امّ الاتقیاء
شد مہیا الغرض ز تحفہ گنجِ شائگاں — بلکہ گنجِ شائگاں گردد شود ...

---

**خاتمِ سلیمانی** — اللہ بخش صاحب تونسوی۔ اس کتاب کو ایک لائق مصنف نے عرصہ ۲ سال میں نہایت محنت و تحقیق سے تالیف فرمایا ہے۔ یہ کتاب آئینہ اسرارِ معرفت گنجینۂ انوارِ حقیقت ہے۔ طالبانِ حق و معتقدینِ مشائخ عظام کے واسطے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ہر دو حضرات موصوف کے حالات از یوم ولادت تا وقت وصال بشرح و بسط تحریر ہیں۔ اخیر میں حضرات خواجگان تونسوی کے شان میں قصائد ایسے پر مضمون و پر مذاق درج ہیں۔ یہ بوستان عظمت کتاب کو دوبالا کر رہے ہیں۔ در رجال شاد درینہایت صحیح وصحت یعنی حضرت قبلہ نور محمد مہاروی و خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی و خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی و صاحبزادہ محمد موسیٰ صاحب تونسوی رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ کتاب کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے نہایت عمدہ کاغذ پر چھپوایا گیا ہے۔ قیمت باعتبار کاغذ مختلف ہے یعنی مجلد کاغذ سفید عمدہ عہ۔ کاغذ سفید بنگالی عہ۔ کاغذ زرد دیسی موٹا عہ۔ کاغذ خاکی و لایق ذیل عہ۔ یہ کتاب قبل خدا کے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ شائقین جلد ہی طلب فرماویں۔

**جمالِ یوسف** — حالات و ملفوظات حضرت ابو الفضل جمال الدین خواجہ شیخ محمد شاہ یوسف گردیزی الحسینی الملتانی المشہور بہ حضرت شاہ گردیز قدس سرہ بزبان اردو یہ کتاب صوفیان صفا کیش کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ بعد ازاں دوسرا حصہ حضرت شاہ صاحب موصوف متوفی ۵۳۱ ہجری کا روضہ متبرکہ شہر ملتان میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ کاغذ ولایتی چھاپا نہایت خوشخط۔ قیمت ۴

**گلزارِ جمالیہ** — ملفوظات حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ صاحب ملتانی مصنفہ مولانا مولوی محمد عبد العزیز صاحب پرہاروی بزبان عربی نہایت عمدہ ترتیب سے مرتب ہے۔ مع ترجمہ اردو و فارسی ھدایہ بالکل مثل یعنی ۲

**سیر نامہ جہانیاں جہاں گشت** — یعنی خلاصہ سوانح عمری حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ سالکان طریقت و ارباب کے واسطے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ قیمت صرف ۳

**شجرہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ** — تصدیق التصنیف جو بلطف و اجازت حضرت خواجہ حالی حضرت صاحب تونسوی خلیفہ اکبر حضرت غریب نواز خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی قدس سرہ نہایت عمدہ ہے بزبان اردو نظم میں اسلوبی تمام حسن عقیدت تالیف ہوا ہے۔ تمام بزرگان سلسلہ کا احوال مفصل مرقوم ہے۔ تمام خادمان و آستان بوستان دربار تونسہ شریف بلکہ سلسلہ متبرکہ کا خریدنا لازمی ہے۔ سلسلہ منظوم بھی درج ہے۔ قیمت ۲

**نامِ حق فارسی مع ترجمہ پنجابی منظوم** — بعد حواشی کثیر الفوائد ہے۔ نماز روزہ کے تمام مسائل درج ہیں۔ عورتوں اور بچوں کے پڑھنے کے قابل ہے۔ نہایت جلی قلم سے خوشخط چھاپی گئی ہے۔ قیمت ۱

**بدر الدجیٰ جواب اظہار الحق** — یہ کتاب از جانب اہلسنت بجواب مذہب شیعہ نہایت معقولیت سے لکھی گئی ہے۔ تحقیق و تنقیح دیکھنا شرط ہے۔ چھاپہ نہایت عمدہ کاغذ نہایت ارزاں یعنی عہ

**نفع الانسان بزبان پنجابی** — علم حکمت منظوم میں کتاب نایاب فوائد انساب منظوم آسان بزبان ملتانی پنجابی نہایت مفید تلاش کرنے پر چھپوائی گئی ہے۔ تمام امراض جسمانی انسان کے سہل نسخے مع ترکیب آسان مندرج ہیں۔ ایک لاثانی حکیم بقراط زمانہ کی تصنیف ہے۔ قیمت ۳

**بستانِ غوثیہ** — اکثر حالات و ملفوظات حضرت غوث بہاء الحق والدین زکریا ملتانی بعدہ حالات حضرت شیخ صدر الدین و حضرت شاہ رکن عالم صاحب مع حالات دیگر مشائخان ملتان رحمہم اللہ قدس اللہ اسرارہم ... ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ قیمت ۴

محمد نصیر الدین صاحب محمد فخر الدین محمد بشیر الدین تاجرانِ کتب شہر ملتان بوہڑ دروازہ